(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جلد 4

گلدستۂ سنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد مجددی نقشبندی مدظلہ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ احمد مجددی نقشبندی مدظلہ

الکہف پبلیکیشنز

AL-KAHAF PUBLICATIONS

(جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

جلد 4

گلدستۂ سُنّت

اصلاحی بیانات

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی ظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی ظلہ

پسند فرمودہ

صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ احمد نقشبندی مجددی ظلہ

الکہف پبلیکیشنز

AL-KAHAF PUBLICATIONS

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... گلدستہ سنت جلد 4

از افادات .... حافظ محمد ابراہیم

پروف ریڈنگ و تخریج .... مولانا محمد عمار صاحب و دیگر علمائے کرام
(فاضل جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

مرتب .... مولانا قاری محمد عمران خان صاحب
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ X فاضل جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور)

کمپوزنگ .... حافظ عبدالوحید اعوان (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

اشاعت اول .... اگست 2017ء

تعداد 2200

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ

AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST

فیس بک — فیس بک پر براہِ راست بیانات کے کلپس اور احادیث حاصل کریں۔ fb.com/ishqeilahi1

Twitter — لائیو بیانات کے اوقات کے متعلق جاننے اور روزانہ ایک حدیث پاک اپنے موبائل پر حاصل کرنے کے لیے اپنے موبائل سے یہ میسج سینڈ (Messege Send) کریں۔ ہر بیان شروع ہونے سے قبل آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ ان شاء اللہ Twitter: F ishqeilahi Send 40404

نوٹ: مذکورہ کوڈ صرف پاکستان کے لیے ہے۔ بیرون ممالک والے حضرات ہمیں ای میل کرکے یا واٹس ایپ پر میسج کرکے اپنے ملک کا کوڈ حاصل کر سکتے ہیں۔

whatsapp — کے کلپس حاصل کرنے کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کریں۔ 0321-4159902 ,0300-9406489

www.ishqeilahi.com

Email:info.ishqeilahi@gmail.com

اِنتساب

اپنے شیخ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

کے نام جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے اس بندے

کے دل میں ایمان کی شمع کو روشن کر دیا۔

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللهم صل على سيدنا محمد النبي

الأمي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرست مضامین

پیش لفظ 20
عرضِ مرتب 23

تہجد کی سنتیں 25

اُمتِ محمدیہ کا مقام 25
حضرت جی دامت برکاتہم کا جواب 26
کمرے کا نور 27

ولایت کاملہ کا حصول	27
خوش قسمت اور بد قسمت	28
ایک شبہ کا ازالہ	29
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد	29
تہجد کے وقت کا معمول	30
تہجد میں لمبا قیام	31
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حالتِ ضعف میں تہجد پڑھنا	33
تہجد پڑھنے کا ماحول بنانا	33
دین میرے اپنے لیے ہے	34
ذاکرین میں شمار	34
نبی علیہ السلام کی دعائے رحمت	35
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمامِ تہجد	36
تہجد میں مزے لے کر قرآن پڑھنا	37
مغرب سے عشاء کا قیمتی وقت	37
تہجد کی رکعات	38
تہجد کیسے شروع کریں؟	38
تہجد کے چند فضائل	40
بلا حساب و کتاب دخولِ جنت	42
تہجد کی قدر دانی نہیں ہے	43
رات کا رونا رفعتِ درجات کا سبب	44

فہرست مضامین

رات کی نماز میں مومن کا شرف	44
تہجد کی برکت سے خوشگوار صبح	45
عملیات کا مزاج	46
درمیانی شب اور دو سورتوں کی فضیلت	47
نامرادی کا مطلب	47
دو رکعتیں دنیا مافیہا سے بہتر	48
رات اور دن کے نوافل میں فرق	49
انبیائے سابقین علیہم السلام کی تہجد	49
تین محبوب بندے	50
ایک گھڑی کی دعا	50
قبولیتِ دعا کی نوعیت	52
تفاخرِ ربِ تعالیٰ	54
تہجد پڑھنے والوں کے لیے سواریاں	55
گناہ سے بچاؤ	56
قضا نمازوں کی ادائیگی	57
تہجد چھوڑنے والے کا حال	57
مختلف احادیث تہجد کی اہمیت پر	58
تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے لَو لگائیں	59
تہجد پڑھنے کے لیے چند کام	60
بادشاہوں کی نمازِ تہجد	62

قرض کا لین دین 65

محدود زندگی کو کارآمد بنانا	65
ہر عمل میں نیت کی درستگی	66
قرآنِ کریم میں قرض کا مسئلہ	66
خَیْرٌ لَّکُمْ کی دو توجیہات	67
برکت کا مطلب	68
قرض لینے، دینے میں تحمل مزاجی	69
قرضے سے زائد مقدار کا حکم	70
قرض دینے کا اَجر	72
قرض لینے والے کی نیت پر معاملہ	73
قرض دے کر فائدہ نہیں اُٹھانا	74
قرض پر وعیدیں	76
کسی کا قرض اپنے ذمہ لینا	77
مقروض کے لیے سفارش کرنا	78
بروزِ قیامت کی مشکلات سے نجات	79
قرض دینا صدقہ ہے	80
مقروض کو مہلت دینے پر عرش کا سایہ	82
قبولیتِ دعا اور رنج سے چھٹکارا	83

فہرست مضامین

مقروض کے لیے برداشت اور تحمل	83
نبی کریم ﷺ کے تحمل کا واقعہ	84
ادائیگی قرض کو مقدم رکھنا	87
قرض کی ادائیگی سے انکار پر مذمت	87
قرضہ وصول کرنا	88
قرضے کی عدم ادائیگی پر وعید	89
دخولِ جنت میں تین رکاوٹیں	90
تمام مؤمنین کا ولی	91
گھر والوں کی ضروریات کے لیے قرض لینا	92
قرض خواہ کا شکریہ ادا کرنا	93
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پختہ یقین	93
تنگی دور ہونے کا واقعہ	94
امام اعظم رحمہ اللہ کی تجارت	95
تین مقروض اشخاص	96
حقوق العباد میں ہیرا پھیری سے بچنا	97
شرعی مسئلہ	98
بروزِ قیامت ایک دوسرے سے فرار	99
حکمت وبصیرت سے بہن کا حق دینا	100
ایک طالب علم کا حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال	100
ادائیگی قرض کی دعائیں	102

بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری 105

خوشگوار ازدواجی زندگی 105
دینداروں میں بگاڑ کی وجہ 107
بہترین مرد 107
مرد پر خرچے کی ذمہ داری 108
بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا اَجر 110
معاشرتی ٹوٹ پھوٹ کے اَسباب 111
اہل وعیال پر خرچ کا میزان میں تولا جانا 112
اہلِ خانہ پر خرچ کا مطلب 113
سُسرال سے بہانے بہانے سے مانگنا 115
بدترین شخص جو گھر والوں پر تنگی کرے 115
علماء وصلحاء سے رابطہ رکھنا 116
خرچ میں وُسعت لانا 117
عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو 118
خرچ میں ترتیب 119
ہر ضرورت مند کا مالدار پر حق ہے 121
ادائیگی حقوق پر اللہ تعالیٰ کا معاملہ 122
ہسپتال کے مالک کی رُوداد 123

حرام مال کا حرام جگہ لگنا	124
صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا	124
اہلِ خانہ کا خیال رکھنا	125
ایک سوال کا جواب	126
اپنا روزہ یاد نہیں رہا	126
مال کے ذریعے خیر خواہی کرنا	127
خرچہ مرد ہی نے دینا ہے	128

2 رزقِ حلال 131

معاشرتی حقوق کی ادائیگی	131
رزقِ حلال کمانا کب فرض ہے؟	132
غفلت سے بچا جائے	133
کسبِ حلال میں دو چیزوں کی رعایت	134
رزقِ حلال کے لیے کوشش کرنا	134
حلال کمائی جہاد ہے	135
اپنے ہاتھ سے کمانا	135
بیعِ مبرور	136
خاتون کا سوت کاتنے کا واقعہ	136
کمائی کے اثرات	137

- سچے تاجروں کا مقام 138
- سچا تاجر اور جنت 138
- پاکیزہ کمائی کے لیے صفات 139
- عمومی احوال 140
- دھوکہ دینے والے کے لیے وعید 141
- قسم کھا کر مال بیچنا 142
- قرض بروقت ادا کرنا 142
- رزق کے ذرائع 144
- بہترین تجارت 145
- بہترین ذکر اور بہترین رزق 145
- زُہد کیا ہے؟ 146
- کاشت کاری کے فضائل 147
- کاشت کاری کی جائے چاہے قیامت آجائے 148
- تقسیمِ رزق اور دین 149
- پریشانیوں کا بڑھنا 149
- کثرتِ مال کے نقصان پر ایک واقعہ 151

3 رزقِ حلال 153

- پاکیزہ کمائی کے لیے صفات 153

فہرست مضامین

احادیث کی وضاحت	154
تاجر کا صادق اور امین ہونا	155
معاملات کا ایمان سے گہرا تعلق	156
دو فرشتوں کا پہرہ	157
مال کا حلال ہونا ضروری ہے	158
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت کے احوال	159
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانت	160
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات	161
صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تقے کرنا	161
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیماری اور شہد	162
خلافتِ فاروقی اور بچی کا خوفِ خدا	163
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا	164
مقدر روزی مل کر رہتی ہے	165
اللہ کی اطاعت سے رزق میں برکت	165
مال کا حق ادا کرنا	167
مفلسی سے حفاظت	168
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تجارت	168
حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا خریدنا	170
مسلمان تاجر اور اشاعتِ اسلام	171
تجارت کے مسائل سیکھنا	172

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارت 173
امامِ اعظم رحمہ اللہ کا تقویٰ 175
کابل کا اہم واقعہ 178
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا واقعہ 179
پیران پیر کے والد کا واقعہ 180
درخت پر محنت کی ضرورت 182
تقسیمِ رزق اور دین 183
ایک عورت کا کمالِ احتیاط 183

لباس 3 185

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی پر اثرات 185
اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی واضح دلیل 186
یعفور کا واقعہ 187
تشبہ کسے کہتے ہیں؟ 188
پاجامہ پہننے والی کے لیے دعا 189
خواتینِ اسلام کے لیے مسنون لباس 190
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ 191
حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو تاکید 191
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موٹا کپڑا پیش کرنا 192

فہرست مضامین

پردے کا حکم	192
لوگوں سے شرم مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں	193
صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ	193
تفہیم الحدیث	194
ریشمی لباس پہننے کی ممانعت	195
پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے پر ہلاکت	196
مخلوط ریشمی لباس	197
لباس سے ستر چھپانا	198
ادائیگی شکر کی نیت سے لباس پہننا	198
مرد، عورت کا جداگانہ پہننا	199
خاص مواقع پر عمدہ لباس پہننا	200
مسلمان کو کپڑا ہدیہ کرنا	201
جمعہ کے دن سے نئے لباس کی ابتدا	202
کپڑے پہنتے وقت کی دعا	202
کپڑے اُتارتے وقت کی دعا	203
اطاعۃُ اللہ واطاعۃُ الرسول ﷺ	203
محبت کسے کہتے ہیں؟	207
اطاعتِ رسول ﷺ پر احادیثِ مبارکہ	207
ناگفتہ بہ نوجوانوں کے حالات	209
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمامِ سنت	211

موجودہ طرزِ عمل 212
چھ اشخاص جن پر لعنت کی گئی ہے 213
احیائے سنت کی محنت 213
گمراہی سے حفاظت 214
سنت کے مطابق زندگی بنانے کا فامولا 215

آخری زمانے میں رزق کی اہمیت 217

حلال طریقے سے مال کمانا 217
دین و دنیا کو بچانے کے لیے مال کی ضرورت 218
نیک آدمی کا مال دار ہونا 219
ایمان کا جھنڈا اور شیطان کا جھنڈا 220
عنداللہ محبوب مقام 221
شروع دن کے حصے میں برکت ہے 222
قناعت اختیار کرنا 222
امتِ محمدیہ کے بہترین افراد 223
قناعت پسند کا مقام 224
اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش 225
قناعت کیسے ملے گی؟ 225
احساسِ نعمت پیدا کرنے کی ضرورت 227

- دعا سے نعمت حاصل کرنا 228
- تین قیمتی نصیحتیں 229
- ملا نصیر الدین کا جواب 229
- ابن آدم کی حرص 229
- حدیثِ ابی سعید خدری ﷛ 230
- لوگوں کی محبت کیسے ملے؟ 231
- حکایت 231
- توجہ الی اللہ کا فائدہ 232
- حضرت حکیم الامت ﷫ کا واقعہ 233
- اسمِ اعظم کے وِرد کا شوق 234
- سب سے بڑا اور انمول وظیفہ 235
- قبولیتِ دعا کے لیے مطلوب کیفیت 236
- دعا کی کثرت 237
- قبولیتِ دعا کی ترتیب 237

ہدیہ کے لین دین میں احتیاط 241

- پورے دین پر عمل کرنے کا حکم 241
- گردن کٹانے کو تیار مگر؟ 242
- ہدیہ میں تین باتوں کا خیال رکھنا 243

متکبرین کی دعوت قبول کرنے کی ممانعت	244
تعلق بنانے کا نبوی نسخہ	245
اپنے قرضدار سے ہدیہ لینے کی ممانعت	246
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کمالِ احتیاط	247
ایک اللہ والے کی حکایت	248
کیا پچاس ہزار کی خاطر دل خراب کریں؟	248
ہدیہ واپس کرنے کی ممانعت	249
ہدیہ دینے والے کو بدلہ کیسے دیں؟	250
دعا دینے میں بخل نہیں کرنا چاہیے	252
ہدیہ میں شرکت	252
کب تقسیم نہ کی جائے؟	253
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قصہ	254
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قصہ	254
رشوت بہ نام ہدیہ جائز نہیں	255
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت	256
عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ	257
رشوت کیسے بنتی ہے؟	258
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ	259
سفارش کرنا	260
ہدیہ کے چند مسائل	261

قبولیت دعا 263

- دل کے یقین کے ساتھ دعا مانگنا 263
- بے پرواہی بندہ کو زیب نہیں دیتی 265
- شیطان کا وسوسہ 266
- رمضانی فقیر 266
- پہلا جواب 267
- دوسرا جواب 268
- قبولیت کے اوقات میں دعا مانگنا 269

پیش لفظ

اللہ کے فضل وکرم سے **الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ** کے زیر انتظام چھپنے والی کتاب گلدستہ سنت کی جلد 4 آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

آگے چلنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کا تعارف بھی کرواتا چلوں۔ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرم عمل ہے جن میں ادارے کے افراد کے لیے ٹرانسپورٹ کا انتظام، رمضان پیکیج وغیرہ اور اسی ٹرسٹ کے زیر اہتمام مختلف شعبوں میں پڑھنے والی طالبات کے لیے شادی کا انتظام، اور الحمدللہ اب اسی ٹرسٹ کے زیر انتظام الکہف سلائی سنٹر کا قیام بھی وجود میں آچکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ رقیہ للبنات اور ابراہیم اکیڈمی کے تحت آن لائن نہ صرف درسِ نظامی کی کلاسز بلکہ قرآنی عربی ودیگر آن لائن Presentations کی کوریج بھی اللہ کے فضل وکرم سے شروع ہے۔ الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے چند مزید منصوبوں پر کام شروع ہے جن میں الکہف سکول،

الکہف اکیڈمیز، الکہف ہوسٹلز سرفہرست ہیں نیز الکہف طب نبوی ہاسپٹلز (جن میں سنت دعا، دوا، غذا اور حجامہ سے لوگوں کے علاج ومعالجہ کا انتظام کیا جائے گا)،

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

زیر نظر کتاب گلدستہ سنت کی جلد 4 دن اور رات کی مبارک سنتوں پر مشتمل ایک سیریز ہے جس کا مقصد عملی زندگی میں سنتوں کو لا کر زندگی کو اللہ کے نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق ڈھالنا ہے۔

سنت کا راستہ ہی درحقیقت ایک ایسا راستہ ہے جو اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ سنت نبوی سے محبت دراصل نبی ﷺ سے محبت ہے اور سنتوں سے یقیناً اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

میرے شیخ حضرت پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ''ہر مسلمان کو چاہیے کہ ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کرے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لیے زیور پہنائے جاتے ہیں اور دلہن سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دیں گے تو انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی۔ بازو میں چوڑیاں پہنا دیں گے تو بازو خوبصورت ہو جائیں گے۔ گلے میں ہار ڈالا تو گلا خوبصورت اسی طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس حصے پر زیور آ گیا وہ میرے خاوند کی نظروں میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا۔ مومن کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہوگئی اور سنت کا عمل اس پر سج گیا تو میرا وہ عضو اللہ کی نظروں میں خوبصورت ہو جائے گا''۔

آیئے ان سنت طریقوں کو پوری طرح سے اپنی زندگیوں میں لائیں، عمل کریں آگے پہنچائیں، گھروں میں مذاکرے کریں۔ ان شاء اللہ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی سنور جائے گی۔ اور آپ تمام حضرات سے خصوصی دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام ساتھیوں کی محنت وکاوش کو قبول فرمائیں۔ مزید ہمت واستقامت کے ساتھ اس مبارک سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو سنت کا نور عطا فرمائیں گے۔ اور قیامت کے دن حضور کی شفاعت فرمائیں۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

دعا گو ودعا جو

حافظ محمد ابراھیم نقشبندی مجددی

مہتمم جامعہ رقیہ للبنات ٹاؤن شپ لاہور

عرضِ مرتب

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب گلدستہ سنت جلد 4 انتظار کی گھڑیوں کے بعد پیش خدمت ہے۔

الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ جس کے بانی وصدر حضرت حافظ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم ہیں، مسلسل آپ تمام احباب بالخصوص حضرت شیخ پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی توجہات، فکر، اور دعاؤں سے روز افزوں ترقی کی جانب گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس نے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب کو مقبولیت عطا فرمائی جس کا مسودہ اُٹھا اُٹھا کر اللہ کے مختلف نیک بندے اس کے گھر کا طواف بھی کرتے رہے اور حرمین شریف میں دعائیں بھی کرتے رہے اور سب سے بڑھ کر حضرت شیخ پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم نے بھی نہ صرف حرمین شریفین میں بلکہ اس مبارک سفر کے بعد بھی مسلسل اپنی قیمتی دعاؤں سے نوازا جن دعاؤں کی برکات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور سنت کا فیضان لوگوں میں عام ہوتا جارہا ہے۔ سنتوں کے زندہ ہونے سے فرائض کی طرف دھیان اور اہتمام میں خوب اضافہ ہوتا ہے اور عملی زندگیاں جنت کا نمونہ پیش کرنے لگتی ہیں۔ اور چونکہ سنت سے محبت نبی ﷺ سے محبت ہے اور یہی وہ محبت ہے جس کے بارے میں آقا نے ارشاد فرمایا تھا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی روز قیامت بندہ اس کے ساتھ اٹھایا جائے

گا جس سے محبت رکھتا ہو۔ تو سنتوں پر عمل کا بہترین انعام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ مبارک ساتھ ہمیں اور ہماری نسلوں کو نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ہر ہر حرف کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر نہ صرف ہماری بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کی بھی مغفرت کا ذریعہ بنائیں آمین۔ تمام قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ زیر کتاب میں کسی بھی قسم کی غلطی دیکھیں تو ادارے کو مطلع فرمائیں یہ نہ صرف آپ کا احسان ہوگا بلکہ صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

تہجد کی سنتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ (الذاریات:17)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:79)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اُمتِ محمدیہ کا مقام

یہ اُمت اللہ ربّ العزّت کی بہت محبوب اُمت ہے، کیوں کہ اس امت کا نبی اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے اس امت کا مقام بہت بلند رکھا ہے۔

آج اِن شاء اللہ تہجد کے متعلق بیان ہوگا۔ یہ امت جب اللہ تعالیٰ کے سامنے روتی تھی تو دن میں مخلوق کے سامنے ہنستی تھی۔ اب یہ رات کے وقت سوتی ہے اور دن میں مخلوق کے سامنے سارا دن روتی ہے۔ پہلے وقتوں میں یہ زمانہ بھی گزرا ہے کہ لوگوں کی نفل یا تہجد بھی قضا ہو جاتی تھی تو لوگ روتے تھے۔ اور آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ فرض نماز بھی قضا ہو جائے تو ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ جب یہ امت تہجد کے چھوٹ جانے کے غم میں روتی تھی تو دنیا میں اس کو عزتیں حاصل تھیں۔ آج فرض چھوٹ جانے پر بھی نہیں روتی تو لوگوں کے سامنے ذلیل ہو رہی ہے۔ جس طرح دنیا داروں کی راتوں کا اندازہ اُن کے دنوں کی کمائی سے ہوتا ہے۔ جو دن کو جتنا زیادہ کماتا ہے، رات کے وقت وہ اتنے ہی زیادہ مزے اُڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ دین داروں کے دن کا اندازہ اُن کی راتوں سے ہوتا ہے کہ رات کے وقت وہ جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، دن کے وقت اللہ ربّ العزّت ان کو اتنی ہی زیادہ عزّتیں عطا فرماتے ہیں۔

حضرت جی دامت برکاتہم کا جواب

بہت سے علماء طلباء اور طالبات یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو پڑھنے اور پڑھانے کا کام کرتے ہیں، ہمیں تہجد کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے محترم حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو دوکانداریاں کیا کرتے تھے، کیا اس لیے وہ تہجد پڑھتے تھے؟ بہت ساری عورتیں تو یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہمارے بچے ہیں، ہم سے تہجد نہیں پڑھی جاتی۔ حضرت جی دامت برکاتہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بھئی! کیا پہلے عورتوں کے بچے نہیں ہوتے تھے؟ تو معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز پڑھنی ہے۔ اور اس نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

کمرے کا نور

ہمارے نانا کی والدہ بڑی نیک خاتون تھیں۔ اللہ پاک اُن پر رحم فرمائے اور ان کی روح کو شاد آباد رکھے۔ میرے نانا چوبیس بہن بھائی تھے، اور ان کی والدہ کو ہم سب اماں کہہ دیا کرتے تھے۔ ان کا چہرہ بے حد نورانی تھا۔ ان کے انتقال فرما جانے کے بعد ایک مرتبہ ایک بزرگ ہمارے نانا کے گھر تشریف لائے۔ جب وہ ہماری نانا کی والدہ کے کمرے میں گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کمرے میں کون رہتا تھا؟ نانا بتایا کہ ہماری والدہ رہتی تھیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اس کمرے میں وہ نور نظر آرہا ہے جو آپ کے پورے گھر میں نظر نہیں آیا۔ اللہ اکبر! ہمارے نانا کی اماں تہجد گزار بھی تھیں اور عبادت گزار بھی تھیں۔

ولایتِ کاملہ کا حصول

ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم کے پاس دو آدمی عرصہ پہلے بیعت ہو کر گئے۔ پھر وہ آکر بتانے لگے کہ اب ہم اتنے نیک ہیں، ہمارے اندر یہ Qualities ہیں، ہم بہت عمل والے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم ان کی باتوں کو سنتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لوگ خاموش ہوئے تو حضرت جی نے پوچھا کہ بھئی! آپ یہ بتائیں کہ آپ کی تہجد کی پابندی کیسی ہے؟ تو دونوں ہی چپ ہو گئے۔ پھر حضرت جی نے فرمایا کہ ہم تو لوگوں کو تہجد کی پابندی سے جانتے ہیں۔ یعنی جس کے اندر تہجد کی جتنی پابندی زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ اتنا ہی زیادہ ہے۔ اور جس کے پاس تہجد کی پابندی نہیں تو اس کو کسی صورت میں ولایتِ کاملہ نہیں مل سکتی ہے۔

خوش قسمت اور بد قسمت

کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے منصوبے بناتے رہتے ہیں کہ مثلاً ہم نے ساری رات کرکٹ کھیلنی ہے، یا ساری رات میچ دیکھنا ہے، یا فلاں کوئی لہو ولعب والا کام کرنا ہے۔ مگر جب خاص تہائی رات کے بعد تہجد اور سحری کے قریب کا وقت آتا ہے تو یہ لوگ بھی سو جاتے ہیں، بلکہ سُلا دیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ وقت اللہ کے پیاروں اور اللہ کے محبوبین کے اُٹھنے اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کا ہوتا ہے۔ اور یہ وقت قبولیتِ دعا کا ہوتا ہے، تو رات بھر لہو ولعب میں مشغول لوگ سلا دیے جاتے ہیں۔ کئی لوگوں کو اُٹھایا جاتا ہے اور کئی لوگوں کو سلایا جاتا ہے۔ کوئی جماعت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ پاک فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ انہیں جا کر جگا دو، یہ سب دین کا کام کرنے والے ہیں۔ اگر یہ اُٹھ گئے اور انہوں نے میری عبادت کر لی تب بھی میرے مقرب ہیں، اور اگر سو گئے تب بھی میرے مقرب ہیں۔ معلوم ہوا کہ علماء کی نیند بھی عبادت ہوا کرتی ہے۔ یہ بات حدیث میں آتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں تہجد کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔

جس کے دل میں تڑپ ہو کہ میں جاگوں اور اپنے رب کو مناؤں اور راز و نیاز کی باتیں کروں تو ایسے بندہ کو چاہیے کہ وہ ضرور تہجد کی پابندی کرے، دعائیں کرے۔ بہت سے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں کہ حضرت! دعا کریں کہ نوکری اچھی مل جائے، رشتہ اچھی جگہ ہو جائے، کاروبار چمک جائے، ہماری اولاد فرمانبردار بن جائے۔ کچھ آ کر کہتے ہیں کہ حضرت! بیوی بڑی نافرمان ہے، دعا کر دیجیے کہ بیوی فرمانبردار بن جائے۔ دنیا کے لیے تو بہت لوگ دعا کروانے آتے ہیں، بہت تھوڑے ہیں جو آ کر یہ کہتے ہوں کہ کوئی ایسا طریقہ بتا دیں کہ اللہ راضی ہو جائے، قیامت اور آخرت میری آسان

ہوجائے، میری قبر اچھی بن جائے۔ دنیا کی پچاس، ساٹھ سالہ زندگی گزارنے کے لیے ہم بہت سوچتے ہیں، مگر قبر کی زندگی جو قیامت تک ہے اور قبر کے بعد ہمیشہ کی زندگی کے لیے بہت تھوڑے لوگ سوچتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے لیے کوشش کریں۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہ آج آخرت کی فکر ہمارے اندر سے نکلی ہوئی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی تو ساری رات اسے عبادت کا ثواب مل گیا، تو ہمیں تہجد کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم اس کا بہت پیارا جواب دیتے ہیں کہ آپ لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے نہ سمجھ سکے۔ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو تہجد کو ضروری سمجھتے تھے، اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ بہانوں سے بات نہیں بنے گی، ہمت کریں گے اور جذبہ دل میں رکھیں گے تو اِن شاء اللہ اللہ ربّ العزّت تہجد کی توفیق بھی عطا فرمادیں گے ورنہ ہم جتنے بھی بہانے قائم کرلیں اِن اللہ والوں کے پاس ان بہانوں کا پورا پورا جواب ملے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد:

بہر حال نبی علیہ السلام کی تہجد کے بارے میں کیا ترتیب تھی، وہ سن لیجیے۔ نبی علیہ السلام کی تہجد کی نماز سے متعلق ہمیں مختلف روایات ملتی ہیں۔

تہجد کی نماز کے بارے میں نبی علیہ السلام کی مختلف عادات تھیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع رات میں بیدار ہوتے اور تہجد کی نماز پڑھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ پوچھا گیا امی عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی علیہ السلام کس وقت اُٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب مرغ اذان دیتا تھا۔ اس زمانے میں Alarm تو نہیں ہوتے تھے، لوگ صبح صادق کا وقت معلوم کرنے کے لیے مرغے رکھتے تھے۔ حتّٰی کہ جب سفر پر جاتے تب بھی مرغے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، اور اس کی بانگ سے اُٹھ جایا کرتے تھے۔

(فتح الباری:71/4، عمدۃ القاری:182/7)

یوں سمجھیے کہ مرغا اس زمانے کا الارم تھا۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اپنے مقام پر ہوتے تب بھی پڑھتے تھے، اور سفر میں ہوتے تب بھی پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سفر میں بھی نبی علیہ السلام نے تہجد کا کبھی ناغہ نہیں کیا۔

تہجد کے وقت کا معمول

نبی علیہ السلام کے تہجد کے وقت کے معمولات مختلف روایات سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آدھی رات کے وقت نبی علیہ السلام بیدار ہو جاتے۔ اوّلاً ہاتھوں کو چہرۂ انور پر پھیرتے، نیند کے خمار کو دور کرتے، اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کرتے۔ پھر وضو کرتے اور وضو سے پہلے مسواک کا استعمال کرتے۔ اور وضو کے بعد عطر استعمال فرماتے۔ عطر اگر اپنے پاس میسر نہ ہوتا تو گھر والوں سے منگواتے حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود عطر سے زیادہ معطر تھے۔

(بخاری: رقم 4569، مسلم: رقم 763، ابوداؤد: رقم 56)

عطر کی خوشبو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیچ اور ماند تھی، لیکن بات صرف یہ ہوتی ہے کہ دل کرتا ہے کہ محبوب کی ملاقات کے لیے جب انسان جائے تو اہتمام کر کے جائے اور تیاری کر کے محبوب کے سامنے حاضر ہو۔ ہم لوگ یہودیوں کا بغیرتی اور بے حیائی کا عالمی

دن مناتے ہیں تو کتنی تیاریاں کرتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہو تو وہ عطر لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کو منانے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ عطر لگانے کے بعد نبی علیہ السلام کے پاس جو بہترین کپڑے میسر ہوتے، اسے زیب تن کرتے اور پھر اللہ کے حضور کھڑے ہو جاتے اور نماز تہجد ادا کرتے۔

تہجد میں لمبا قیام

عام طور پر رکعات کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ پہلی دو رکعات ذرا ہلکی ہوتیں اور اس کے بعد کی رکعات لمبی ہوا کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: رقم 767)

اکثر اوقات نبی علیہ السلام کا تہجد کا قیام بہت طویل ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری: رقم 1078)

ایک صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تہجد میں شریک ہو گیا۔ یعنی نبی علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے تو یہ صحابی پیچھے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام نے اتنی دیر تک قرآن کریم پڑھتے رہے اور اتنا طویل قیام کیا کہ صحابی فرماتے ہیں: میں نے برا ارادہ کیا۔ راوی حدیث ابو وائل کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ برے ارادے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنی نماز مکمل کر لوں اور نبی علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دوں۔

(صحيح البخاري: باب طول القيام في صلاة الليل)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام تہجد میں لمبی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ایک اور صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تہجد میں شریک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ میں نے خیال کیا کہ نبی علیہ السلام سو آیتوں پر رکوع فرمائیں گے۔ پھر جب سو آیتیں پوری ہو گئیں لیکن تلاوت چلتی رہی تو میں نے خیال کیا کہ ایک رکعت میں سورہ بقرہ پوری کریں گے۔

مگر جب سورہ بقرہ بھی پوری ہوگئی تو آپ ﷺ نے سورہ نساء شروع کرلی۔ (اس وقت قرآن پاک کی موجودہ ترتیب نہیں تھی) پھر یہ سورت پڑھتے رہے، یہاں تک کہ یہ سورت بھی پوری ہوگئی تو نبی علیہ السلام سورہ آل عمران شروع کرلی۔ (آگے ان صحابی نے آپ ﷺ کے پڑھنے کی کیفیت کو بیان کیا) (صحیح مسلم: رقم 772)

معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پانچ پانچ سپارے ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ لوگ غلط خام خیالی رکھتے ہیں کہ قرآن مجید روز ایک پاؤ سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ قرآن مجید جتنی زیادہ کثرت سے ہوسکے اس کی تلاوت کرنی چاہیے۔ نبی علیہ السلام تو پانچ پانچ پارے صرف ایک رکعت میں پڑھ لیتے تھے۔ نبی علیہ السلام تہجد میں اتنی دیر تک پڑھتے تھے کہ

حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ.

ترجمہ: ''یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ورم آجاتا تھا''۔

یعنی نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں مبارک متورّم ہوجایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں، حالاں کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں۔ (آپ ﷺ کے گناہ نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی فرمائی ہے) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَا أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا. (صحيح البخاري: رقم 4556)

ترجمہ: ''کیا میں اللہ ربّ العزّت کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔

کبھی ہم نے سوچا بھی ہے کہ ہم اتنی تہجد پڑھیں کہ کم از کم پاؤں دُکھنے لگ جائیں، وَرم آنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے لیے فکرمند رہیں اور تہجد کے لیے

اللہ سے مدد مانگیں۔

نبی ﷺ کا حالتِ ضعف میں تہجد پڑھنا

نبی علیہ السلام اکثر تہجد میں لمبی رکعتیں پڑھتے تھے، مگر آخری عمر میں ضعف اور بیماری کی وجہ سے آپ بیٹھ کر تہجد پڑھتے تھے۔ یعنی پہلے کھڑے ہو کر پڑھتے، پھر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کو تہجد میں جب ساری رات کھڑا رہنا مشکل ہو گیا ضعف اور بیماری کی وجہ سے، تو آپ علیہ السلام بیٹھ کر قراءت کرتے تھے۔ پھر جب سورت پوری ہونے میں تقریباً تیس چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر تلاوت فرماتے (اور سورت مکمل کرتے) پھر رکوع فرماتے۔ (صحیح بخاری: رقم 1148)

ہمارے یہاں تو تراویح کی نماز کے علاوہ شاید کبھی ایسا ہو کہ ہم نے تیس چالیس آیات کبھی پڑھی ہوں۔ نبی علیہ السلام کی تیس چالیس آیات تو لمبی تلاوت کے بعد تلاوت ہوتی تھیں۔ اب ہمیں بھی چاہیے کہ ہم تہجد کی پابندی کریں۔

تہجد پڑھنے کا ماحول بنانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے دروازے کو ایک رات کھٹکھٹایا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟ (یعنی اٹھو اور تہجد کی نماز پڑھو)

(صحیح بخاری: رقم 1075)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ جس قدر اللہ پاک چاہتے اس قدر رات میں نماز پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ جب آدھی رات ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے اور فرماتے: الصلوٰۃ الصلوٰۃ یعنی نماز، نماز۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرماتے:

وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طه:132)

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو''۔

ثابت قدم رہنا اور دین کے مسئلے پر جمے رہنا، یہ اصل میں بڑی استقامت ہوا کرتی ہے۔ جو انسان خود دین پر جما رہے گا، وہ اپنے گھر والوں کو بھی نیکی تقویٰ کا حکم دے گا۔

دین میرے اپنے لیے ہے

گلدستۂ سنت کی کتاب کے سلسلے میں ایک عجیب اتفاق ہوا۔ الحمدللہ! کافی دوستوں کو یہ کتاب ہدیۃً دی۔ پھر میں نے تجربے کے طور پر ذرا پوچھنا شروع کیا کہ بھئی! آپ کو کتاب دی تھی، آپ نے پڑھی؟ میں نے کتنوں سے پوچھا الاّ ماشاء اللہ یعنی سوائے چند لوگوں کے سب کا یہی جواب تھا کہ میری امی پڑھتی ہیں، میری بہن پڑھتی ہیں، میری بیوی پڑھتی ہیں۔ تو گھر کی عورتیں تو پڑھ لیتی ہیں، ہمیں کب توفیق ملے گی؟ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کا مطالعہ کریں۔ ہمیں اس آیت

وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طه:132)

پر عمل کی ضرورت ہے۔ یعنی خود بھی دین پر سختی کے ساتھ جمے رہنا اور نفس پر قابو پانا، اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کا حکم دیتے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آج اگر ہم خود دین کے پابند ہوں گے تو اپنے گھر والوں کو تبلیغ اور نیکی کا کہنے والے بنیں گے۔

ذاکرین میں شمار:

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے اہل خانہ یعنی بیوی کو رات میں اُٹھاتا ہے اور دونوں ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے ہیں تو اللہ ربّ العزّت ان کو ذاکرین اور ذاکرات

میں شمار کرتے ہیں۔(مشکاۃ المصابیح: رقم:1238)

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الأحزاب:35)

ترجمہ: ''ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے''۔

یعنی اللہ رب العزت نے ذاکرین اور ذاکرت کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ ہم تہجد کی نماز خود بھی پڑھیں، اور گھر والوں کو بھی پڑھائیں۔اس کی عادت ڈالیں۔

نبی علیہ السلام کی دعائے رحمت

شادی شدہ لوگوں میں سے جسے نبی علیہ السلام کی دعائے رحمت کی ضرورت ہے تو وہ صرف اس حدیث پر عمل کرلے۔ دل کے کانوں سے سنیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص پر اللہ ربّ العزّت کی رحمت ہو جو رات کو اُٹھے اور نماز پڑھے، اور اپنی بیوی کو بھی تہجد کے لیے اُٹھائے۔اور اگر بیوی نہ اُٹھ سکے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس عورت پر جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو بھی تہجد کے لیے اٹھائے۔اور اگر شوہر نہ اٹھ سکے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(سنن ابی داؤد: رقم1450)

رحمت تو تب بھی مل جائے گی کہ آپ خود اُٹھے تہجد کے لیے اور بیوی کو بھی جگایا، لیکن اگر بیوی نہ اُٹھی تو اچھے انداز سے، خوش خلقی کے ساتھ پانی سے تھوڑا سا چھینٹا مار دے۔ اس عمل سے دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔خیال رہے کہ معاملہ نرمی کا کیا جائے، اُٹھانے میں بہت زیادہ سختی نہ کی جائے۔

نبی علیہ السلام تہجد میں دبے پاؤں اُٹھتے تھے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام ہماری آنکھ نہیں کھلنے دیتے تھے۔ یعنی دبے قدموں چلتے تھے تاکہ اہلیہ کی نیند خراب نہ ہوجائے، کیوں کہ نبی علیہ السلام خود تھوڑا جلدی اُٹھ جایا کرتے تھے اور گھر والوں کو ذرا دیر سے تہجد کے لیے اُٹھاتے تھے۔ عمل کی نیت سے ان احادیث کو پڑھیں گے تو ان شاء اللہ عمل کی بھی توفیق نصیب ہوجائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمامِ تہجد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی پابندی کرتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے جیسے مثلاً سفر پر ہیں یا کسی اہم مسئلے میں ہیں تو نبی علیہ السلام تہجد سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم 700)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہجد کی نماز سے کتنی محبت تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اور عام طور سے نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ رات کا کچھ حصہ عبادت فرماتے اور کچھ حصہ آرام فرماتے، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ساری رات نبی علیہ السلام تہجد پڑھتے رہے اور ساری رات میں ایک لمحہ بھی نہ سوئے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی علیہ السلام کی رات کی نماز کو میں نے خوب غور سے دیکھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام پوری رات نماز میں لگے رہے اور صبح کے وقت نبی علیہ السلام نے سلام پھیرا۔ (سبل الہدیٰ: صفحہ 974)

لیکن ایسا کبھی کبھی ہوتا تھا، عام معمول یہی تھا کہ کچھ رات آرام فرماتے اور کچھ رات عبادت فرماتے۔ ایک معمول نبی علیہ السلام کا یہ بھی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد بین النومین ہوتی تھی، یعنی دو نیندوں کے درمیان۔ نمازِ عشاء پڑھ کے نبی علیہ السلام جلدی سو جاتے، پھر آدھی رات جس وقت اٹھنا آسانی سے ہوتا اٹھتے اور تہجد پڑھتے، خوب لمبی رکعتوں کے

ساتھ پڑھتے اور پھر تھوڑی دیر کے لیے دوبارہ سوجاتے، اور پھر اٹھ کر فجر کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس لحاظ سے نبی علیہ السلام کی تہجد بین النومین ہوجایا کرتی تھی۔ اور ہماری نمازِ فجر بین النومین ہوتی ہے، بلکہ ہم لوگ تو فجر میں بھی حالتِ نوم میں ہوتے ہیں۔ آج مسلمان فجر کے لیے بڑی مشکل سے اُٹھتے ہیں اور نیند ہی نیند میں فجر پڑھ کر فوراً سوجاتے ہیں۔

تہجد میں مزے لے کر قرآن پڑھنا

بعض اوقات نبی علیہ السلام تہجد میں ایک ہی آیت کو بار بار تلاوت فرماتے حتیٰ کہ ساری رات اسی ایک آیت کی تلاوت میں گزر جاتی۔ بھئی! جو حافظِ قرآن ہیں وہ کوشش کر کے زیادہ قرآن پاک پڑھ لیں، اور جو ساتھی حافظِ قرآن نہیں ہیں ان کے لیے یہ صورت نکل آئی کہ انہیں اگر ایک بھی آیت یاد ہے تو اسی کو شوق سے پڑھتے رہیں۔ سورۂ اخلاص سب کو یاد ہوتی ہے، وہی پڑھتے رہیں، ان شاء اللہ سنت کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ یہ کام اجتماعی طور پر نہیں کرنا، بلکہ اکیلے میں محبت اور عقیدت کے ساتھ کوئی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل کی جماعت مکروہ ہے۔

مغرب سے عشاء کا قیمتی وقت:

بسا اوقات نبی علیہ السلام مغرب سے عشاء تک کے پورے وقت کو عبادت میں گزارتے تھے۔ یہ وقت بعض صوفیائے کرام کے نزدیک بڑا قیمتی وقت ہے، اور وہ حضرات اس وقت میں اپنے معمولات کو پورا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے چاہے اوقات تبدیل ہوتے ہوں، مگر یہ بات پکی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پابندی کے ساتھ تہجد پڑھا کرتے تھے۔

تہجد کی رکعات

نبی علیہ السلام کی وتر کی ترتیب عام طور سے یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور سے عشاء کے بعد وتر نہیں پڑھتے تھے، وتر کو تہجد کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور تہجد کی رکعات کبھی 6 پڑھتے تو کبھی 8، اور کبھی 10 رکعات پڑھتے تھے۔ زیادہ راجح اور مستند روایات تو آٹھ رکعات کی ہیں۔ ان آٹھ رکعات میں پہلی دو رکعتیں ہلکی پھلکی پڑھتے اور بقیہ چھ رکعات لمبی قراءت اور قیام والی ہوتی تھیں۔ ہم لوگوں کی چار چھ رکعات 6,5 منٹ میں پوری ہوجاتی ہیں، مگر نبی علیہ السلام کی چار رکعت کا مطلب آدھی پونی رات ہوا کرتی تھی، یا گھنٹوں ہوا کرتے تھے۔ ہم صرف تعداد کو مدنظر نہ رکھیں، بلکہ Quality کو بھی چیک کریں کہ نبی علیہ السلام کس قدر محبت اور اللہ کے تعلق کے ساتھ تہجد پڑھتے تھے۔

مختلف روایات میں یہ بات بھی آئی ہے کہ نبی علیہ السلام کو جس وقت جیسا موقع میسر آتا اس لحاظ سے موقع ومحل کے مطابق رکعت میں کمی بیشی کرتے رہتے تھے۔ صحت وبیماری، سفر وحضر، جہاد میں اپنی مصروفیات کے مطابق تہجد پڑھتے تھے۔ اسی اعتبار سے تہجد کی تعداد اور رکعات میں فرق ہے۔

تہجد کیسے شروع کریں؟

ہم لوگ اب تہجد کو کیسے شروع کریں؟ سب سے پہلے تو یہ فکر دل میں لائیں کہ ہم نے تہجد پڑھنی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی میں اسے کچھ اہمیت دیں۔ چوبیس گھنٹے کے معمولات میں اسے کچھ وقت دیں گے تو پھر تہجد نصیب ہوگی۔ اور ایک اہم بات یہ ہے کہ اپنے دن کے اوقات کو گناہوں سے پاک رکھنے کی کوشش کریں۔

ایک اللہ والے تھے۔ بڑے عبادت گزار شخص تھے۔ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا۔

ان کے دل میں کچھ دن بعد خیال آیا کہ یا اللہ! گناہوں سے توفیقِ عبادت اور عمل چھن جایا کرتا ہے، تو مجھ سے تو گناہ سرزد ہورہے ہیں اور آپ اتنے رحیم و کریم ہیں کہ آپ نے ابھی تک مجھ سے کوئی عبادت کی توفیق چھینی ہی نہیں۔ اللہ پاک نے دل میں الہام فرمایا کہ اے میرے بندے! جس دن سے تو فلاں گناہ میں ملوث ہوا ہے۔ یاد تو کر! ہم نے اسی رات سے تجھ سے تہجد اور باقی عبادات کی لذّت چھین لی ہے۔ عبادت تو تو کررہا ہے، مگر عبادت کی لذّت تجھے حاصل نہیں ہورہی ہے۔ یہ سزا تجھے مل گئی ہے کہ مناجات کی لذّت اور سرور جو تجھے پہلے نصیب ہوتا تھا، اب تو اس سے محروم ہوگیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبادت اور تہجد میں اُٹھنے اور اس کی مناجات کی لذّت کے اُٹھنے کی سب سے پہلی وجہ ہمارے گناہوں کا ہماری زندگی میں شامل ہونا ہے۔ بعض اوقات ہم محنت مشقت کرکے تہجد میں اُٹھ تو جاتے ہیں، لیکن لذت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور اگر گناہوں کی بہت زیادہ کثرت ہوجائے تو بعض اوقات ہمارا تہجد میں اُٹھنا ہی ختم ہوجاتا ہے۔

اب ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے تو ہم دعامانگیں کہ یا اللہ! ہمیں تہجد پڑھنے کی توفیق دے اور یہ نعمت عطا فرمادیجیے۔ اس کے بعد ہم یہ کریں کہ عشاء کی نماز جب ہم پڑھ لیں تو وہیں مسجد میں دو رکعتیں، چار رکعتیں، چھ رکعتیں، یا آٹھ رکعتیں پڑھ لیں۔ جتنا ہوسکے، کرلیا جائے۔ یا پھر مسجد سے گھر آکر ہم یہ رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیں تو ہماری کسی نہ کسی درجے میں تہجد ادا ہوجائے گی۔ مگر یاد رکھیے! تہجد کا افضل وقت آگے کا ہے۔ جیسے اذان ہوجاتی ہے تو آدمی پون گھنٹہ فجر سے پہلے اُٹھ جائے اور وضو وغیرہ کرکے مصلے پر آجائے۔ کچھ دیر تہجد کی نماز پڑھ لیں، کچھ دیر دعائیں، مراقبہ وذکر کرلیں، اور کچھ دیر استغفار کرلیں۔ سب سے آخر میں اگر استغفار ہو تو بہت افضل اور اعلیٰ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمیں تہجد کے بعد تقریباً ستر مرتبہ استغفار کے لیے کہا جاتا

تھا۔اس لیے فجر سے پہلے استغفار کی ایک تسبیح کر لیں، یہ اس وقت کی بہترین تسبیح ہے۔

اس کے بعد مرد حضرات فجر کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے جائیں، اور عورتیں اپنے گھر پر فجر کی نماز ادا کر لیں۔اب جس کے لیے یہ ترتیب مشکل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ عشاء کے بعد تہجد پڑھ لے، اور ہفتے میں ایک دن کوشش کر لے کہ رات کے آخری پہر میں اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے۔نبی علیہ السلام نے ساری زندگی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی۔اب ہم اتنے بھی غافل نہ بنیں کہ ہفتے میں ایک دن بھی سحری کے وقت نہ اُٹھیں، اور اس وقت تہجد نہ پڑھیں۔جب ارادہ کر لیں گے تو اللہ ربّ العزّت آسانی فرما دیں گے۔دیکھیں! دنیاوی معاملات میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ جب کسی بڑے کام کا عزم کرتے ہیں تو عزم برائے عزم نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔کیا ہم اپنے اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لیے، اسے راضی کرنے کے لیے اتنی محنت نہیں کر سکتے۔

تہجد کے چند فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز تہجد کی نماز ہے۔(ترغیب:423/1)

بعض علماء کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نماز واجب تھی جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ (بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: ’’اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لیے ایک اضافی عبادت ہے۔اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا‘‘۔

آقا علیہ السلام کو حکم تھا کہ آپ تہجد کی نماز پڑھیے، یہ آپ پر زائد فرض ہے۔عنقریب اللہ ربّ العزّت آپ کو عزتوں والے مقام یعنی مقامِ محمود پر فائز فرما دیں گے۔علمائے کرام نے یہاں سے نکتہ مستنبط کیا کہ جو شخص تہجد کی پابندی کرے گا، وہ قیامت کے روز

نبی علیہ السلام کی شفاعت کا حق دار ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! مجھے وہ اعمال بتائیے کہ جس پر میں عمل کروں اور جنت میں بہ سہولت داخل ہوجاؤں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، سلام کو عام کرو، رشتہ داریوں کو جوڑو یعنی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور جس وقت لوگ سو رہے ہوں اس وقت تہجد کی نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (ترغیب: صفحہ 425)

نبی علیہ السلام نے چار طریقے بتائے ہیں جو بہت ہی آسان ہیں۔ اس میں کوئی مشکل چیز نہیں، بس ہمت اور ارادہ کرنے کی بات ہے:

پہلی بات: بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ضروری نہیں کہ ہم بہت زیادہ لنگر ہی کریں، بلکہ حسبِ توفیق ایک دو کو کھلا دیں۔ کوئی خرچے کی بات نہیں۔ گھر میں جو کھانا پکا ہو، اسی میں تھوڑا سا پانی ڈال دیں، وہی لوگوں کو کھلا دیں۔ جنت حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ اگر سوچیں تو جہنم میں جانے کے لیے زیادہ مال خرچ کرنا پڑتا ہے، زیادہ تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں، مگر جنت سستی ہے اور آسانی سے مل جاتی ہے۔

دوسری بات: سلام کو عام کریں۔ اس میں بھی کوئی خرچے والی بات نہیں۔

تیسری بات: رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

چوتھی بات: جس وقت لوگ سو رہے ہوں، اس وقت تہجد کی نماز پڑھنا۔

یہ چار اعمال آسانی سے کرنے سے انسان کو نبی علیہ السلام نے جنت میں جانے کی بشارت سنائی ہے۔ تہجد پڑھنے والے قیامت کے دن بغیر حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ پہلے تو سب لوگ مجھے یہ بتائیں کہ ہم میں سے کوئی ہے جو قیامت کے دن حساب وکتاب

دے سکتا ہو؟ ایک بندہ بھی دے سکتا ہے؟ لوگ تو اتنے عاجز ہیں کہ ایک دن کا حساب وکتاب نہیں دے سکتے۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں چاہیے کہ ایسے اعمال اختیار کریں کہ قیامت کے دن بلا حساب وکتاب جنت میں سہولت کے ساتھ چلے جائیں۔

دنیا میں ان کم ٹیکس والے کوئی قانون بناتے ہیں تو اس کے اندر Rule رکھتے ہیں کہ فلاں کام کرنے پر یہ ٹیکس دینا ہے تو دوکانداروں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ ایسا کام ہی نہ کریں، اور اگر کرنا بھی پڑے تو سٹر قسم کے طریقے اپناتے ہیں ان چکروں میں پڑے بغیر پہلے ہی ہمارا کام ہوجائے۔ تو بھئی! اللہ ربّ العزّت نے بھی جنت میں بلا حساب وکتاب جانے کے لیے کچھ چھوٹ رکھی ہے۔ وہ چھوٹ اللہ نے کن کو دی ہوئی ہے؟ فیس بک پر بیٹھنے والوں کو؟ انٹرنیٹ پر ساری رات گزارنے والوں کو؟ موبائل پر لڑکیوں سے باتیں کرنے والوں کو؟ پھر کس کو یہ اعزاز ملے گا؟ کس کو یہ چھوٹ دی ہوئی ہے؟ اس بندے کو جو رات کو اللہ سے باتیں کرے گا اور تہجد کی نماز ادا کرے گا۔ حدیث کو سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے!

بلا حساب وکتاب دخولِ جنت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حشر کے میدان میں لوگ ایک جگہ کھڑے ہوں گے۔ ایک منادی (یعنی آواز دینے والا) آواز دے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستر سے جدا رہتے تھے؟ وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے، ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی۔ اور یہ تہجد پڑھنے والے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوجائیں گے، اور اس کے بعد عام لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا۔ (ترغیب: صفحہ 426)

اگر صرف رات کے وقت آدھا گھنٹہ اُٹھ کر ہم تہجد پڑھ لیں تو ساڑھے تیئس گھنٹوں کا حساب ہم سے معاف ہو جائے گا۔ یہ بہت سستا سودا ہے۔ اب یہ ہمارے اوپر ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟ رات کو تہجد کے ذریعے بلا حساب و کتاب جنت میں جانا، یا رات کو سونا چاہتے ہیں اور حساب کے کھاتے کھلوا کر سزا پانا چاہتے ہیں، کیوں کہ ہم میں سے کسی کے بھی اعمال ایسے نہیں ہیں کہ ہم جنت میں جا سکیں حساب و کتاب دے کر۔ اس لیے تہجد کے ذریعے بلا حساب و کتاب جنت میں جانا بہت ہی آسان نسخہ ہے۔

تہجد کی قدر دانی نہیں ہے

اگر آپ اخبار میں ایک اشتہار دے دیں کہ رات کے وقت میں ایک چوکیدار کی ضرورت ہے۔ اسے مہینے کے دس ہزار دیے جائیں گے۔ ڈیوٹی ٹائمنگ رات عشاء سے فجر تک باہر گیٹ پر کھڑے رہنا ہے اور تھوڑی سیٹیاں بھی بجانی ہیں۔ آپ ابھی نوکری کا اشتہار اخبار میں دیں گے تو دیکھ لیجیے گا کہ رات تک چوکیداروں کی لائنیں لگ جائیں گی اور بندہ پریشان ہو جائے گا کہ میں کیا کروں؟ معلوم ہوا کہ صرف دس ہزار روپے مہینہ بس، یہ ہماری رات کی قیمت ہے۔ اور دیکھیے کہ اللہ ربّ العزّت کتنے قدر دان ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ساری رات مت جاگو، سو جاؤ، صرف آدھا گھنٹہ ہی کھڑے ہو کر مجھے منا لو۔ مجھے پکار لو۔ میں پروردگارِ عالم تمہیں ہمیشہ کی جنت بلا حساب و کتاب دے دوں گا۔ ہماری ایک رات کی قیمت دنیا والے تو زیادہ سے زیادہ چار سو، پانچ سو دیتے ہیں۔ یا کوئی بڑے سے بڑا امیر ہو تو ایک ہزار دے دے گا، اس سے زیادہ کون دے سکتا ہے؟ مگر اللہ ربّ العزّت رات کو آدھا گھنٹہ محبت کے ساتھ گزارنے پر جنت دے دیتے ہیں، اور وہ جنت بھی ہمیشہ ہمیشہ کی اللہ اکبر کبیراً۔ اللہ ربّ العزّت آج ہمیں دینا چاہتے ہیں، مگر ہم لینا نہیں چاہتے۔ آج وقت ہے، اپنے روٹھے رب کو منا لیجیے، مگر

ہم تو سونا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حالوں پر رحم فرمائے!

رات کا رونا رفعتِ درجات کا سبب

جب تک یہ اُمت رات کو تہجد میں اللہ کے سامنے روتی تھی، صبح کو مخلوق کے سامنے خوش وخرم ہوتی تھی۔ آج اس امت نے رات کو سونا شروع کر دیا، تو پھر آج یہ سارا دن مخلوق کے آگے روتی پھرتی ہے۔ کبھی اس کے آگے رو رہی ہے، کبھی اُس کے آگے رو رہی ہے۔ کبھی فلاں کے آگے ہاتھ پھیلا رہی ہے۔ ایک اللہ کے سامنے رونا عزتیں دیتا ہے۔ علمائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا کہ تہجد کی عادت جس بندے کی پکی ہو جائے یہ کم تر لوگوں کو اوپر لے جاتی ہے اور معتبر بنا دیتی ہے۔ یعنی جو پست ہوتے ہیں اُن کو بلند بنا دیا جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ربّ العزّت یہ ساری نعمتیں ہمیں بھی عطا فرمائے آمین۔

رات کی نماز میں مؤمن کا شرف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد! جتنی چاہیں زندگی گزار لیں، دنیا سے تو جدا ہونا ہی ہے۔ جس سے چاہیں دل لگا لیں، اس سے جدائی تو ہونی ہے۔ جو چاہیں عمل کریں، اس کا بدلہ تو پانا ہے۔ پھر عرض کیا: اے محمد! مؤمن کا شرف رات کی نماز ہے، اور اس کی عزت لوگوں سے استغنا ہے۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 7991)

یعنی مؤمن کا شرف اس کی رات کی نماز میں ہے۔ مگر بد قسمتی سے ہم لوگوں نے اپنے شرف کو خود ہی ڈبو دیا، خود ہی کھو دیا۔ روحانی طور پر قوت کا ملنا بھی تہجد کے ذریعے ہے۔ جو تہجد نہیں پڑھتا شیطان رات کو اس کے پاس ڈیرا لگا لیتا ہے اور اس کی صبح بھی مستی والی ہوتی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے یا نہیں؟

تہجد کی برکت سے خوشگوار صبح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جب سوجاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ اور ہر گرہ پر یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ رات تو بڑی لمبی ہے، ابھی اُٹھ جائیں گے، ابھی تو بڑا ٹائم ہے۔ پس اگر وہ تہجد کے لیے اُٹھ جاتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر وضو کرتا ہے تو دوسری کھل جاتی ہے۔ پھر نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اب یہ شیطان کی گرہوں سے آزاد ہوگیا اور اس کی صبح خوشگوار طبیعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو نفس خباثت اور سستی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 1091)

اسی لیے تہجد کی نماز صحت کے لیے بھی بڑی مفید ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر تہجد کی نماز لازم ہے کہ تم سے پہلے صالحین کی عادت رہی ہے۔ خدا کے تقرب، خوشنودی، گناہوں کی معافی، گناہوں سے باز رکھنا، اور اپنے پڑھنے والے کو بیماریوں سے باز رکھنے کا سبب بنتی ہے۔ (کنزالعمال: 79/2)

معلوم ہوا کہ تہجد کے کئی فائدے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔
2. اس کی خوشنودی ملتی ہے۔
3. جو پچھلے گناہ ہو چکے ہوتے ہیں اس کی معافی ملتی ہے۔
4. آگے آنے والی زندگی میں گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی ملتی ہے۔
5. اور ساتھ ہی ساتھ اللہ ربّ العزّت کی جانب سے شفا بھی ملتی ہے۔

ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں دو دو، تین تین گھنٹے لائن میں لگتے ہیں اور پیسے بھی الگ لگتے ہیں۔ اگر ہم یہ سارا ٹائم رات کو تہجد میں اپنے اللہ کو دے دیں تو خود بخود ان شاء اللہ بہت سی شفائیں ہمیں مل جائیں گی۔ ساتھ ساتھ تہجد میں ہلکی پھلکی ورزش بھی ہماری ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری امت کے اَشراف اور معزّزین قرآن کے حاملین ہیں، اور جو راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (ابن ابی الدنیا)

معلوم ہوا کہ اس اُمت میں عزت دار وہی ہیں جو قرآن کو پڑھنے والے، اور راتوں کو نمازِ تہجد پڑھنے والے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا!

عملیات کا مزاج

آج کل اخبارات میں، پوسٹر وغیرہ میں لکھا ہوتا ہے کہ ہر تمنا پوری ہوگی، کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ اور بہت ساری عجیب باتیں لکھی ہوتی ہیں۔ مجھے بھی عجیب وغریب فون آتے ہیں۔ ایک فون آیا کہ فلاں وظیفہ آپ سے پوچھنا ہے، آپ کا ہدیہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا کوئی ہدیہ نہیں ہے، آپ پوچھیے! آپ نے کیا پوچھنا ہے؟ ہمارا معاشرہ پتا نہیں کدھر چلا گیا ہے۔ حیا تو معاشرے سے ختم ہوگئی ہے۔ بسا اوقات ایسی ایسی باتیں نوجوان بچیاں پوچھ لیتی ہیں کہ میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ چند دن پہلے ایک فون آیا کہ آپ عامل ہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا کہ مجھے کسی نے آپ کا نمبر دیا ہے کہ آپ عامل ہیں۔ میں نے کہا کہ بیٹا! آپ بات کہیے کہ آپ نے کیا بات کرنی ہے؟ میں نے اس لیے پوچھا کہ لوگ پھر عاملین کے پاس جا کر ایمان، مال، عزت وآبرو گنواتے ہیں۔

مال تو ساروں کا جاتا ہے، عزت بھی جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ مسئلوں کے حل بتا دیتے ہیں، اور کچھ پڑھنے کو دے دیتے ہیں، تو مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ میں نے پھر کہا کہ آپ پوچھ لیجیے۔ بالآخر اس نے پوچھنے پر بتایا کہ میرا کسی سے تعلق ہو چکا ہے، کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ میری اس سے شادی ہو جائے۔

پھر میں اگر لوگوں کو سمجھاؤں کہ اس کام میں عزت نہیں ہے، تو یہ باتیں لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتیں۔ لوگوں کو اگر (استغفر اللہ) میں یہ کہہ دوں کہ ہر تمنا آپ کی پوری ہوگی، اتنے بکرے پہنچا دو، اتنی مرغیاں پہنچا دو، تو اِدھر خانقاہ میں بکرے ہی بکرے ہوں گے اور مرغیاں ہی مرغیاں۔ سارا سال تو روٹی کا بندوبست یونہی ہو جائے گا، اور تو بکرا عید پر جانور خریدنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

درمیانی شب اور دو سورتوں کی فضیلت

تو بھئی! ایسا وظیفہ سن لیجیے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر عمل کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ یہ نعوذ باللہ! کسی بنگالی بابا کی بات نہیں، بلکہ اللہ کے نبی ﷺ کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو نامراد نہیں کرتے جس نے درمیانی شب میں نماز پڑھی اور (اس میں) سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کی۔ (معجم اوسط للطبرانی 61/2:)

نامرادی کا مطلب

یہ نامرادی کسے کہتے ہیں؟ ہم لوگ تو نامرادی کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھتے۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ جس سے میرا تعلق ہوا ہے، اس سے اگر میری شادی نہیں ہوئی تو میں نامراد ہوگئی۔

مرد سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی کام شروع کیا، وہ کام اگر نہیں چلا تو میں نامراد ہو گیا۔ ارے بھائیو! نامراد حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو اپنے اللہ کو نہ پا سکے۔ ہماری سب سے بڑی مراد تو اللہ پاک کی ہی ذات ہے۔ نامراد تو وہ بندہ ہے جس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ نامراد وہ ہے جس کی قبر آگ کا گڑھا بن جائے۔ نامراد تو وہ شخص ہے جو قیامت کے دن جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے۔ اور بامراد وہ شخص ہے جسے اس دنیا میں اتباعِ سنت کی توفیق مل جائے، جس سے اللہ راضی ہو جائے، اور قیامت کے روز اللہ کے رسول ﷺ راضی ہو جائیں، اور جسے جنت میں بلا حساب داخلہ مل جائے۔ تو مرادیں اصل میں یہ ہے۔ مگر ہم لوگوں نے ضرورت کو اپنی مرادیں بنا ڈالا ہے۔ نیک عمل کے متعلق اللہ سے مانگیں کہ اللہ! ہمیں بیچ رات میں تہجد کی توفیق، اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ پھر دیکھیے کہ اللہ پاک کیسے ہمیں دنیا اور آخرت کی مرادیں عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں۔ اللہ سے مانگ کر تو دیکھیے۔

دو رکعتیں دنیا مافیہا سے بہتر

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: درمیانی رات کی دو رکعتیں (تہجد کی نماز) پوری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے افضل ہے۔ اور اگر میری اُمت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان پر تہجد کو فرض قرار دیتا۔ (ترغیب لابن شاھین: رقم 559)

حدیث شریف میں دنیا و مافیہا کے الفاظ آئے ہیں کہ اس سے بہتر تہجد کی دو رکعت نماز ہے۔ دنیا بھی ختم ہو جانے والی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ختم ہو جانے والا ہے، لیکن ان دو رکعتوں کا ثواب قیامت تک باقی رہے گا، یہ ختم نہیں ہو گا۔

رات اور دن کے نوافل میں فرق

ایک ہوتی ہے رات کی نماز، اور ایک ہوتی ہے دن کی نماز۔ آدمی چاشت، اشراق اور اوّابین وغیرہ کے نفل پڑھتا ہے اور رات میں تہجد پڑھتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس بارے میں حدیث شریف سن لیجیے!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے خفیہ صدقہ وخیرات کو اعلانیہ صدقہ وخیرات پر ہے۔ (ترغیب: 28/2)

مثال کے طور پر آپ نے کسی کی مدد کرنی ہے۔ خاموشی سے جیب سے نکالا اور اس کے ہاتھ میں ڈال دیا، کسی کو پتا نہیں لگا۔ یہ ایک درجہ ہے۔ اور ایک درجہ یہ ہے کہ آپ نے کسی کو بلایا اور صدقہ دیا اور سامنے کیمرے مین کو کہا کہ میری تصویر بنائیے۔ تو دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ جس طرح ان دونوں صدقوں میں فرق ہے، اسی طرح قیام اللیل اور قیام النہار میں فرق ہے۔ رات کی تہجد کی نماز میں بہت برکت اور فضیلت ہے۔

انبیائے سابقین علیہم السلام کی تہجد

پہلے زمانے میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلیمان علیہ السلام کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا تھا: اے بیٹے! رات کو اتنا زیادہ مت سویا کرو، اس لیے کہ رات کو زیادہ سونے والے کو قیامت کے دن فقیر بنا دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: 1332)

رات کو زیادہ سونا انسان کو قیامت کے دن کنگال بنا دے گا۔ صبح اگر دکان کھولنے کا وقت ہے اور جس نے دکان کھولنی ہے وہ سو رہا ہو، تو گھر والے کیسے ناراض ہوتے ہیں کہ

سویا رہے گا تو کنگال ہو جائے گا۔ اُٹھو! جا کر دوکان کھولو اور کام کرو۔ ہمارے ذہن میں ایسی باتیں آتی ہیں کہ گاہک کہیں اور نہ چلا جائے وغیرہ وغیرہ۔ یہی سمجھنے کی بات ہے کہ جو بندہ رات کو سوتا رہے گا اور کوئی عبادت نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن کنگال ہو جائے گا اور قیامت کا ایک دن کتنا ہے؟

خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ (المعارج:4)

یعنی پچاس ہزار سال کا وہ ایک دن ہوگا۔ معلوم ہوا کہ تہجد نہ پڑھنا پچاس ہزار سالوں کی مفلسی کو خریدنا ہے۔

تین محبوب بندے

ایک حدیث میں آتا ہے کہ تین بندے اللہ پاک کو بہت محبوب ہیں:

1. وہ جو رات کو اُٹھے اور اللہ کا کلام پڑھے۔
2. وہ جو دائیں ہاتھ سے چھپا کر ایسے صدقہ کرے کہ بائیں کو بھی پتا نہ چلے۔
3. وہ جو کسی معرکہ میں شریک ہوا، ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

(سنن ترمذی: رقم 2567)

اس میں مختلف نوعیتیں ہیں کہ دائیں ہاتھ سے چھپا کر اس طرح سے صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلے۔ آج کل والدین کو بھی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے کہ ان کی سگی اولاد اُن کے گھروں میں دائیں ہاتھ سے ایسے گناہ کرتی ہیں کہ بائیں ہاتھ کو پتا ہی نہیں چلتا۔ ناک کے نیچے دیے جلا رہے ہیں۔ کبھی ان کے موبائلوں کو تو چیک کر کے دیکھیں۔

ایک گھڑی کی دعا

بہت سارے لوگ دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ حضرت! کوئی

وظیفہ بتا دیں۔ اگر ان سے کہوں کہ میں نے بیس سال انتہائی محنت اور ریاضتوں کے بعد ایک ایسا اسمِ اعظم کلمہ تلاش کیا ہے کہ اگر کوئی اسے پڑھ لے تو اس کی مرادیں پوری ہوں گی، تو میری بات مان ضرور مان لیں گے۔ ارے بھائی! میری کیا حیثیت؟ کیا اوقات؟ میں آپ کو قبولیتِ دعا کا ایسا وظیفہ بتا رہا ہوں جس کو خود نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اگر ساری اُمت سارا وقت اللہ کی عبادت اور ریاضت میں گزار کر ایک گھڑی یا ایک لمحہ قبولیتِ دعا کا تلاش کر لے، گو وہ ٹھیک بھی ہو۔ تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا درجہ سب سے بلند ہے۔ حدیث سنیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کا جب ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے، یا دو تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ ربّ العزّت آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں (اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) اور اعلان فرماتے ہیں کہ کوئی ہے مانگنے والا جسے دیا جائے؟ کوئی ہے پکارنے والا جس کی پکار کو قبول کیا جائے؟ کوئی ہے گناہوں کی معافی چاہنے والا جسے معاف کر دیا جائے۔

(صحیح مسلم:758)

سبحان اللہ! معاملہ کتنا آسان ہو گیا۔ جب اللہ پاک کہہ رہے ہیں کہ میں دوں گا، تو کیا نہیں عنایت فرمائیں گے؟ ہم جب کسی بچے کو کہتے ہیں کہ اِدھر آؤ میرے پاس! میں یہ ٹافی تمہیں دیتا ہوں۔ اور بچہ کہے کہ مجھے آپ پر یقین نہیں کہ آپ دیں گے کہ نہیں دیں گے۔ آپ کو کیسا لگے گا؟ بُرا لگے گا، غصہ آئے گا کہ جب میں کہہ رہا ہوں کہ دوں گا، تو کیا نہیں دوں گا۔ جبکہ ہماری تو حیثیت اور حال کچھ بھی نہیں ہے۔ جب اللہ ربّ العزّت کہہ رہے ہیں کہ کوئی ہے کہ میں اس کو دوں؟ تو اللہ بڑے غفورٌ رّحیم ہیں۔ وہ تو

ضرور دیں گے۔ ہمارا گمان رکھنا کہ اللہ مجھے عنایت نہیں کریں گے، یہ بھی گناہ کے زمرے میں آئے گا۔قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (النساء:122)

ترجمہ: ''اوراللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟''

اللہ پاک سے سچے پکے یقین کے ساتھ مانگنا چاہیے۔

قبولیتِ دعا کی نوعیت

یہاں پر سمجھنے والی دو باتیں اور ہیں۔ جب ہم نے اللہ سے مانگنا شروع کر دیا تو ہمیں ضرور ملے گا، یہ پکی بات ہے۔قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت کسی بندے سے یہ سننا گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی بندہ کھڑے ہو کر اللہ سے کہہ دے کہ اللہ! میں نے تجھ سے مانگا تھا تو نے مجھے نہیں دیا تھا۔مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ رات کو اللہ سے مانگیں تو دن میں اللہ اس مسئلے کو حل کر دے،اور میری خواہشات پوری کر دے۔

حضرت زکریا علیہ السلام جوانی سے اولاد مانگ رہے ہیں بوڑھے ہو گئے ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا (مریم:4)

ترجمہ: ''میرے پروردگار! میری ہڈیاں تک کمزور پڑ گئی ہیں،اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے بھڑک اٹھا ہے،اور میرے پروردگار! میں آپ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں ہوا''۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے وہ نبی ناامید نہیں ہوئے۔ نبی کی دعا تو مقبول دعا ہے۔اللہ ربّ العزّت نے اپنی شان دکھائی ہے کہ وہ جب مرضی قبول کرلے۔ ہم لوگ کہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ صبح اگر دعا ہم نے مانگی تو رات تک ضرور اس کی قبولیت ہونی

چاہیے۔ دعا کی قبولیت ضرور ہوتی ہے، مگر اس کے تین درجے ہیں۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو بھی مسلمان بندہ کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عنایت فرماتے ہیں جو اس نے مانگی ہے، یا اس دعا کو اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیتے ہیں، یا اس سے کوئی ویسی ہی برائی دور کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد: ابواب الدعاء، باب الحث علی الدعاء)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کو بلائیں گے اور اسے اپنے سامنے کھڑا کریں گے اور پھر اس سے فرمائیں گے: اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کا حکم دیا تھا اور میں نے تجھ سے دعا کو قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا، پھر کیا تم نے دعا کی تھی؟ وہ کہے گا، جی ہاں اے رب! اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے مجھ سے جو بھی دعا کی، میں نے اسے قبول کیا۔ کیا تم نے فلاں فلاں دن پریشانی کو دور کرنے کی دعا نہیں کی تھی اور میں نے تمہاری اس پریشانی کو دور نہیں کر دیا تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں، کیوں نہیں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس دعا کا ثمرہ میں نے دنیا میں دے دیا۔ پھر فرمائیں گے کہ تم نے فلاں فلاں دن غم کو دور کرنے کی دعا کی تھی تو میں نے تمہاری وہ پریشانی دور نہیں کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم نے فلاں فلاں دن دنیا میں مجھ سے کچھ مانگا تھا، میں نے تمہیں ہو بہو وہی چیز دے دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اور تم نے فلاں فلاں دن کچھ مانگا تھا تو کیا میں نے وہ نہیں دے دیا تھا؟ بندہ کہے گا: جی ہاں اے رب۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ سب دعائیں میں نے تیرے لیے جنت میں ذخیرہ کر دی ہیں۔

راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندے نے اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کی ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو بیان کریں گے کہ اس کی فلاں دعا

دنیا میں قبول ہوگئی اور فلاں دعا آخرت میں ذخیرہ ہے۔ تو وہ مومن کہے گا:

يَا لَيْتَهُ لَمْ يَكُنْ عُجِّلَ لَهُ فِي الدُّنْيَا شَيْءٌ مِنْ دُعَائِهِ.

(الترغيب: باب كثرة الدعاء وما جاء في فضله)

ترجمہ: ''کاش! میری دنیا میں کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی''۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچے ہیں۔ کسی بندے نے لاکھوں، کھربوں دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ کے پاس الگ الگ سب محفوظ ہیں۔ قیامت کے دن کسی کی کسی بات میں کمی نہیں ہوگی، پورا پورا بدلہ ملے گا۔ رائی کے دانے کے برابر بھی بندے کی نیکیاں ہیں تو وہ بھی مل کر رہیں گی۔ ہر ہر دعا کے بدلے جنت کی نعمتیں، مقامات اور مرتبے کیا کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت، نبی علیہ السلام کا پڑوس، جنت کی نہریں، جنت کی حوریں، جنت کی نعمتیں۔ یہ سب دیکھ کر ہی بندہ افسوس کرے گا اور کہے گا کہ کاش! دنیا میں کوئی دعا ہی قبول نہ ہوتی۔ اس لیے کہ جو کل قیامت کے روز ملے گا وہ ہمیشہ کے لیے ہوگا، کبھی ختم نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم یقین کے ساتھ مانگیں اور مانگتے چلے جائیں۔ یہ نہیں کہ تین مہینے دعا مانگی، اب نہیں مانگنی۔ بلکہ ہمارا کام تو مانگنا ہے، ہم مانگتے چلے جائیں۔ ان شاء اللہ اللہ پاک کہیں نامراد نہیں کریں گے۔

تفاخرِ ربِّ تعالیٰ

تہجد پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں میں اس بندے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں الم سجدہ کی آیت (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ) کے تحت مسند احمد کے حوالے سے ایک حدیث شریف نقل کی ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے:

ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے، لیکن دفعتہً اپنے رب کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اُٹھ بیٹھتا ہے اور اپنے نرم و گرم بستر ے کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو ایک غزوے میں ہے، کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے، لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب کی رضامندی ہے، میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے، یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دِکھاتا ہے اور اس کے سامنے اس کے عمل کی تعریف کرتا ہے۔

فرشتوں کو دِکھایا جاتا ہے کہ دیکھو! بشر ایسے بھی ہوتے ہیں۔

تہجد پڑھنے والوں کے لیے سواریاں

دنیا میں ہماری خواہش ہوتی ہے کہ اچھی سواری ہو۔ جس کے پاس آج کل کے دور میں جتنی اچھی سواری ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو اتنا ہی خوش نصیب سمجھ رہا ہوتا ہے۔ قیامت کے دن بھی ہمیں سواری کی ضرورت ہوگی۔ یہاں پر کسی کو BMW مل جائے تو اس کی گردن اَکڑ جاتی ہے۔ قیامت کے دن جو تہجد پڑھنے والوں کو سواریاں ملے گی۔ وہ کیسی سواریاں ہوں گی؟ دھیان سے سنیے!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا ﷺ سے سنا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اندر سے تیس گھوڑے نکلتے ہیں، اور اس درخت کے نیچے سونے کے ایسے گھوڑے ہیں جن پر یاقوت اور موتی سے بنی ہوئی زِین ہوگی۔ وہ گھوڑے نہ لید

کرتے ہیں، نہ پیشاب کرتے ہیں۔ اور ان کے بازو ایسے ہیں جن کی لمبائی انتہائے نظر جہاں تک نظر جا سکتی ہے تا حدِ نگاہ وہاں تک ہوگی۔ اور جتنا مرضی چاہیں ان گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاں چاہیں گے اُڑیں گے۔ نیچے درجے والوں کو یہ نعمت نہیں ملی ہوگی۔ وہ حیران ہوں گے حالاں کہ وہ بھی جنتی ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ان کو یہ اعزاز و اِکرام کس وجہ سے ملا؟ ان کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ رات کی نماز پڑھا کرتے تھے اور تم لوگ سوتے رہتے تھے، یہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم کھاتے پیتے تھے، یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کرتے تھے، یہ جان کی بازی لگاتے تھے اور تم بزدل بنے رہتے تھے۔ (ترغیب: 425/1)

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عزت حاصل کرنے کے لیے بھی تہجد کی ضرورت ہے۔

گناہ سے بچاؤ

تہجد کی برکت سے انسان گناہوں سے بھی بچتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے نبی! فلاں آدمی رات بھر تہجد پڑھتا ہے، لیکن صبح چوری بھی کرتا ہے۔ (اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب وہ اس گناہ سے رک جائے گا جسے تم بیان کر رہے ہو۔ (مشکوۃ المصابیح: رقم 1237)

یہ تہجد کی برکت کی وجہ سے ہوگا۔ اب جو لوگ بیعت ہوتے ہیں، ان لوگوں کو بھی تہجد کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور آج بھی کھلی آنکھوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ جو لوگ کسی سے بیعت ہیں اور رابطے میں ہیں، خانقاہ آتے جاتے ہیں، تہجد کی توفیق تقریباً انہی لوگوں کو ملتی ہے، تقریباً ان ہی لوگوں میں زیادہ تہجد آپ کو ملے گی۔ دوسرے لوگ خواہ عالم ہی کیوں نہ ہوں جب تک وہ اپنے آپ کو اللہ والوں سے جوڑے نہیں رکھتے،

تب تک ان لوگوں کو تہجد کی توفیق نہیں ملتی ہے۔

قضا نمازوں کی ادائیگی

اچھا! کچھ لوگوں کو جب تہجد کی تلقین کرتے ہیں اور ان کی قضا نمازیں بھی بہت باقی ہوتی ہیں، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت! ہماری تو قضا نمازیں دو سال، پانچ سال، بیس سال وغیرہ کی باقی ہیں۔ مسئلہ تو ان کو یہی بتایا جاتا ہے کہ نفل نہ پڑھی جائے، بلکہ قضائے عمری ہی پڑھیں تا کہ ہمارے سر پر جو نمازوں کا قرض ہے وہ جلدی سے ادا ہو جائے۔ جب یہ قضا نمازیں مکمل ہو جائیں، تب نفل نمازیں جتنی مرضی چاہیں پڑھیں۔ اسی مسئلے کی بنا پر لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا تہجد کی نماز کی جگہ بھی قضا نماز پڑھ لیں؟ تو اس میں ان کو اپنی ذاتی رائے یہ دیتا ہوں کہ دیکھیں! تہجد کو اپنی زندگیوں سے نہ چھوڑیں۔ اس تہجد کی برکت سے تو گناہ چھوٹتے ہیں۔ تو وہ چیز جو انسان کو Track پر رکھے، فتنوں سے بچائے رکھے، گناہوں سے روکے رکھے، اس تہجد کو کبھی نہ چھوڑیں۔

تہجد کی پابندی لازمی کریں گو قضا نمازیں بھی چل رہی ہوں۔ قضا نمازوں کے لیے الگ وقت مختص کریں، اور الگ Schedule بنائیں اور قضا نمازیں ادا کریں۔ تو تہجد کا پابند شخص گناہوں سے بچنے لگ جاتا ہے، اس کا دل روشن اور منوّر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس پر آ رہی ہوتی ہیں۔ اور جو تہجد نہیں پڑھتا اس کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے۔

تہجد چھوڑنے والے کا حال

نبی علیہ السلام کے سامنے ایک شخص کا حال بیان کیا گیا جو سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایسا آدمی جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔
(صحیح بخاری: رقم 114، صحیح مسلم: رقم 774، سنن نسائی: رقم 1608)

اگر چہ اس حدیث کی تعیین میں محدثین کا اختلاف ہے، لیکن کئی محدثین نے اس سے مراد تہجد کی نماز مراد لی ہے۔ چناں چہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سنن نسائی میں اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے عنوان قائم کیا ہے: "باب الترغيب في قيام الليل". اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نمازِ تہجد کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔

مختلف احادیث تہجد کی اہمیت پر

گرمیوں میں دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے سے تہجد پڑھنے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سحری کھا کر دن میں روزے پر سہولت حاصل کرو، اور قیلولہ کر کے رات کی نماز میں مدد حاصل کرو۔ (مستدرک حاکم: رقم 1591)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ رات کی نماز ضروری ہے، خواہ زیادہ رکعات پڑھو یا کم۔ (فقہ السنہ: ص 27)

ہمارے پیارے نبی علیہ السلام کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اے میرے امتی! تہجد تیرے لیے ضروری ہے اس کو لازم پکڑ لے خواہ تھوڑی سی یعنی دو رکعت ہی پڑھ لو، مگر پڑھ لو، اس میں سستی نہ کرو۔ خواہ زیادہ رکعتیں پڑھو اگر طبیعت میں نشاط ہو۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قریب سب سے زیادہ آخری شب میں ہوتا ہے، اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت یاد کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ضروری نہیں آخری شب میں انسان صرف تہجد ہی پڑھ رہا ہو، نماز ہی پڑھ رہا ہو، صرف نماز اس وقت پڑھنا متعین نہیں، اس وقت کوئی بندہ فقط اپنے بستر سے اُٹھ کر بیٹھ

ہی جائے اور ذکر مراقبے میں لگ جائے، دوسری عبادات کر لے، توبہ واستغفار کر لے تو وہ شخص بھی اس فضیلت میں شامل ہو جائے گا۔ (فیض الباری:412/2)

دیکھیے! کتنی آسانی پیدا کر دی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیے۔ مثال کے طور پر جن مخصوص ایام میں عورتوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی، وہ کہتی ہیں کہ ہماری تو آٹھ دن تہجد کی نماز رخصت ہو گئی۔ انہیں چاہیے کہ وہ سحری کے وقت جاگیں اور نماز کے علاوہ دوسرے معمولات کریں اور اللہ سے دعا مانگیں۔ کیوں اپنے وقت کو غفلت میں برباد کرتی ہیں؟ کیوں قیامت کے دن کی مفلسی کو خریدتی ہیں؟ آپ اس وقت ذکر کر لیں اگر نماز نہیں ہے، اپنے آپ کو تازہ کریں اور تھوڑی ہی دیر مثلاً آدھا گھنٹہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاریں۔ بھئی دیکھیے! عموماً درمیان رات میں کئی مرتبہ ہماری آنکھ کھلتی ہے۔ تو ہماری جس وقت بھی آنکھ کھلی، دو منٹ لیٹے لیٹے ہی اللہ سے مانگنا شروع کر دیں۔ اچھا! زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، دل ہی دل میں اللہ سے مانگ لیں۔ اللہ ربّ العزّت اس پر بھی ہم پر نعمتیں نازل فرما دیں گے۔ سب اس عمل کو کوشش کر کے حاصل کر ہی لیں۔

تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے لَو لگائیں

میں نے پچھلی کتابوں میں پڑھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے رات میں خوب گفتگو کیا کرو اور لوگوں سے کم''۔ پیکیج لے کر نامحرموں سے نہیں، بلکہ اللہ ربّ العزّت سے باتیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے رسول اللہ! اللہ سے کس طرح باتیں کریں؟ انہوں نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی میں دعا کرو اور تہجد کی نماز پڑھو۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے قیامت کے روز میدانِ حشر

میں ہوں گے، یہاں تک کہ موتیوں کے گھوڑے حاضر کیے جائیں گے جن میں روح پھونک دی جائے گی، اور کہا جائے گا کہ ان سواریوں پر سوار ہو جاؤ جنت کے مقامات کی طرف جانا ہے۔ یہ لوگ ان پر سوار ہو جائیں گے اور وہ گھوڑے اُڑتے ہوئے جائیں گے۔ لوگ ان کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ یہ کون ہیں جن پر اللہ ربّ العزّت کا اتنا کرم ہو گیا، اور ہمارے اور ان کے درجے کے درمیان اتنا فرق ہے کہ یہ لوگ اڑتے چلے جا رہے ہیں۔ بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تہجد پڑھنے والے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے جب تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی پیشانی کے بال سے آسمانوں تک نور کا ایک سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والا جب تہجد پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کے مصلے سے لے کر آسمانوں تک فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ دیکھیے! تہجد پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں۔

تہجد پڑھنے کے لیے چند کام:

اب تہجد پڑھنے کے لیے ہمیں چند کام سرانجام دینا پڑیں گے۔ ایک تو رات کا کھانا تھوڑا کم کھائیں، اور اپنی نیند کا ایسا ٹائم ٹیبل سیٹ کیجیے کہ رات کو اُٹھنا آسان ہو جائے۔ گرمیوں میں قیلولہ کر لیں۔ اصل چیز جو ضروری ہے وہ یہ کہ ہم اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں۔ گناہوں کے عادی انسان کے لیے رات کو اُٹھنا بہت مشکل ہے۔ اور آخری عمل جو ہمارا تہجد کے وقت ہو وہ عمل استغفار کا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تہجد پڑھیں، اور فجر کی اذان سے دو تین منٹ پہلے استغفار میں مصروف ہو جائیں اور یہی ترتیب بنا لیں۔ تہجد کی اگر یہی ترتیب رکھیں گے تو ان شاء اللہ اللہ ربّ العزّت اس سے ہماری زندگی

میں برکتیں نازل فرمادیں گے۔ دنیاداروں کے دن سے ان کی راتوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ آج کمائی زیادہ کی ہے تو آج مزے بھی زیادہ اُڑاتے ہیں۔ لیکن اللہ والوں کی راتوں سے ان کے دن کا اندازہ ہوتا ہے کہ آج رات عبادت زیادہ کی ہے تو دن میں لوگوں کے ہاں قبولیت بھی زیادہ ہوگی۔

یاد رکھیں! جو شخص اپنی عبادات، اعمال اور شب بیداری کے ذریعے رب کو راضی کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ دین کے مختلف کاموں میں اسے قبول فرمالیتے ہیں۔ ہم سب لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے دین کا کام لے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں تو عبادات اور تہجد کے ذریعے اللہ ربّ العزّت کو منالیں، اللہ تعالیٰ راستے خود کھولیں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مدرسے کامیاب ہوجائیں، تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کو منالیں یعنی تہجد پڑھیں اور راتوں کو اُٹھیں۔ طلباء اور طالبات کو بھی چاہیے کہ یہ بھی راتوں کو اٹھیں اور تہجد کی پابندی کریں۔ اللہ پاک ہمارے لیے دنیا وآخرت میں خیر کا ذریعہ بنادے گا۔

اگر دین پڑھنے اور پڑھانے والوں نے تہجد نہ پڑھی، تو بتائیں باقی دوسرے لوگ اس پر کیا عمل کرسکیں گے۔ جب استاذ اور دین پڑھانے والے نے تہجد کی پابندی نہ کی تو بتائیں کہ وہ اپنے شاگردوں کو کیا دیں گے۔ قال سے قال ہی آگے جائے گا، لیکن اپنے اوپر جب حال ہوگا تو وہ حال آگے منتقل ہوگا۔ جیسا پانی دریا میں ہوتا ہے ویسا ہی پانی نہر میں جاتا ہے۔ آپ سب پوری اُمت کو دیکھ لیجیے کہ جن سے اللہ ربّ العزّت نے دین کا خوب کام لیا، وہ سارے کے سارے تہجد گزار تھے۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس سے اللہ نے دین کا بہت کام بھی لیا ہو اور وہ تہجد گزار نہ ہو۔ کوئی ایک بھی آپ کو پوری تاریخ میں ایسا ملے تو لائیں، مجھے دکھائیں۔ ان شاء اللہ آپ کو ایک بھی نہیں ملے گا۔

بادشاہوں کی نمازِ تہجد

پہلے زمانے میں تو بادشاہوں کو بھی تہجد پڑھنے کا وقت مل جایا کرتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کی باتیں تو اپنی جگہ ہیں۔ آج ہم عام لوگ بھی تہجد پڑھنے کا ٹائم نہیں نکالتے۔ بس ایک دو واقعات سن لیجیے۔

1 سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے سامنے بات آئی کہ عیسائیوں کی فوج زیادہ ہے اور اسلحہ بھی زیادہ ہے۔ سلطان بہت پریشان ہو گئے اور اس پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے مانگنا شروع کیا کہ یا اللہ! دشمنوں کی فوج زیادہ ہے، مہربانی فرمادیجیے! مدد فرمادیجیے! اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ کافروں کی قوت اور بڑھ گئی ہے۔ مسلمان تو پہلے ہی تھوڑے تھے، مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا، پھر جب یہ خبر آئی کہ کافروں کی تعداد اور قوت بڑھ گئی ہے اب پریشانی اور بڑھ گئی۔ سلطان بیت المقدس میں گئے، اور ساری رات تہجد پڑھتے گئے اور رو رو کر اللہ کو مناتے رہے، دعا مانگتے رہے۔ صبح فجر کے بعد جب مسجد سے باہر نکلے تو باہر نکلنے کے بعد ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بزرگ بھی اللہ والے تھے۔ سلطان صلاح الدین نے جب ان باخدا کو دیکھا تو کہا کہ حضرت! دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمادیں۔ حالات پہلے ہی تنگ ہیں اور پیچھے سے کافروں کا لشکر بھی آ رہا ہے اور ایک بحری بیڑہ بھی کافروں کا آ رہا ہے۔ ان بزرگ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے چہرے کو دیکھا تو رات کی تہجد کے آثار نظر آئے۔ بزرگ نے جواب دیا کہ اے سلطان! تیرے رات کے آنسوؤں نے کافروں کے بحری بیڑے کو ڈبو دیا۔ سبحان اللہ! اور واقعی چند دنوں کے بعد اطلاع آئی کہ کافروں کی فوج تو آ رہی تھی، لیکن راستے میں طوفان آیا اور ان کی کشتی کو ڈبو دیا اور وہ عیسائی ہلاک ہو گئے۔

جی ہاں! اس وقت کے بادشاہ بھی تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ہماری چاہے جتنی بھی مصروفیات ہوں، کسی بادشاہ جتنی تو شاید نہیں ہوں گی۔ اس لیے تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے۔

2 ایک اللہ والے گزرے ہیں ان کا نام ہے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے ایک وصیت لکھی تھی کہ میری نمازِ جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار صلاحیتیں ہوں۔ ان کے جنازہ پر وقت کا بادشاہ، شاہی خاندان، علمائے کرام، مشائخ، اُمراء اور کثیر تعداد میں لوگوں کا مجمع تھا کہ جو اِن سے تعلق رکھتا تھا۔ جیسے ہمارے دور میں بھی کئی علماء کے جنازوں کو ہم نے دیکھا۔ اور جیسا کہ حال ہی میں جامعہ اشرفیہ کے مہتمم کے جنازے پر لاکھوں کی تعداد میں لوگ تھے۔ اور بھی مختلف جگہوں میں مشاہدہ ہوا کہ علماء کے جنازوں میں مختلف لوگوں کا کثیر مجمع ہوتا ہے۔ جب ان اللہ والے کا بھی انتقال ہوا تھا تو دنیا جمع ہوئی تھی۔ اب جب جنازہ پڑھنے کا وقت آیا، تو ایک آدمی نے آواز لگائی کہ حضرت نے وصیت یہ کی تھی کہ میری نمازِ جنازہ وہی پڑھائے جس میں یہ صفات ہوں، اس کے علاوہ کوئی نہ پڑھائے۔

پہلی بات یہ کہ بالغ ہونے کے بعد سے اس کی تہجد کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اس نے کسی نامحرم کو نہ دیکھا ہو۔

تیسری بات یہ کہ عصر کی سنتیں اس نے کبھی نہ چھوڑی ہوں۔

چوتھی بات یہ کہ وہ تکبیرِ اولیٰ کا پابند ہو۔

یہ چار شرائط سن کر اتنی بڑی تعداد میں مشائخ اور سارے مجمع کو یوں لگا جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ایسی خاموشی جیسے Pin Drop Silenc ہوتی ہے۔ ان چاروں صفات میں سے ایک اکیلی صفت بھی کسی کو مل جائے تو کہاں سے کہاں آدمی کا مقام پہنچ

جاتا ہے۔ ایک اکیلی صفت بھی انسان کو اللہ کا ولی بنا سکتا ہے۔ کتنی بعید بات ہے کہ چاروں صفات کسی ایک آدمی میں جمع ہو جائیں۔ ہر طرف پریشانی ہی پریشانی تھی۔

کافی دیر گزر گئی تو ایک شخص آگے بڑھا اور میت کے پاس آیا۔ وہ ان کا مرید تھا۔ آ کر کہنے لگا کہ حضرت! آپ تو دنیا سے چلے گئے، اور میرے راز کو دنیا کے سامنے کھول گئے۔ اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ حضرت کی وصیت کے مطابق میں ان کا جنازہ پڑھانے کا اہل ہوں۔ لوگوں نے جب اس آدمی کو دیکھا تو وقت کا بادشاہ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اسی طرح اور بھی کئی بادشاہ جیسے اورنگزیب عالمگیر، ناصر الدین اور شیر شاہ سوری رحمۃ اللہ علیہم ایسے گزرے ہیں جن کو بادشاہت کے ساتھ ساتھ تہجد کی بھی توفیق میسر تھی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کے لیے کوشش کریں اور اللہ تعالی سے مانگیں۔ تہجد کی ساری نعمتیں ایک طرف، مگر جو تہجد کی سب سے بڑی نعمت بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونا ہے، یہ سب سے بڑے نعمت ہے۔ کیوں کہ ہم تو ایک دن کا حساب بھی نہیں دے سکتے۔ اب ہمیں چاہیے کہ جتنی عمر رہ گئی ہے، زیادہ تو ہم گزار ہی چکے ہیں، باقی ماندہ عمر میں تہجد کی فکر کر لیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ پاک قیامت کے دن ہمیں تہجد گزاروں میں شامل فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

قرض کا لین دین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَا دِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرة:280)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الروم:21)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

محدود زندگی کو کارآمد بنانا

دنیا کی زندگی ختم ہوجانے والی زندگی ہے۔ اس کے محدود معاملات ختم ہوجانے والے ہیں۔ پھر ان محدود معاملات پر آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس

لحاظ سے دنیا کی یہ زندگی بہت قیمتی ہے۔ جب انسان اپنی زندگی گزارتا ہے تو معاشرتی زندگی اور رہن سہن میں بعض اوقات ایک دوسرے سے قرض لینے اور دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آج اس کے متعلق کچھ باتیں ہوں گی ان شاء اللہ۔ اگر ہماری زندگی کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے احکام اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو جائے تو قرض لینا اور قرض دینا دونوں عبادت بن جائے۔ یعنی اگر ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مطابق ہو جائے تو ہماری زندگی کامیاب ہے۔

ہر عمل میں نیت کی درستگی

قرض کا معاملہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے:

ایک ہے قرض دینے والا۔ وہ اپنی نیت کو ٹھیک کرے، اور سوچے کہ اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا کیا احکامات لاگو ہوتے ہیں؟

دوسرا ہے قرض لینے والا۔ وہ کس نیت سے لے؟ کس وجہ سے لے؟ اور ادائیگی کے وقت کیا کیا اہتمام کرے؟

ان شاء اللہ ان ہی امور سے متعلق کچھ احادیث آئیں گی، کچھ واقعات آئیں گے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی کہیں سے قرض لے کر کہیں پر قرض دے رہا ہوتا ہے، تو دونوں جگہ معاملات میں احکاماتِ شرعیہ کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہوگا۔

قرآنِ کریم میں قرض کا مسئلہ

سب سے پہلے جو میں نے شروع میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 280 پڑھی:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ:280)

ترجمہ: ’’اور اگر کوئی تنگ دست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے، اور صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو‘‘۔

یعنی یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تم نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے اور وہ قرض لینے والا غریب ہے، تو تمہیں چاہیے کہ تم اسے مہلت دو یہاں تک کہ اس غریب کے پاس کچھ گنجایش پیدا ہو جائے۔ ایک مہینے کی، دو مہینے کی، جتنی آسانی سے دی جا سکے مہلت دینی چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ اور آگے حکم فرمادیا کہ

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: ’’اور صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے‘‘۔

اس آیتِ کریمہ میں معاف کرنے کو صدقے سے تعبیر کیا کہ معاف کر دینا ایسا ہے جیسا کہ صدقہ دینا۔ یعنی پروردگارِ عالم کے نزدیک قرضہ معاف کر دینا صدقہ کے برابر ہے۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے قرض خواہ سے کہا کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بہتر کہہ دیں، وہ تو لازماً بہتر ہوگی۔

خَيْرٌ لَّكُمْ کی دو توجیہات

اب اس بہتری کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں:

1 آخرت کے اعتبار سے بہتری۔ اس کے متعلق تو شک والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ یعنی اللہ ربّ العزّت اس بندے کو آخرت کی وہ نعمتیں عطا فرمائیں گے جو ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک نے خود قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:96)

ترجمہ: ’’جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ سب ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس

ہے، وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے صبر سے کام لیا ہوگا، ہم انہیں ان کے بہترین کاموں کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے‘‘۔

یہ معاف کیا ہوا قرضہ باقی رہ جانے والے خزانہ میں ہمارے لیے جمع ہوجائے گا۔ اور وہ خزانہ تو سراپا خیر ہی خیر ہے۔

2 اور دوسری توجیہ ہے دنیا کی۔ دنیا میں قرضے کو معاف کرنے والے کے ساتھ اللہ پاک خیر اور عافیت اور برکت والے معاملے فرمائیں گے۔ یعنی قرض دار کو اگر مہلت دی جائے تو ثواب ہے، اور اگر معاف کردیا جائے تو صدقہ ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے قرضے کو معاف کردینا چاہیے۔ قرضہ معاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بہت سے فوائد و برکات دیتے ہیں:

فائدہ 1 اللہ ربّ العزّت اس دیے ہوئے قرض کا بدل عطا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے کسی کو ایک لاکھ دیا اور کسی وجہ سے وہ ادا نہ کرسکا، اللہ تعالیٰ نے کسی اور جگہ سے آپ کو دو لاکھ عطا کردیے، مگر بات یہ ہے کہ ہم ان دو لاکھ کو سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری محنت سے ہمیں ملا ہے۔ غور کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے ہمیں وہ اس وجہ سے ملا ہو ہم نے قرض دار کو معاف کیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل دیا ہو۔

فائدہ 2 اللہ پاک مال میں برکت ڈال دیتے ہیں، اور باقی مال میں زندگی آسانی سے اور اچھی گزرتی ہے۔

برکت کا مطلب

اب برکت کا مطلب کیا ہے؟ لوگ برکت کثرت کو کہتے ہیں۔ جتنی زیادتی اور کثرت

ہوگی اتنی ہی برکت ہوگی نہیں۔ برکت کا معنی کثرت نہیں ہے، بلکہ برکت اس مال کے اندر ہوتی ہے جس سے ضرورت پوری ہوجائے۔ مثال کے طور پر ایک نیک بندہ ہے جو گھر چلا رہا ہے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے مال میں اتنی برکت دے دیتے ہیں جو بعض مرتبہ امیروں کے بہت زیادہ مال میں بھی نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ برکت اور چیز ہوا کرتی ہے اور کثرت اور چیز ہوا کرتی ہے۔

برکت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو کام کسی انسان کا بڑی بڑی اماؤنٹ سے بھی نہ ہو رہا ہو، وہ کام اللہ تعالیٰ بہت تھوڑے پیسوں سے کروا دیتے ہیں اور اس کی زندگی اچھی گزر جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ قرض دار کے قرضے کو معاف کرنا ہمارے لیے باعثِ برکت ہے، کیوں کہ یہ ہمارے لیے بہتر ہونے کا اللہ پاک بتا رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس جو مال و دولت ہے وہ سب اللہ ربّ العزّت کا ہی تو دیا ہوا ہے۔

اب قرض دار کو معاف کرنے کے متعلق مزید تفصیلات بہت اہم ہیں، اس لیے دل کے کانوں سے سنیے گا۔ ہم میں بہت سے لوگ ان باتوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے سود کی طرف جا رہے ہیں، اور اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

قرض لینے، دینے میں تحمل مزاجی

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ وہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ السلام کے پاس مہمان ہوئے (گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا) نبی علیہ السلام نے مجھے بھیجا کہ کہیں سے کوئی کھانے کی چیز لے کر آؤ (کیوں کہ مہمان آیا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ) میں ایک یہودی شخص کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، ان کے ہاں مہمان آیا ہے۔ مجھے کچھ کھانے کی چیزیں اُدھار دے دو، یا اتنے پیسے دے

دو، میں تمہیں اتنے دنوں بعد واپس کر دوں گا۔ یہودی نے کہا کہ نہیں، نہ میں تمہیں اُدھار دوں گا، اور نہ میں تمہیں قرضہ دوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس اپنی کوئی چیز گروی رکھوائیں۔ وہ صحابی واپس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! وہ یہودی تو یہ کہتا ہے کہ قرض اس وقت نہیں ملے گا جب تک آپ کوئی چیز گروی نہ رکھوادیں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! میں آسمان والوں میں اور زمین والوں میں سب سے زیادہ امین ہوں، اگر وہ مجھے اُدھار دیتا تو میں وقت پر ادا کرتا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو اپنی زرہ دی اور کہا کہ یہ زرہ یہودی کو رہن رکھوا کر آؤ، اور کھانے کی چیز لے آؤ تاکہ مہمان کا اکرام ہوسکے۔ (سبل الہدیٰ)

حضرت عبداللہ مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے تقریباً تیس سے چالیس ہزار کا قرضہ لیا اور غزوہ سے واپسی پر آپ نے اس کی ادائیگی بھی کر دی۔ (دیکھیے! نبی علیہ السلام نے کتنی بڑی اماؤنٹ قرضہ لیا۔ اور جب نبی علیہ السلام کی ادائیگی کر دی) تو قرضہ دینے والے کو دعا دی کہ

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ. (ابن ماجہ: صفحہ 174)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تیرے اہل و مال میں برکت دے''۔

ہمیں بھی یہ چھوٹا سا جملہ یاد کر لینا چاہیے کہ جب کاروباری معاملات میں یا ویسے ہی کسی سے کوئی مال اُدھار لیں تو واپس لوٹاتے وقت یہ جملہ کہہ دیں۔

قرضے سے زائد مقدار کا حکم

اگلی بات یہ ہے کہ انسان جتنا قرض لے اتنا ہی واپس دے، یہ مناسب ہے۔ لیکن اگر جتنا قرض لے اور اس سے زیادہ بہ خوشی، بغیر جرمانے، اور بغیر سامنے والے کے

مطالبے کے محض اپنی رضا و رغبت سے واپس کرے تو یہ جائز ہے۔ اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے موقع پر اس کے ساتھ احسان کرلے تا کہ قرض واپس لینے والے کے دل میں بھی یہ بات نہ آئے کہ یہ مجھے منافع دے رہا ہے۔ جس طرح سود سے بچنا ہے، اسی طرح سود کے شبہ سے بھی بچنا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اگرچہ ایسا معاملہ کیا ہے، لیکن ان کے حسن اخلاق اور نیت کی پختگی آج میں اس درجہ کی نہیں، اس لیے احتیاط ضروری ہے۔ پہلے ہی سے شرائط طے کرنا مثال کے طور پر کوئی کہتا ہے کہ میں تمہیں دس ہزار دے رہا ہوں، تم واپس کرتے وقت گیارہ ہزار واپس کرو گے۔ یہ عمل سود کے زمرے میں آتا ہے۔ قرضہ دینے والا زیادتی کی کوئی شرط نہیں لگا سکتا، ایک روپے زیادتی کی بھی شرط لگانا اور اس زیادتی کی اُمید رکھنا قرض دار کے لیے گناہ، حرام اور سود ہے۔ مقروض اپنی طرف سے اس پر احسان کرتے ہوئے تھوڑی سی زیادتی کے ساتھ دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (الرحمٰن:60)

ترجمہ: ''اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا اور کیا ہے''؟

انسان کے یہ معاملات اور نیتیں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کون کس نیت سے عمل کر رہا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس صاع قرض لیا۔ وہ کچھ دنوں بعد کسی ضرورت کی وجہ سے نبی علیہ السلام سے قرض واپس لینے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تو کچھ نہیں آیا ہے۔ اس پر وہ کچھ کہنا چاہتا تھا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ کہنا، میں بہتر قرضہ ادا کرنے والا ہوں۔ پھر نبی علیہ السلام نے چالیس صاع ادا کیے اور مزید چالیس صاع اپنی طرف سے اس

انصاری کو دیے۔ (مسند بزار:104/2)

یعنی نبی علیہ السلام قرض دار کو اتنا دیتے تھے کہ وہ خوش ہو جاتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے نصف وسق (یہ ایک وزن کا نام ہے) ادھار لیا تو جب وہ آدمی قرضہ واپس لینے آیا تو نبی علیہ السلام نے اپنی طرف سے پورا ایک وسق انہیں دیا۔ (سنن کبریٰ:351/5)

یعنی قرضہ ادا کرنے کے بعد اپنی طرف سے مزید اسے دیا۔ معلوم ہوا کہ اگر پہلے سے طے شدہ نہ ہو تو مقروض کا قرضہ سے زیادہ واپس کرنا جائز ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چاشت کے وقت حاضر ہوا۔ نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ اٹھو! چاشت کی نماز ادا کرو۔ میں چاشت کی نماز پڑھنے چلا گیا۔ میرا قرضہ نبی علیہ السلام پر تھا۔ جب میں واپس آیا تو نبی علیہ السلام نے مجھے میرا قرضہ واپس کیا اور مزید اپنی طرف سے کچھ عطا کیا۔ (بخاری:322/1)

قرض دینے کا اجر

ایک آدمی جب پریشان ہوتا ہے۔ خاندان والوں یا کاروبار وغیرہ کی مختلف ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے قرض مانگتا ہے تو ایسے پریشان حال بندے کو قرض دینا بہت زیادہ باعثِ ثواب ہے۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے دروازے پر لکھا تھا کہ صدقہ کا ثواب دس گناہ ہے، مگر قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گناہ ہے۔ (جامع الصغیر:254/1)

معلوم ہوا کہ قرضہ دینا صدقہ کی بہ نسبت زیادہ ثواب کا کام ہے، مگر بعض موقعوں پر

صدقہ کا بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ قرضہ دینا صدقہ ہے۔ (سنن کبریٰ: 352/5)

یعنی قرض کو صدقے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو انسان اچھی نیت کے ساتھ قرضہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ شاملِ حال رہتی ہے۔ یعنی قرض لینے والے کی نیت پر اللہ تعالیٰ کی مدد کا دارومدار ہے۔ اللہ کرے یہ بات ہمیں واقعتاً سمجھ میں آجائے۔

قرض لینے والے کی نیت پر معاملہ

حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ قرض ادا کرنے کی نیت کے ساتھ قرضہ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ شاملِ حال رہتی ہے۔ پھر آگے فرمایا کہ میں بھی اللہ کی مدد کا طالب ہوں۔ (سنن کبریٰ: 354/5)

اور جو اس نیت سے قرض لے کہ میں نے ادا نہیں کرنا، تو اس کے انجام کے بارے میں بھی حدیث شریف سن لیجیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو بندہ قرض ادا کرنے کی نیت سے لے تو اللہ پاک اس کو ادا کروا دے گا، اور جو قرض ادا نہ کرنے کی نیت سے لے تو اللہ پاک اس کے مال کو ضائع کردے گا۔ (صحیح بخاری: رقم 2257)

دنیا کی رسوائی اور شرمندگی الگ اس کے سر پر رہے گی، اور پھر وہ آخرت میں بھی سزا کا مستحق ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انسان کے تمام معاملات اس کی نیت پر Depend کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو انسان قرض نہ دینے کے ارادے سے لے، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے چور بن کر حاضر ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 2403)

قیامت کے دن ہم سب نے اللہ ربّ العزّت سے ملاقات تو کرنی ہے اِن شاء اللہ! تو ملاقاتیں بھی دو طرح کی ہیں: کچھ تو وہ ملاقاتیں ہیں کہ وہ اللہ کو دیکھ کر مسکرائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ مسکرائیں گے۔ اللہ ہمیں بھی ایسی ملاقات نصیب کرے آمین۔ اور کچھ ملاقاتیں ایسی ہوں گی:

وَ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ (یونس:27)

ترجمہ: ''اور اُن پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی''۔

یعنی اُن کے سر جھکے ہوئے ہوں گے، اُن پر شرمندگی چھائی ہوگی۔ چور کبھی بھی سر اُٹھا کے کھڑا نہیں ہوسکتا، وہ ہمیشہ سر جھکا کر ہی کھڑا ہوتا ہے۔ تو ایسا بندہ جو قرض ہی ایسی نیت سے لیتا ہے کہ میں نے ادا نہیں کرنا تو وہ چور کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہوگا۔

قرض دے کر فائدہ نہیں اُٹھانا

اگر آپ کسی کو قرض دے رہے ہیں تو مقروض سے کسی قسم کا ہدیہ وصول نہیں کر سکتے۔ مثلاً آپ نے کسی کو دس ہزار روپے قرضہ دیا، اور دوسرا بندہ قرضے کے بوجھ تلے آ گیا۔ وہ بندہ آپ کے ساتھ اچھے تعلقات استوار رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں آپ قرضہ نہ مانگ لیں۔ اس کے لیے کبھی وہ کھانا پکا کر بھیج رہا ہے، کبھی کوئی خدمت کر رہا ہے، کبھی آپ کو اپنی سواری پر بٹھا رہا ہے، آپ کو لا اور لے جا رہا ہے، یا آپ کے کاموں میں مدد وغیرہ کر رہا ہے تو اب اس مقروض سے ایسی خدمت لینا آپ کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ سود کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ذرا آقا ﷺ کی حدیث کو غور سے دل کے کانوں سے سنیے!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کسی کو قرض دو اور وہ مقروض تمہیں ہدیہ دے، یا تمہیں سواری پر سوار کروائے تو تم سوار نہ ہونا اور نہ اس بات کو قبول کرنا، الّا یہ کہ تمہارے اور اس کے درمیان لین دین کا معاملہ پہلے سے ہوتا چلا آیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 2432)

جی! یہ ایک الگ بات ہے کہ اگر قرضہ دینے سے پہلے بھی دوسرے بندے کے ساتھ ہدیہ وخدمت کا معاملہ تھا، اور اب قرضے کی وجہ سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو ایسی خدمت اور ہدیہ لینا مقروض سے جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے معلوم کیا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو جس سے جان پہچان نہیں تھی، قرضہ دیا۔ اب اس نے مجھے بڑا ہدیہ بھیجا ہے (اب میں کیا کروں؟) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کے ہدیہ کو واپس کردو۔ (فتاویٰ کبریٰ ابن تیمیہ: 159/6)

سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے ایک مچھلی فروش کو بیس درہم بطور قرض کے دیے تھے۔ اس شخص نے مجھے ایک مچھلی ہدیہ میں بھیجی ہے، جس کی قیمت تیرہ درہم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ اب تم اس سے سات درہم کے مطالبہ کا حق رکھتے ہو (اس لیے کہ باقی تیرہ درہم تم وصول کر چکے ہو)۔

(فتاویٰ کبریٰ ابن تیمیہ: 159/6)

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر قرض جس سے نفع اٹھائے یہ سود کی شکل میں سے ہے۔ (اعلاء السنن: 566/14)

قرض لینا کسی سے یہ اچھی بات نہیں ہے۔ انسان کوشش کرے کہ جہاں تک بچ سکتا ہے قرض لینے سے اپنے آپ کو بچائے، کیوں کہ اس کے اندر انسان کی ذلت ہے۔

قرض پر وعیدیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرض اللہ کی زمین پر اللہ کا جھنڈا ہے، اللہ زمین پر جس کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کی گردن میں اس کو ڈال دیتا ہے۔ (ترغیب:596/2)

یعنی اس کو مقروض کر دیتا ہے، اور پھر وہ قرضہ ادا نہیں کرتا تو قرض خواہ اس کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور موقع ملتے ہی اسے ذلیل کرتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بُرا اللہ سے ملاقات کرنا اس وقت ہے کہ انسان مقروض ہونے کی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے۔ (سنن ابی داؤد:475/1)

یعنی اس حالت میں مرنا کہ آدمی مقروض ہو اور قرضہ اس کے سر پر ہو، سب سے بُری ملاقات ہے، کیوں کہ قیامت کے دن قرض کی ادائیگی نیکیوں سے ہوگی۔ قیامت کے دن مقروض کے پاس درہم، دینار، روپیہ، ڈالر تو نہیں ہوگا وہاں پر نیکیوں سے ہی تبادلہ ہوگا۔ اور نیکیاں نہ ہوئیں تو قرض خواہ کے گناہ مقروض کے سر ڈالیں جائیں گے۔ اب ایک حدیث سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کا مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ جس کے پاس مال وغیرہ نہ ہو۔ یعنی غریب آدمی ہو، کھانے پینے کو نہ ہو۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں، بلکہ حقیقت

میں میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بڑے بڑے اعمال لے کر آئے گا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ بڑے کچھ اعمال اس نے کیے ہوں گے، مگر کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ غرض وہ شخص بیٹھ جائے گا اور حق دار آکر اس کی نیکیاں لیتے جائیں گے، نیکیاں ختم ہو جائیں گی مگر حقوق باقی ہوں گے تو ان تمام کے گناہ اس کو دے دیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم 2418)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص انتقال کر جائے اور اس پر ایک درہم یا دینار قرض ہو تو اس کا قرضہ اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: صفحہ 173)

کسی کا قرض اپنے ذمہ لینا

ہر مقروض کو قرض ادا کرنے کے اہتمام کی نہایت ضرورت ہے۔ اسی طرح ایمان والوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی ضروری ہے کہ خاندان، دوست، احباب وغیرہ میں کوئی قرض کی حالت میں مر جائے تو مستحب ہے کہ اس مقروض کا قرض اپنے ذمے لے کر اس کو ادا کریں۔ یہ بہت بڑا عمل ہے کہ اس سے مقروض کی جان بخشی ہو جاتی ہے، اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاتا ہے۔ یہ عمل سنت ہے، اور شاید بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جنہوں نے اس سنت پر عمل کیا ہوگا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرض کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (آپ علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ مقروض کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے) جب نبی علیہ السلام نے منع فرمایا کہ یہ مقروض ہے، میں اس کا جنازہ

نہیں پڑھا سکتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ فرمانے لگے کہ اے اللہ کے نبی! اس شخص کے ذمے کسی کے دو دینار ہیں، وہ میں اپنے ذمے لیتا ہوں (میں اس کو ادا کروں گا، آپ اس کا جنازہ ادا کر دیجیے) پھر نبی علیہ السلام نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تمہیں جہنم سے آزاد کروائے جیسا تو نے اپنے بھائی کو قید سے آزاد کرایا۔

(ترغیب: 2/607)

یعنی اس کے قرض کی ادائیگی کر دی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی سنت ہے تو کوشش کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، کبھی ایسا کوئی موقع ملے کسی کا قرضہ ادا کرنے کا تو اس کو کریں۔ کسی کے جیتے جی انسان تو مدد کر دیتا ہے، کیوں کہ وہ تو بدلہ بھی دے سکتا ہے، مگر کسی کے مرنے کے بعد مدد کرنا، اس کو قرض کے بوجھ سے جہنم کی آگ سے آزاد کرانا اور قرض کے بوجھ سے نجات دلانا واقعی ایک بڑا عمل ہے اور ایک مبارک سنت بھی ہے۔

مقروض کے لیے سفارش کرنا

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ میں تھے کہ دو آدمی مسجد نبوی میں آئے۔ ایک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابنِ ابی حدرد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ابنِ ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے قرضہ دینا تھا۔ دونوں میں بات چیت شروع ہوگئی، اور بات چیت کے دوران دونوں کی آوازیں کچھ بلند ہوگئیں۔ نبی علیہ السلام کے گھر تک آواز پہنچی تو نبی علیہ السلام نے گھر کا پردہ اُٹھایا۔ اور کعب رضی اللہ عنہ کو آواز دی: اے کعب! حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! (فرمائیے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارے سے کہا کہ تم آدھا قرضہ معاف کر دو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا کہ میں نے آدھا قرضہ معاف کر دیا۔ پھر اللہ کے نبی ﷺ نے ابن ابی حدرد سے کہا کہ جاؤ! باقی آدھا ادا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم 1558)

معلوم ہوا کہ کسی مجبور شخص کے قرض کو معاف کروانا، قرض خواہ کے آگے سفارش کرنا یہ بھی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بروزِ قیامت کی مشکلات سے نجات

کیا خیال ہے آپ کا کہ قیامت کے دن کی مشکلات سے بچنے کے لیے نسخہ بتا دیں؟ کیوں کہ ہم میں سے ہر کوئی قیامت کے دن ہر مشکل سے بچنا چاہتا ہے۔ اور یہ نسخہ میرا بتایا ہوا نہیں ہے، بلکہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی مشکلات سے بچا لے، اسے چاہیے کہ وہ تنگدست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔

(صحیح مسلم: رقم 2931)

آپ کے کسی جاننے والے نے آپ سے قرضہ لیا ہوا ہے، تو آپ اسے مہلت دیتے جائیں، اللہ پاک بھی اِن شاء اللہ قیامت کے دن آپ سے قیامت کے غم اور مشکلات ہٹاتے چلے جائیں گے۔ یہ بہت بھاری سرمایہ کاری ہے کہ یہاں پر آپ کسی مجبور مقروض کو مہلت دے کر سکون دیں گے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں آپ کو جنت کے ذریعہ سکون دیں گے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یہاں کسی کی ٹینشن کو دور کریں گے، اللہ تعالیٰ وہاں قیامت کے احوال و پریشانی کو آپ سے دور کریں گے۔ صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا اور آخرت دونوں کی آسانیاں ملتی ہیں۔ یہ وہ باتیں

ہیں جو نبی علیہ السلام نے ہمیں بتائی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی تنگدست کو مہلت دی اور سہولت دی، اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم 2699)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ فرشتوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے کوئی بھلائی کی ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنے بچوں کو کہا کرتا تھا تنگدست کو مہلت دو اور اس سے درگزر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ تم لوگ بھی اس سے درگزر کرو (اور وہ جنت میں چلا گیا)۔

(صحیح بخاری: رقم 1971)

قرض دینا صدقہ ہے

قرض دینا صدقہ ہے۔ مختلف روایات سے یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی، اسے ہر دن کے بدلے اس (رقم) کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی، اسے ہر دن کے بدلے اس (رقم) کا دگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے ایک ہی بات دو دفعہ اس طرح سے سنی ہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مقررہ تاریخ میں ادا کرنے سے پہلے جو دن ہیں، اس میں تو اس دی ہوئی رقم کے بقدر ہر دن کے صدقہ کا ثواب ہے۔ اور جب مقررہ تاریخ آئی اور وہ نہ ادا کرسکا اور

قرض دینے والے نے اب جو مہلت دی تو اسے ہر دن اس دی ہوئی رقم کا دگنا صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مسند احمد: رقم 22537)

اب میں آپ کو یہ بات آسان طریقے سے سمجھاتا ہوں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک آدمی کو ایک لاکھ روپے قرضہ دیا کہ وہ نوّے دنوں میں آپ کو واپس لوٹا دے گا۔ اب آپ کو روز ایک لاکھ روپے صدقہ کرنے کا ثواب مل رہا ہے۔ یہ ثواب آپ کو نوّے دنوں تک ملے گا۔ اگر اس نے آپ کا قرض ساٹھ دنوں میں لوٹا دیا تو ایک ماہ صدقہ کا ثواب آپ کا گیا، یعنی نہیں ملے گا۔ ہاں! اگر نیت اچھی ہو تو وہ اللہ مہربان ہے۔

اب اگر نوّے دنوں کے بعد مقروض نے قرضہ ادا نہ کیا تنگ دستی یا کسی مجبوری کی وجہ سے، تو آپ نے نوّے دنوں کی اور مہلت دے دی۔ اب جو آپ اس کو زیادہ Extention دے رہے ہیں، اس پر آپ کو دگنا اجر و ثواب ملے گا۔ پہلی مہلت کے دنوں میں آپ کو ایک لاکھ صدقہ کرنے کا ثواب مل رہا تھا، مگر مہلت گزر جانے کے بعد آپ نے جو اس کو Extention دیا ہے، اب آپ کو دو لاکھ روپے روزانہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اب جس آدمی کو اس کثیر ثواب کا یقین ہوگا، وہ کبھی مقروض کو گالی نہیں دے گا۔ اس سے کبھی سختی سے بات نہیں کرے گا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ لیکن اگر معاف کر دیا تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس کا بہت ثواب ہے اور یہ بہتر ہے۔ اور اگر معاف نہیں کیا تو چاہیے کہ مقروض کو مہلت دے۔ اس وقت تک تنگدست کو مہلت دے جب تک اسے خوشحالی اور آسانی میسر نہیں آتی۔

دیکھیے! اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں۔ صرف مہلت دینے سے صدقہ کا ثواب دیتے ہیں، اور مہلت دینے پر صدقہ کا ثواب بڑھا دیتے ہیں۔ اب جسے اس ثواب کا یقین ہو

جائے، اسے قرض دیتے وقت اور مقروض کو مہلت دیتے وقت کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

مقروض کو مہلت دینے پر عرش کا سایہ

ہم میں سے ہر کوئی قیامت کے دن عرش کا سایہ چاہتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرض دار کو مہلت دے یا بالکل معاف ہی کر دے، اللہ ربّ العزّت اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور اس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم 1306)

ہمیں چاہیے کہ ہم مقروض کو مہلت دیں۔ اور اگر قرض معاف ہی کر دیں تو کیا ہی بات ہے، اس کے بدلے میں اللہ ربّ العزّت ہمیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمادیں گے۔ مجھے بتایئے کہ ہم دنیا میں کتنی محنت کرتے ہیں کہ ہم سایہ میں آجائیں۔ شیشہ لگواتے ہیں، False Ceiling کرواتے ہیں وغیرہ وغیرہ تاکہ سایہ رہے اور جگہ ٹھنڈی رہے۔ جب دنیا کے اندر ہم سائے کے لیے اتنی محنت کرتے ہیں، تو اگر کسی تنگدست کے قرضے کو معاف کر دیا تو آخرت میں ہمیں عرش کا سایہ حاصل ہوگا۔

اور تنگدست میں کون سے لوگ آسکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ تنگدست میں ہمارے غریب رشتہ دار آسکتے ہیں کہ جن کے ہم قرض کو معاف کریں۔ اولاد آسکتی ہے، گھر کی کام والیاں آسکتی ہیں وغیرہ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان تنگدستوں کو مہلت دیں تاکہ ہمیں اللہ کے عرش کا سایہ قیامت کے دن مل سکے۔ ہمیں اس کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق دے۔

قبولیتِ دعا اور رنج سے چھٹکارا:

ہمارے آقا حضورِ پاک ﷺ سچوں کے سچے تھے۔ جن کی صداقت پر میں لاکھوں مرتبہ بھی قسم کھانے کے لیے تیار ہوں۔ کفارِ مکہ نے آپ کو جو طعن و تشنیع کی اس سے سب واقف ہیں، مگر کوئی بھی آپ ﷺ کو جھوٹا نہ کہہ سکا۔ اس بات کی گواہی کے لیے آپ قرآن مجید اُٹھا کر دیکھ لیجیے۔ وہ صادق و مصدوق ﷺ بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو چاہے اس کی دعا قبول ہو، اور اس کا رنج دور ہو، اسے چاہیے کہ وہ کسی تنگدست کو مہلت دے۔ (مسند احمد: 23/2)

یعنی قرض خواہ کو جتنے عرصے بعد قرض دینا ہے، اگر اپنی تنگدستی کی وجہ سے وہ قرض نہ دے سکا اور آپ نے اسے مہلت دے دی تو حدیث کی رو سے آپ کی دعائیں قبول ہوں گی۔ جس وقت آپ اسے مہلت دیں اس وقت اگر آپ جنت کی اور فراوانی رزق کی دعا مانگ لیں تو ان شاء اللہ العزیز قبول ہو گی۔ اس وقت اللہ سے اللہ کے دیدار کے متعلق دعائیں مانگیں، قبول ہوں گی اللہ کی رحمت سے اِن شاء اللہ۔

مقروض کے لیے برداشت اور تحمل

قرض خواہ اگر مقروض کے ساتھ سخت کلامی اور غلط رویہ اختیار کرے تو مقروض کو حکم ہے کہ وہ اس کو نظر انداز کرے اور صبر و برداشت کرے۔ اس بارے میں حدیث سن لیجیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنے قرض کی ادائیگی کے متعلق سوال کیا اور نبی علیہ السلام سے کچھ سختی سے بات کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا تو خیال کیا کہ ہمیں اس شخص کو سمجھانا چاہیے۔ نبی علیہ السلام نے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارشاد فرمایا: اسے (صاحبِ حق کو) گنجائش ہے کہ وہ کچھ کہہ سکے۔
(مشکوٰۃ: صفحہ 251)

اگر قرض خواہ کے مزاج میں کچھ سختی آجاتی ہے تو شریعت میں ہے کہ مقروض اسے برداشت کرے۔ اب اس سے متعلق ایک واقعہ سنیے! اور دل کے کانوں سے سنیے! اللہ والوں کی بھی کیسی عجیب باتیں ہوا کرتی ہیں۔ اللہ اکبر کبیرًا! اللہ ربّ العزّت یہ حلم ہمیں بھی عطا فرمائے۔ علم کی نعمت حلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ آج ہمارے اندر حلم یعنی برداشت کا مادہ تو ہے ہی نہیں۔ ہمارے مزاج ماچس کی تیلی جیسے ہوگئے ہیں، ذرا سا رگڑ و تو آگ نکلتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حلم اللہ سے مانگنا چاہیے۔ یہ ایک نعمت ہے۔ اور نبی علیہ السلام کا حلم کتنا تھا اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوگا۔ ہم لوگ تو مسلمان بھائیوں کی باتوں کو برداشت نہیں کرتے ہیں، جبکہ نبی علیہ السلام تو یہودیوں کی سختیوں کو برداشت کیا کرتے تھے۔ ہمارا دین محبت، اخلاق اور تحمل سے پھیلا ہے۔ داعی ہونا آسان کام نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحمل کا واقعہ

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے زید بن سُعْنَہ۔ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پتا لگا کہ مدینہ میں ایک رسول آئے ہیں، تو میں انہیں دیکھنے گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب میں نے چہرۂ نبوت کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ حق ہے۔ ہماری کتابوں میں جو نشانیاں ہیں وہ سب اِن میں ہیں۔ بس دو نشانیاں ابھی باقی ہیں:

ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کا حلم ان کے غصے پر سبقت لے جائے گا۔ یعنی برداشت زیادہ ہوگی، غصہ کنٹرول میں رہے گا۔

اور دوسری نشانی یہ ہے کہ کوئی جاہل ان کے ساتھ جتنی زیادہ جہالت والا معاملہ کرتا

جائے گا، ان کی برداشت اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔

اب ایسی نشانیوں کا پتا کسی بیان وغیرہ سے تو نہیں لگتا، بلکہ معاملات سے پتا لگتا ہے۔ کوئی معاملہ کسی کے ساتھ کریں تب پتا چلے گا کہ کس میں کتنا حلم ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ان دونوں نشانیوں کو چیک کروں۔ چناں چہ میں اس مقصد سے نبی علیہ السلام سے قریب قریب رہا، موقعے کی تلاش میں رہا۔ چناں چہ ایک دن نبی علیہ السلام باہر نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ ایک بدو نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میرے قبیلے کے کچھ لوگ ایمان لا چکے ہیں اور وہاں پر قحط آچکا ہے، اگر آپ مجھے کچھ دے دیں، تاکہ میں جاکر ان کی مدد کرسکوں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ابھی تو کچھ نہیں ہے۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت آگے بڑھا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے کچھ پیسے لے لیجیے اور فلاں دن فلاں وقت میں مجھے فلاں درخت کی کچھ کھجوریں واپس کر دیجیے گا۔ ادائیگی میں ابھی کر دیتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے جب یہودی کی بات سنی تو فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں تم سے قرض تو لے لیتا ہوں، مگر باغ کی تخصیص نہ کرو کہ فلاں باغ ہی دوں۔ تم مجھے ابھی پیسے دے دو، میں تمھیں اتنی کھجوریں ادا کر دوں گا اور معیّن وقت میں ادا کر دوں گا۔

زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں تو پہلے ہی موقع کی تلاش میں تھا۔ چناں چہ میں نے کچھ درہم وغیرہ دے کر نبی علیہ السلام سے Deal کر لی، اور نبی علیہ السلام نے وہ پیسے اس دیہاتی صحابی کو دے دیے اور فرمایا کہ یہ پیسے میری طرف سے ان کو دے دینا تاکہ وہ اپنا گزارا کر سکیں۔

راوی زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ ابھی وقت معیّن آنے میں دو یا تین دن باقی تھے۔

میں دو تین دن پہلے ہی نبی علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت نبی علیہ السلام جنازے پر تشریف لے جا رہے تھے اور چاروں طرف جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں مجمع کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور نبی علیہ السلام کی قمیض کو اس جگہ سے پکڑا جہاں پر قمیض اور تہہ بند ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ وہاں سے پکڑ کر غصے سے نبی علیہ السلام کو دیکھا۔ پھر میں نے کہا کہ میرا قرضہ ادا کرو جو تم پر ہے اے محمد! اور چوتھی بات یہ کہی کہ اے ہاشم کی اولاد! تم لوگ حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے ہو۔

پہلی چیز قمیض پکڑ لی۔ دوسری چیز غصے سے دیکھا۔ تیسری چیز سخت بات کہہ کر ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ چوتھی چیز باپ دادا کا بھی طعنہ دیا۔ یہ چاروں باتیں کوئی چھوٹی نہیں ہیں، بہت بڑی بات ہے۔

زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مجھے غصے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! میں یہ کیا سن رہا ہوں کہ تو نے میرے نبی کو یہ کہا؟ اللہ کی قسم! اگر تیرا حق نبی علیہ السلام پر نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا۔ دیکھیے! غصے کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کنٹرول دیکھیے کہ عمل پھر بھی وہ شریعت پر ہی کرتے ہیں۔ زید بن سُعْنَہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے چہرے کی طرف دیکھا تو آپ علیہ السلام کے چہرے پر اسی طرح مسکراہٹ اور بشاشت تھی۔ پھر آپ علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم دونوں تمہارے کسی اور سلوک کے مستحق تھے۔ تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھے کہتے کہ اچھی طرح حق ادا کرو، اور اسے کہتے کہ اچھی طرح تقاضا کرو۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! جاؤ، جتنا اس کا قرض ہے اتنا ادا کرو، اور مزید تین صاع وہ ادا کرو جو تم نے اس پر غصہ کیا ہے۔

زید بن سُعنَہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کھجوریں دیں جتنا میرا قرض تھا، مزید اور بھی دیں جو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا۔ نبی علیہ السلام کا یہ رویہ دیکھ کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

نبی علیہ السلام کے اخلاق ایسے تھے کہ یہودی مسلمان ہو جایا کرتے تھے۔ آج ہمارے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے گھر والے ہی ہمیں دیکھ کر دین دار نہیں بن پاتے۔ معلوم ہوا کہ اپنا قرض واپس مانگنے والا اگر سختی کرے تو اس کے برتاؤ کو برداشت کرے، ہو سکے تو اس کا قرض فوراً ادا کر دے۔

ادائیگی قرض کو مقدم رکھنا

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں مقروض ہوں، کیا مجھ پر حج ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے قرض کو ادا کرو۔ (مجمع الزوائد:132/4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت سے پہلے قرضہ ادا کرنے کے متعلق ارشاد فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری:43/4)

یعنی ہمیں وصیت نافذ کرنے سے پہلے میت کا قرضہ ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قرض کی ادائیگی سے انکار پر مذمت

اگر کوئی شخص قرضہ مانگنے آئے اور آپ کے پاس گنجائش ہو تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کے قرضے کو ادا کرنا چاہیے۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ اس کا بھائی اس کے پاس آئے اور قرض مانگے اور اس کے پاس

گنجائش ہو اور وہ نہ دے۔ (کنزالعمال:212/6)

معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، گنجائش رکھی ہے، فروانی دے رکھی ہے تو قرض ادا کر دینا چاہیے۔ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔

قرضہ وصول کرنا:

اگر کسی انسان نے قرضہ دیا ہے تو چاہیے کہ مقررہ دن تک مقروض نہ لوٹا سکے تو اسے مہلت دے، اور مہلت دے۔ اور مہلت دینے کے بعد مزید اسے مہلت دے۔ پھر بھی اس نے آپ کا قرضہ واپس نہ لوٹایا تو آپ اس کی وصولی میں کچھ سختی کے ساتھ اپنے قرضے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں حدیث شریف سن لیجیے!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بڑے سخی تھے۔ ان کے پاس جو مال آتا تھا وہ اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ اتنا زیادہ انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے ہمیشہ مقروض رہتے تھے، حتٰی کہ ان کا سارا مال قرض کی نذر ہو گیا۔ اور جنہوں نے ان کو قرضہ دیا ہوا تھا، انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ان کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا تو نبی علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سارا سامان بیچ کر اس قرض خواہ کو دے دیا۔ (مشکوٰۃ: صفحہ 253)

معلوم ہوا کہ انسان کو چاہیے کہ قرضہ معاف کر دے۔ معاف نہیں کر سکتا تو مہلت دے۔ پھر اگر ایک وقت ایسا آ جائے کہ معاف کرنے کی ہمت نہیں اور مہلت بھی نہیں دے سکتا، تو یہ مقروض سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے، مگر سختی کرنے سے زیادہ سے زیادہ بچے۔ اور بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ کام خود نہ کرے، بلکہ صاحبِ مرتبہ لوگ جیسے قاضی اور حاکم وغیرہ ان لوگوں کے ذریعے اپنا قرضہ وصول کرے جیسے کہ صحابی اپنا

معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئے تھے۔

اور قرض دار کو چاہیے کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرنے کی پوری فکر کرے۔ دنیا میں اگر زبردستی کر کے، اس کے گھر کا سامان تک قرضہ کے طور پر نکلوا دیا گیا تو اب یہ مقروض یہ سوچے کہ قیامت کے دن کی سختی کی نسبت یہ معاملہ پھر بھی آسان ہے کہ وہاں روزِ محشر تو ہمارے پاس کوئی مال و متاع نہیں ہوگا۔ پہلے بھی یہ بات بیان ہو چکی کہ نبی کریم ﷺ مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ کیا تمہارے ساتھی نے قرضہ ادا کرنے کے لیے مال چھوڑا ہے؟ (اگر اس پر قرضہ ہے) اگر لوگ جواب دیتے کہ ہاں! چھوڑا ہے۔ تو نبی علیہ السلام اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے تھے۔ وگرنہ فرماتے کہ تم لوگ اپنے اس ساتھی کی نمازِ جنازہ ادا کرلو۔ (صحیح بخاری: رقم 2298، صحیح مسلم: رقم 1619)

یعنی اس کے مال سے پہلے قرضہ ادا ہوتا تھا، پھر اس کے بعد وراثت اور ترکہ وغیرہ کی تقسیم ہوتی تھی۔ اگر لوگ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال نہیں چھوڑا ہے (یعنی مقروض مرا ہے اور مال بھی نہیں چھوڑا) تو پھر نبی علیہ السلام ایسے بندے کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص کہہ دیتا کہ اے اللہ کے نبی! اس کا قرض میرے ذمے ہے، تو نبی علیہ السلام اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم 2169)

قرضے کی عدم ادائیگی پر وعید

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مقروض اپنے قرضے کی وجہ سے قید میں رہتا ہے یہاں

تک اس کا قرضہ ادا کیا جائے۔ یعنی قبر میں جنت کی کھڑکیاں اس مقروض کے لیے نہیں کھلتیں۔ (سنن ابی داوٗد: رقم 3341، سنن ابن ماجہ: رقم 1988)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! کوئی اللہ پاک کے راستے میں شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جائے تو بھی یہ شخص جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک اس کا قرضہ نہ ادا کر دیا جائے۔ (سنن نسائی صغریٰ: رقم 4631)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ فلاں شخص جس کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوگیا تھا، قرضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے جنت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے۔ وہیں پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اس کا قرض میرے ذمے ہے، میں اس کا قرضہ ادا کروں گا۔ (عبدالرزاق:118/8)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادتِ مبارکہ ہوا کرتی تھی کہ وہ لوگوں کا قرض اپنے ذمے لے کر ادا کر دیا کرتے تھے۔

دخولِ جنت میں تین رکاوٹیں

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی روح جسمِ خاکی سے جدا ہوگئی اور وہ تین چیزوں سے محفوظ ہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا:

1. مالِ غنیمت کی چوری سے
2. قرض سے
3. تکبر سے۔ (ترغیب:867/2)

معلوم ہوا کہ متکبر آدمی بھی جنت میں نہیں جائے گا، مقروض آدمی بھی جنت

میں نہیں جائے گا، اور خیانت کرنے والا بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مقروض اپنے قرضے میں مقید رہتا ہے، قیامت کے دن وہ اپنی تنہائی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: رقم 2916)

یعنی اس کی روح جنت کی نعمتوں سے دور رہتی ہے۔ کوشش کی جائے کہ قرضہ نہ لیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، اسی پر کفایت کریں۔ اور اگر قرضہ لینا انتہائی ضروری ہو تو اس کو ادا کرنے کی فکر کریں، اور ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ اگر انسان اس نیت سے قرضہ لے کہ میں نے ادا کرنا ہے تو اللہ ربّ العزّت اسباب میسر فرما دیتے ہیں اور وہ قرضہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قرضے کو ادا کرنے کی نیت سے نہیں لیتا تو اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا قرضہ بھی ادا نہیں ہوتا۔ ایسے بندے کو دنیا کی پشیمانی اور آخرت کی بھی پریشانی اور ذلت اُٹھانا پڑتی ہے۔

تمام مؤمنین کا ولی

لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ واقعتاً حالات کی وجہ سے آدمی مجبور اور پریشان ہو جاتا ہے، اور باوجود نیت کے، کوشش اور ارادے کے اپنا قرض ادا نہیں کر پاتا۔ اور نیت کے اندر اتنا اخلاص بھی ہے کہ جیسے ہی اس کے پاس پیسے ہوں تو وہ سب سے پہلے قرضہ ادا کرے گا۔ نیت کے اخلاص کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بدلہ میں ادا کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں ایمان کے والوں کے لیے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ جو شخص مر جائے اور اس پر کچھ

قرضہ ہو اور اس نے مال بھی نہ چھوڑا ہو (یعنی غریب ہو) تو ہمارے ذمہ ہے اسے ادا کرنا، اور جس نے مال چھوڑا ہو تو وہ اس میت کے وارثین کے ذمے ہے۔

(صحیح بخاری: رقم 6350)

مثلاً میت اگر مال چھوڑ کر جائے اور قرضہ اس کے ذمے ہو تو وارثین کو چاہیے کہ وراثت کو تقسیم کرنے سے پہلے اس بندے کا قرضہ ادا کریں، اس کے بعد باقی ماندہ مال کو وراثت میں تقسیم کریں۔ یہ کام وارثین کی ذمہ داری ہے۔ شروع شروع تو نبی کریم ﷺ جنازے کے موقع پر پوچھا کرتے تھے کہ اس پر قرضہ ہے؟ ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ملتا تو نمازِ جنازہ پڑھا دیتے، وگرنہ فرما دیا کرتے تھے کہ تم اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ یا کوئی صحابی اس میت کے قرضے کے ضامن بنتے، تب نبی کریم ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو آسودگی عطا فرمائی اور فتوحات ہونے لگیں تو پھر نبی کریم ﷺ نے مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے تھے کہ اب اگر کسی کا قرضے رہ گیا ہو اور ادائیگی کی صورت نہ ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ اس کی طرف سے قرضہ ادا کریں گے۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں یہی بات ارشاد فرمائی ہے۔

گھر والوں کی ضروریات کے لیے قرض لینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہودی سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور بدلہ میں اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی تھی۔

(صحیح بخاری: رقم 2096)

مرض الوفات میں بھی ایسا معاملہ ہوا تھا کہ نبی علیہ السلام کو گھر والوں کی ضروریات کے

لیے کچھ چاہیے تھا تو نبی علیہ السلام نے اپنی زرہ رہن رکھوائی تھی۔ (صحیح بخاری: رقم 2916)

کسی سے قرض لے کر گھر کا نظام چلایا۔ ضرورت کی وجہ سے غیر مسلم سے بھی قرضہ لینا جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر اہل یہود سے قرضہ لیا ہے حالاں کہ یہودیوں کے بارے میں ہے کہ یہ لوگ سخت حرام کھانے والے ہیں۔ بہر حال ان سے قرضہ لینا جائز ہے، لیکن کسی بھی غیر مسلم سے سود کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اسی طرح سے غیر مسلم کو قرضہ دینا بھی جائز ہے۔

قرض خواہ کا شکریہ ادا کرنا

حضرت ابن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی علیہ السلام نے چالیس ہزار درہم قرضہ لیا۔ پھر جب نبی علیہ السلام کے پاس مال آیا تو نبی علیہ السلام نے میرا قرضہ ادا کیا اور فرمایا کہ اللہ تیرے لیے تیرے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے۔ قرض کا بدلہ یہی ہے کہ قرض دار کی تعریف کی جائے اور اس کا قرضہ ادا کیا جائے۔

(سنن نسائی صغریٰ: رقم 4630)

جب بھی کسی کو قرضہ ادا کرنے کی گنجائش پیدا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً اپنے قرض دار کا قرضہ ادا کرے، اور ساتھ ساتھ اس کا بہت زیادہ شکریہ بھی ادا کرے۔ ایسے بندے کے متعلق آتا ہے کہ ایسے بندے نے اپنے قرض خواہ کے ساتھ وفا کی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پختہ یقین

حضرت عمران بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں۔ ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے انہیں منع کیا اور اعتراض بھی کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں، میں نے میرے نبی اور میرے دوست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ جو شخص قرض لیتا ہے اور اللہ کے علم میں ہو کہ وہ اس کو ادا کرنے کا پورا پورا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ دنیا ہی میں ادا کروا دیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:2401)

اتنا پختہ یقین تھا کہ یہ قرض تو میں لوگوں سے لے رہی ہوں، مگر میرا اللہ اس کو ادا کروائے گا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا معاملہ تو اس کی نیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت تو "یعلم ما فی الصدور" یعنی دلوں کے بھیدوں کو جانتے ہیں۔ ہاں! جو لوگوں کے قرضوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں پشیمانی، ذلت اور رسوائی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ حتی المقدور قرض لینے سے بچے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کی اور فرمایا کہ گناہ کم کرو تاکہ موت آسان ہو جائے، اور قرض لینے والا معاملہ کم کرو تاکہ زندگی آزادی سے بسر ہو جائے۔ (شمائل کبریٰ حصہ سوم)

تنگی دور ہونے کا واقعہ

پچھلی اُمتوں میں ایک تاجر آدمی کی مغفرت اس بات پر ہوئی کہ اس کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں بہت غریب ہوں، پریشان ہوں، میری مدد کرو۔ وہ عورت اس کی تاجر کی چچازاد بہن تھی۔ اس آدمی نے کہا کہ تم میری ضرورت اور خواہش پوری کرو، میں تمہاری مالی ضرورت پوری کروں گا۔ وہ عورت چلی گئی اور بات نہ مانی اور کہا کہ میں تو اللہ ربّ العزّت سے ڈرتی ہوں۔ وہ عورت بار بار پیسے مانگنے آتی، مگر وہ شخص ہر بار اسے اپنی خواہش پوری کرنے پر اُکساتا رہتا کہ میری خواہش پوری کرے گی تو تیری مدد کروں گا۔ ایک مرتبہ وہ اتنی زیادہ حالات سے مجبور ہو کر اس کے پاس آئی اور کہنے لگی

کہ میری عزت تیرے حوالے ہے۔ بس! تو میری مدد کر دے اور مجھے سو دینار دے دے۔ اس آدمی نے طے کرلیا اور پیسے دے دیے۔ اس کے بعد جب وہ آدمی گناہ کرنے کے لیے بیٹھا تو وہ لڑکی متقیہ اور پاک دامن تھی۔ وہ یک دم کہنے لگی کہ اللہ سے ڈر اور ناجائز مہر نہ توڑ۔ اس وقت کی بات اس تاجر آدمی پر اس قدر اثر انداز ہوئی کہ اس نے مال بھی اس کو دیا اور چاہت کے باوجود گناہ کیے بغیر واپس آ گیا۔ پھر اس نے ایک تنگی کے موقع پر اپنے اس عمل کو اللہ کے سامنے پیش کیا کہ اے اللہ! یہ عمل تیرے سامنے قبول ہے تو مجھے تنگی سے نجات دے دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے اسے تنگی سے راحت عطا فرما دی۔ (صحیح بخاری: رقم 5653)

معلوم ہوا کہ غریب بیوہ عورتوں کی مالی مدد کر کے ہم اللہ ربّ العزّت سے جنت کا سودا کرواسکتے ہیں۔ ہمیشہ کی جنت کا فیصلہ کرواسکتے ہیں، لیکن شیطانی اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہم آخرت کی جہنم کو خریدتے ہیں اور دنیا کی ذلت و رسوائی کو خریدتے ہیں۔ بعض عورتیں اپنے حالات سے پریشان ہو کر اپنا زیور بیچنے جاتی ہیں اور مرد حضرات ان کو چوری کے دام بیچتے ہیں، یعنی کوئی قیمت نہیں دیتے۔ یہ لوگ ان عورتوں پر کتنا ظلم کرتے ہیں؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تجارت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت آئی اور ایک کپڑے کے متعلق کہا کہ میں نے اسے بیچنا ہے۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کتنے کا بیچنا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ سو درہم کا۔ امام صاحب نے کہا کہ نہیں! یہ سو درہم کا نہیں ہے، بلکہ زیادہ قیمت کا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ اچھا! تو اس کپڑے کا دو سو درہم دے دیں۔ امام صاحب

نے کہا کہ نہیں، یہ تو اس سے بھی مہنگا ہے۔ اس عورت نے تین سو، چار سو، حتیٰ کہ پانچ سو درہم تک قیمت لگائی۔ امام صاحب نے عورت سے کہا کہ اب تم نے اس کی قیمت صحیح لگائی ہے، یہ پانچ سو درہم کا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ مجھے اس کے عوض پانچ سو روپے دے دیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلے کوئی گواہ لے کر آؤ، پھر میں تمہیں پیسے دوں گا تا کہ مجھے پتا چل جائے کہ یہ تیرا ہی کپڑا ہے، چوری کا مال نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں اپنے خاوند سے اجازت لے کر آئی ہوں اور یہ کپڑا میرا اپنا ہے۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خاوند کی گواہی کے بغیر نہیں خریدوں گا۔ وہ عورت جا کر اپنے خاوند کو لے آئی۔ اس نے حضرت کے سامنے جب گواہی دی تو پانچ سو درہم دے کر کپڑا خرید لیا۔ وہی کپڑا جو وہ سو درہم کا بیچنے آئی تھی، پانچ سو درھم کا بیچ کر چلی گئی۔ یہ تھی امام صاحب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجارت۔

اگر آپ کسی سے چوری کا مال خرید رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ چوری کا مال ہے، تو حدیث کی رو سے آپ اس کی چوری میں شریک ہیں۔

تین مقروض اشخاص

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے قرض لیا اور ادا نہ کر سکے، بلکہ انتقال کر گئے تو اللہ ربّ العزّت ان کا قرضہ خود ادا کریں گے۔

ایک وہ آدمی ہے جو جہاد پر گیا اور اس کا کپڑا پھٹ گیا، بوسیدہ ہو گیا۔ اور فقط اپنے ستر کو چھپانے کے لیے اتنا قرض لیا کہ اپنا جسم ڈھانپ سکے۔ پھر وہ شہید ہو گیا اور قرضہ ادا نہ کر سکا۔ اسے ادائیگی کا موقع ہی نہیں ملا۔

دوسرا وہ شخص جس کے سامنے کسی مسلمان کا انتقال ہو رہا تھا، میت کے پاس بھی کچھ

نہیں تھا، اور خود اس شخص کے پاس بھی کفن دفن کے پیسے نہیں تھے۔ اب اس نے کفن دفن کے لیے قرضہ لے لیا۔

تیسرا وہ شخص ہے جس نے زنا سے بچنے کے لیے نکاح کیا۔ غریب تھا، مہر دینے کے لیے رقم نہیں تھی۔ کوشش کے باوجود مہر کا قرضہ نہ ادا کر سکا۔ حدیث شریف میں ان تینوں قسم کے لوگوں کے متعلق آتا ہے کہ ان کا قرضہ اللہ ربّ العزّت خود ادا کریں گے۔

(ترغیب:603/2)

اس حدیث شریف سے جو Main point ہمیں ملتا ہے کہ شدید ضرورت کے وقت قرض لینا چاہیے اور بس اتنا قرض لینا چاہیے کہ وہ ضرورتِ شدیدہ ختم ہو جائے۔ اچھے لباس اور اسراف کرنے کے لیے نہ لیا ہو۔ آج کل لوگ مہندی، مایوں اور اس قسم کی فضول ہندوانہ رسموں کے لیے قرض لیتے ہیں تو ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ صرف اس ضرورت میں جو شریعت کی نظر میں ضرورتِ شرعیہ ہو۔ بس اسی صورت میں قرضہ لیا جا سکتا ہے۔ فضول خرچیوں سے انسان اپنے آپ کو بچائے۔ جائیداد بنانے کی بات نہیں ہو رہی ہے، بلکہ شدید ضرورت کی بات ہو رہی ہے کہ اگر پختہ ارادے کے باوجود وہ بندہ قرضہ نہ ادا کر سکا تو اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ اس کا قرضہ میں ادا کروں گا۔

اب یہ شرعی ضرورت کیا ہے؟ اس کے متعلق علماء سے دریافت فرمالیجیے۔ مقروض کو چاہیے کہ جب اس پر قرض ہو تو اپنی ضرورتوں کو مختصر کرلے، اپنے اخراجات کو محدود کر لے تاکہ اس کا قرضہ جلدی ادا ہو جائے۔

حقوق العباد میں ہیرا پھیری سے بچنا

قرض چوں کہ حقوق العباد سے متعلق معاملہ ہے۔ دو تین باتیں اس کے متعلق اور بھی

سمجھ لیجیے۔ بہت سارے لوگ دیکھے ہیں کہ جو مہر ادا نہیں کرتے ہیں، وارثین کو وراثت سے محروم رکھتے ہیں۔ یہ بھی لوگوں کے بڑے عجیب معاملے ہو گئے ہیں۔ یاد رکھیں! جو شخص مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح کرے، تو ایسا شخص حدیث کی رو سے قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت کے پاس زانی بن کر کھڑا ہوگا۔ آج کل لوگ بیویوں کا مہر اور حق ادا نہیں کرتے، بلکہ معاف کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیوی بھی آج کل کے رواج کی وجہ سے مہر معاف کر دیتی ہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ اپنا مہر وصول کر لیں، کیوں کہ اگر آپ کے مردوں نے آپ کا مہر نہ دیا تو یہ قیامت کے دن زانی بن کر کھڑے ہوں گے۔ مہر کا ادا کرنا لازمی اور ضروری چیز ہے۔ اس کی فکر کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

اسی طرح وراثت کا بھی یہی حال ہے۔ ہمارے معاشرے میں تو وراثت کے معاملات میں یہ ہوتا ہے کہ بھائیوں کو وراثت دے دیتے ہیں، لیکن بہنوں کو وراثت سے محروم رکھتے ہیں اور ان سے معاف کروا لیتے ہیں کہ ہم بھائی غریب ہیں، ہم حصہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یاد رکھیں! جس طرح پروردگارِ عالم نے بھائی کا حق وراثت میں رکھا ہے، اسی طرح بہن کا حق بھی رکھا ہے۔ اگر بھائی نے بہن سے کہہ کر وراثت کو معاف کروا لیا تو آپ سب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس طرح معاف کر دینے سے وراثت کا حق معاف نہیں ہوتا۔ وہ حق دینا لازمی ہوتا ہے۔

شرعی مسئلہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باپ کے مرتے ہی جو عورتیں بیوی، بیٹیاں وراثت لینے سے انکار کر دیتی ہیں۔ ان کا انکار شریعت میں معتبر نہیں ہے۔ اس کے معتبر نہ ہونے کی تین وجوہات ہیں:

ایک تو یہ وجہ کہ تازہ تازہ صدمہ ہوتا ہے تو ان کی حالت پریشانی والی ہوتی ہے، اپنے نفع نقصان کا خیال نہیں رہتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رواج میں ہی پڑ گیا ہے کہ بہنوں کو حصہ دینا ہی کوئی نہیں ہے۔ بہنیں حصہ مانگ لیں تو لگتا ہے کہ جیسے بہنوں نے دشمنی کر لی ہے۔

تیسرا یہ کہ اس حالت میں ان کو اپنے حق کی خبر ہی نہیں ہوتی ہے کہ میرا حصہ کتنا ہے۔ تو اس بات پر فتویٰ ہے کہ کوئی کہہ بھی دے کہ میں نے اپنا حصہ نہیں لینا تو حق معاف نہیں ہوتا۔

بروزِ قیامت ایک دوسرے سے فرار

اس میں دو باتیں اور ہیں۔ دنیا میں تو وہ اپنا حق معاف کر دیتی ہیں، قیامت کے دن جب اس عورت کو اپنی پڑی ہوگی اور جنت میں جانا ہوگا اور وہاں جب اسے پتا چلے گا کہ میں نے اپنے بھائیوں سے حصہ لینا ہے اور وہ وہاں کھڑا ہے۔ میرے پاس Option ہے، میں اپنے بھائی پر مقدمہ کر سکتی ہوں، اپنا حصہ لے سکتی ہوں۔ وہاں وہ عورت اپنی جنت کی حرص میں اپنے بھائی پر مقدمہ کر کے اپنا حصہ لے لے گی اور جہنم میں جانا پسند نہیں کرے گی۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ۝

(عبس:33-36)

ترجمہ: ''یہ اس دن ہوگا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا۔ اور اپنے ماں باپ سے بھی۔ اور اپنے بیوی بچوں سے بھی''۔

اب بھائی کو سوچنا چاہیے کہ وہاں آخرت میں کیا کرے گا؟ جب بہنیں آپ کی ساری نیکیاں لے جائیں گی۔

حکمت و بصیرت سے بہن کا حق دینا

دوسری توجیہ اور بات یہ ہے کہ آپ کی بہن کہے کہ میں نے اپنا حق معاف کر دیا اور حصہ چھوڑ دیا۔ تو اس طرح سے تو حق معاف نہیں ہوتا ہے۔ بھائیوں کو چاہیے کہ وہ ایسا کریں کہ جب والدین کی وفات کے صدمے سے بہنیں باہر آ جائیں، تو اس وقت اپنی بہن کا پورا حصہ ان کے حوالے کر دیں۔ چند دن میں وہ اس مال کی لذت اور حرارت کو دل میں محسوس کریں گی۔ پھر دس پندرہ دن بعد ان سے کہیے کہ مجھے اپنا حق معاف کر کے پیسے واپس کر دے۔ پھر دیکھیے کہ سو میں سے کوئی ایک بہن بھی نہ نکلے گی جو مال واپس کر دے۔ اب اس صورت میں مال واپس کرنا شریعت میں معتبر ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں کوئی بھی بہن ایسی نہیں جو اپنا حصہ واپس کر دے جبکہ بھائی نے اس کے حوالے کیا ہو۔

اگر یہ دونوں باتیں ہمیں سمجھ میں آ جائیں تو ہم اپنی بہنوں کو ان کا حق ضرور ادا کریں گے، کیوں کہ بہتر یہی ہے کہ یہاں ادا کر دیا جائے۔ وہاں پر حقوق کا مطالبہ مال پیسوں سے نہیں، نیکیوں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ ربّ العزّت قیامت کی مفلسی سے بچائے آمین۔

ہمارے اکابرین قرض کی ادائیگی اور مہر کی رقم ادا کرنے میں اتنا اہتمام کرتے تھے اس کے متعلق بس ایک واقعہ سن لیجیے!

ایک طالب علم کا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال

ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک طالب علم آیا۔ اس نے کہا کہ حضرت! میرے والد صاحب نے دو شادیاں کی ہوئی تھیں۔ والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، اور انہوں نے اپنی کسی بھی زوجہ کا حق مہر ادا نہیں کیا ہوا۔ علم نہیں ہوگا اس چیز کا، یا رواج نہیں ہوگا تو پتا نہیں چلا ہوگا۔ طالب علم نے کہا کہ حضرت! میں اب کیا

کروں؟ جیسے ہی اس طالب علم نے سوال کیا تو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد صاحب کے بارے میں خیال آیا کہ انہوں نے تو یکے بعد دیگرے چار شادیاں کی تھیں۔ اور سوچنے لگ گئے کہ حق مہر دینے کا رواج تو ان کے والد کے ہاں بھی نہیں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس طالب علم کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ تم نے تو میری ایک ایسے مسئلے کی طرف یاددہانی کروادی جو کہ مجھے یاد ہی نہیں تھا۔

اس کے بعد حضرت نے مختلف علماء کو خطوط لکھے اور مسئلہ کی تفصیل دریافت کی کہ میں کیا کروں؟ خود فتویٰ نہیں دیا حالاں کہ بہت بڑے فقیہ تھے، مگر اپنے معاملے کے متعلق دوسروں سے سوال دریافت کیا۔ مفتیان کرام نے جواب دیا کہ وہ تو آپ کے والد پر تھا، آپ پر تو ادا کرنا نہیں ہے۔ مگر حضرت نے احتیاط کی کہ یہ تو میرے والد پر قرض تھا، مجھے ادا کرنا چاہیے۔ پھر انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ حق کی ادائیگی کی۔ لوگ چوں کہ مختلف ملکوں میں چلے گئے تھے تو دو سال صرف اس تحقیق میں گزر گئے کہ کس کا کتنا حق بنتا ہے اور کتنے حقوق ہیں۔ رشتے داروں کو خطوط بھیج بھیج کر انہوں نے تفتیش کروائی اور ایک اہلِ علم کو اپنے ساتھ رکھا کہ جس کو مختلف سفروں میں بھیجنے کا اہتمام فرمایا۔ اسے بھی پیسے دے کر کام کروایا کرتے تھے۔

جب انتہائی محنت کے بعد سب رشتہ داروں کے نام سامنے آگئے تو ان کو حصہ دینے کی Calculation مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ کسی کے حصے میں ایک ایک آنہ آیا، کسی کے حصے میں ایک پیسہ آیا، لیکن انہوں نے دوسرے ممالک تک بھی پہنچا کر لوگوں کو ان کے حصے دیے۔ اور لوگوں کے حصے دینے بعد فرمایا کرتے تھے کہ چاہے میرے اوپر جتنی مرضی بڑی Amount ہو، میں اسے ادا کروں گا۔ ان کے والد صاحب نے چاروں ازواج کے جو

حق مہر مقرر کیے تھے، وہ پانچ پانچ ہزار روپے تھے۔ اور اس زمانے میں پانچ ہزار کی بہت زیادہ وقعت ہوا کرتی تھی۔ لوگ تو آج کل پچپن سو روپے لکھواتے ہیں یہ تو ستر اسی سال پرانی بات ہو رہی ہے۔ ٹوٹل -/20000 بیس ہزار ان کے ذمے تھا۔ انہوں نے اپنے وراثت کے حصے سے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرتے اور فرماتے تھے کہ چاہے میں عمر بھر ادا کرتا رہوں، مگر میں یہ رقم ضرور ادا کروں گا۔ انہوں ایک لمبا عرصہ اپنی زندگی کا لگا کر اس معاملے کو نمٹایا۔

یہ ان کا قیامت کے دن کا خوف تھا کہ قیامت کے دن اگر کسی کا ایک پیسہ بھی دینا پڑے گا تو لوگ آپ کی مقبول نمازیں لے جائیں گے، کوئی دین کی محنت لے جائے گا، کوئی صدقات لے جائے گا، کوئی رات کی تہجد لے جائے گا۔ جن لوگوں کو اپنے اعمال کی حفاظت کی فکر ہوتی ہے وہ پھر اس چیز کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کوئی حق مانگنے والا نہ آجائے، کیوں کہ قیامت کے دن کی مفلسی سے بری کوئی مفلسی نہیں ہے۔ ہمارے اکابرین ان باتوں کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ اس واقعے سے تو سب کو اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کہ قرض ادا کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔

ادائیگی قرض کی دعائیں

قرض ادا کرنے سے متعلق کچھ دعائیں نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو بتائی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان دعاؤں کو یاد کریں اور ان کو پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے آسانی کا معاملہ پیدا فرمائیں گے ان شاء اللہ۔ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نماز میں سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. (صحیح البخاري: باب الدعاء قبل السلام)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ.

ترجمہ: ”میں میں کفر اور قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ قرض کو کفر کے برابر سمجھتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! (مشكاة المصابيح: باب الاستعاذة، رقم 2481)

بعض مرتبہ ایسی صورتیں بن جاتی ہیں کہ انسان جب مقروض ہوتا ہے تو زبان سے ایسے جملے نکال لیتا ہے کہ وہ دین اور دائرۂ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے، کیوں کہ مقروض آدمی پریشانی کے عالم میں بڑی غلط باتیں بھی منہ سے نکال دیتا ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اللہ ہمیں بچائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک غلام آیا اور آکر کہنے لگا کہ میں نے Payment کرنی ہے، میری مدد کیجیے اور مجھے مال دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اگر تم پر صیر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہے تو وہ ادا ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ بتا دیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.

(سنن ترمذی: رقم 3563)

ایک صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں حاضر نہ ہو سکے۔ نبی علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے معاذ! کیا بات ہے میں تم کو نہیں دیکھ رہا تھا، تم جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آئے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ایک یہودی کا ایک اُوقیہ سونا میں نے دینا ہے، اس یہودی نے مجھے روک دیا تھا جس

کی وجہ سے میں جمعہ میں شریک نہیں ہو سکا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہیں وہ دعا سکھا دوں؟ اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا قرض ہوگا تو وہ تم سے ادا کر دیا جائے گا۔

وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمُهُمَا، تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ، وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ، اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ.

(الترغیب والترھیب: رقم 1821)

امی عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے مجھے ایسی دعا سکھائی اور یہ دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو سکھائی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگر تم پر کسی پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو تم یہ دعا پڑھو گے تو اللہ قرضہ ادا فرما دے گا۔ قرضے کی ادائیگی کی آسان مسنون دعا رات کو سوتے وقت اس دعا کو پڑھ لیجیے۔

اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ ، كَاشِفَ الغَمِّ ، مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا ، أَنْتَ تَرْحَمُنِيْ ، فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ. (الدر المنثور للسيوطي 24/1)

ہمیں ان مسنون دعاؤں کو پڑھنا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں قرضوں سے نجات عطا فرمائے آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (الطلاق:7)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ: وَ عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:19)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

خوشگوار ازدواجی زندگی

خوشگوار ازدواجی زندگی اللہ ربّ العزّت کو بہت پسند ہے۔ میاں بیوی کا آپس میں

محبت سے رہنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ جبکہ شیطان کو اس سے بہت ہی بغض ہے کہ میاں بیوی آپس میں محبت سے کیوں رہیں؟ اگر شیطان پر بات شروع ہوجائے تو ختم ہی نہ ہو کہ وہ کتنی برائیاں آج ہمارے اندر ڈال چکا ہے۔ جب شادی نہیں ہوئی ہوتی تو یہ دونوں محبت سے رہنے کی باتیں کرتے ہیں۔ آپس میں تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔لیکن جیسے ہی نکاح ہوجاتا ہے، یہ شوہر بن جاتا ہے وہ بیوی بن جاتی ہے، تو محبت کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد شیطان کوشش یہ کرتا ہے کہ یہ ایک ہوچکے ہیں تو اب ان کو الگ کرواؤ، طلاق دلواؤ۔ اب اس کی کوشش اُدھر لگ جاتی ہے اور جیسے ہی کوئی ایسا لفظ انتہائی درجے میں بول دیتا ہے جس کے بعد جوڑ کی کوئی صورت نہیں رہتی، اس کے فوراً بعد شیطان کیا کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ بھئی! کیسے گزارا ہوگا؟ بچے بھی ہوگئے ہیں۔ اب جوڑ کی کوشش کرتا ہے اور جوڑ کی شکل بنتی نہیں تو حرام میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شیطان مختلف انداز سے گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بھی بہت سارے انداز ہیں، یہ تو ایک ذرا سا مثال کے طور پہ پیش کیا۔

لیکن اللہ ربّ العزّت کو گھریلو زندگی میں میاں بیوی کا آپس میں محبت سے رہنا بے حد پسند ہے۔ اگر دونوں میاں بیوی آپس میں محبت سے رہ رہے ہوں گے، یہ ایک فیملی یونٹ ہے، ایک اکائی ہے معاشرے کی، تو اس کی وجہ سے اولاد کی تربیت صحیح ہوسکے گی۔ اور جہاں میاں بیوی میں آپس میں محبت نہ ہو، لڑائیاں ہوں، روز کی خرابیاں ہوں، پریشانیاں ہوں، تو پھر زندگی میں سکون بھی نہیں ہوگا۔ نہ بیوی سکون میں، نہ خود خاوند سکون میں، اور اولاد بھی پریشان ہوگی۔ ہمارے پاس تو آئے روز ایسے ایسے حالات آتے ہیں جو بیان بھی نہیں کرسکتا۔ وہ کیوں ہوتے ہیں؟ صرف اور صرف اس لیے کہ

خاوند کو دین کا علم نہیں ہوتا، اگر علم ہوتا بھی ہے تو عمل میں نہیں ہوتا۔ اسی طرح بیوی کی بھی تربیت نہیں ہوتی۔

دینداروں میں بگاڑ کی وجہ

بعض دین دار لوگوں میں بھی اگر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دیندان تو ہوتے ہیں، لیکن دین دار نہیں ہوتے۔ یعنی دین کی معلومات تو ہوتی ہیں، لیکن دین اندر اُترا ہوا نہیں ہوتا اس وجہ سے بھی پریشانیاں پیش آتی ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے مردوں کو تاکید فرمائی، سفارش فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:19)

ترجمہ: ''اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو''۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو! یہ ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے، سیدھا کرنے لگو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر چھوڑ دو گے تو وہ تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ (صحیح بخاری: رقم 4890)

خوب بات سمجھائی کہ حکمت کے ساتھ زندگی گزارو۔ یہاں بیوی کی برائی کرنا مقصود نہیں ہے، فقط مردوں کو سمجھانا مقصود تھا کہ دیکھو! گزارا کرنا ہے حکمت کے ساتھ۔ تحمل سے کام لینا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی بھی سفارش ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی بھی سفارش ہے۔

بہترین مرد

پھر نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ مردوں میں کون سے مرد بہترین ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہم سارے ہی اچھے، بلکہ بہت اچھے ہیں۔ یہ کیسے پتا چلے گا کہ ہم حقیقت میں اچھے ہیں۔ صرف اپنے زُعم میں اچھا ہونا برا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔ اور میں خود اپنے گھر والوں کے لیے تم

سب میں سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ (سنن الترمذي: باب في فضل أزواج النبي ﷺ)

جو خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اچھا، وہ اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی نگاہ میں بھی اچھا۔ اگر کوئی آدمی سوسائٹی میں اچھا ہو، بزنس بہت اچھا ہو، خوبصورت بھی ہو، اسمارٹ بھی ہو، بڑے دنیا کے کام کر لیتا ہو۔ اگر وہ بیوی بچوں کے ساتھ اچھا نہیں تو شریعت کی نگاہ میں وہ اچھا نہیں، خواہ دنیا اس کو جتنا اچھا کہتی رہے۔ شریعت نے مختلف حقوق بتا دیے ہیں، مرد کو عورت کے بارے میں، اور عورت کو مرد کے بارے میں۔ تفصیلات بہت ہیں۔ یہ حقوق ہم سیکھتے نہیں پھر علم نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی کا معاملہ آتا ہے۔ اسی طرح حقوق میں ایک حق ہے خرچے کا، اخراجات کا کہ یہ شادی کے بعد کس کے ذمے ہیں؟ بیوی کے ذمے ہیں یا خاوند کے ذمہ ہیں؟ شریعت نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے؟ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اسے سمجھیے!

مرد پر خرچے کی ذمہ داری

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مردوں سے فرمایا کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنی بیویوں پر خرچ کرو۔ امیر اپنی حیثیت کے مطابق، غریب اپنی حیثیت کے مطابق۔ ارشادِ باری عزّ اسمہٗ ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (الطلاق:7)

ترجمہ: ’’ہر وُسعت رکھنے والا اپنی وُسعت کے مطابق نفقہ دے‘‘۔

یہ قرآن کریم ہے۔ اور معاملہ کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

دیکھیں! آج ایک نکاح ہونا ہے، ابھی ہوا نہیں، بیان کے بعد اِن شاء اللہ ہوگا۔ اب یہ جو دولہے میاں بیٹھے ہیں، ان کا اس وقت دلہن کو دیکھنا منع ہے اور حرام ہے، بات

چیت کرنا حرام ہے، ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ کس وجہ سے؟ اس لیے کہ ابھی نکاح ہوا نہیں ہے۔ پھر جب نکاح کی تقریب ہو جائے گی تو جس کو دیکھنا حرام تھا، اس کو دیکھنا عبادت بن جائے گا۔ جس سے بات کرنا حرام تھا، اس سے بات کرنا، اس کے دل کو خوش کرنا عبادت بن جائے گا۔ یہ کس کے نام کی برکت سے معاملہ حلال ہوا؟ اللہ تعالی کے نام کی برکت سے۔ اتنی برکتوں والا نام ہے اللہ ربّ العزّت کا۔ جیسے کوئی جانور ویسے ہی ذبح کر دے، اللہ تعالی کا نام نہ لے تو حرام ہوگا، لیکن اللہ اکبر کہے، اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ بس اللہ تعالی کے نام کی بڑی برکتیں ہیں۔

یہ جو دولہا دلہن میاں بیوی کی حیثیت سے ان شاء اللہ ایک ہو رہے ہیں، یہ اللہ تعالی کے نام کی برکت سے ہو رہے ہیں۔ اور یہ جو مرد کو اجازت مل رہی ہے کہ عورت سے تسکین حاصل کرلے تو یہ بھی اللہ تعالی کے نام کی برکت سے اس کے لیے حلال ہو رہی ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے اس نکاح کے ذریعہ اتنی آسانی فرما دی۔ اس نکاح کے فوراً بعد بہت ساری چیزیں مرد کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، اور بہت ساری چیزیں عورت کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ آج جو بات کرنی ہے وہ اخراجات کے بارے میں بات کرنی ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے اس سلسلے میں ہمیں کیا احکامات دیے ہیں۔ اُمید ہے کہ توجہ کے ساتھ باتوں کو سنیں گے۔ پچھلے اتوار کو بھی ایک نکاح تھا۔ آج بھی ایک نکاح ہے اور اللہ کی شان کہ ہمارے جامعہ کی ایک بچی ہے اور دوسرے سال کی طالبہ ہے۔ اور دولہا میاں بھی ما شاء اللہ جامعہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جامعہ کی خدمت، اور مختلف کاموں کو شوق اور محبت سے کرتے ہیں۔ دونوں ہی جامعہ سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالی خیر رکھے۔ آج کی مجلس میں جو تھوڑی سی کھنچائی ہے وہ مردوں کی ہے۔ عورتوں کی باری

بھی آئے گی، لیکن بعد میں اِن شاء اللہ۔

بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا اَجر

حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سنی ہے: آدمی جو اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد: رقم 7705)

حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کچھ بھی آدمی اپنی بیوی کو دیتا ہے وہ صدقہ ہے۔

(مسند احمد: رقم 17165)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب سمجھتے ہوئے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری: رقم 55، صحیح مسلم: رقم 1002)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ دینار جسے تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، وہ دینار جسے تم نے کسی غلام کی آزادی کے لیے خرچ کیا، وہ دینار جو تم نے کسی مسکین کو صدقہ دیا، وہ دینار جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، اجر میں وہ دینار زیادہ ثواب کا باعث ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ (صحیح مسلم: رقم 995)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ ربّ العزّت تم میں سے جسے مال سے نوازیں، تو اسے چاہیے کہ (خرچ کرنے میں) ابتدا اپنے آپ اور اپنے اہلِ خانہ سے کرے۔ (صحیح مسلم: رقم 1454)

ایک اور روایت میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

فإنّ نفقتك على أهلك وولدك وخادمك صدقةٌ ، فلا تتبع ذلك منًّا ولا أذى.

ترجمہ: ''بے شک تیرا اپنی بیوی، اپنے بچوں اور خادموں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔ اس (خرچ کرنے) کے بعد نہ احسان جتلانا اور نہ (انہیں) تکلیف دینا''۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 1239)

ایک صحابی معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا اپنی بیویوں پر کیا حق ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ، جو تم پہنو (جس معیار کا کپڑا) وہ انہیں پہناؤ۔ انہیں چہرے پر نہ مارو، اور نہ انہیں بدصورتی کا طعنہ دو، اور نہ انہیں جدا کرو۔ (سنن ابی داؤد: رقم 2142)

''جو تم پہنو وہ انہیں پہناؤ'' کا کیا مطلب ہے؟ اچھا پہنتے ہو تو اچھا پہناؤ۔ اچھا کھاتے ہو تو اچھا کھلاؤ۔ سادہ پہنتے ہو تو سادہ پہناؤ۔ سادہ کھاتے ہو تو سادہ کھلاؤ۔ اس معاملے کو اپنی استطاعت کے مطابق انجام دو۔ جس آدمی کی جتنی گنجائش ہے اُس طرح اسے ڈیل کرے۔ اگلی جو تین باتیں ہیں اس میں امیر غریب کا مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ اس میں یہ فرمایا کہ تم ان کو چہرے پر نہ مارنا، بدصورتی کا طعنہ نہ دینا، انہیں جدا نہ کرنا یعنی گھر سے بے دخل نہ کرنا۔

معاشرتی ٹوٹ پھوٹ کے اسباب

کتنے خاوند ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔ شادی سے پہلے جب منگنی وغیرہ کرتے ہیں، اس وقت تو ہر چیز بڑی اچھی چل رہی ہوتی ہے۔ بہت Select کر کے لاتے ہیں۔ جیسے ہی Select کر کے آتے ہیں پتا نہیں کیا عداوت

شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کیا کہتے ہیں؟ تُو ایسی، تیرا باپ ایسا، تیری ماں ایسی، تیرا خاندان ایسا۔ بھئی! ساری چیزیں تو پہلے سمجھ کر لائے ہو، خود فیصلہ کیا ہے۔ کہیں اور کر لیتے اگر وہ بری صورت تھی، اس کے ماں باپ اچھے نہیں تھے۔ اب کیوں وہ بری لگنے لگی گئی ہے۔ کیوں اس کے ماں باپ بُرے لگنے لگ گئے ہیں جو تھوڑے دن پہلے بالکل ٹھیک تھے۔ نکاح سے پہلے سُسرال والوں کی بڑی خدمت ہو رہی ہوتی ہے، اور نکاح کے ایک دو مہینے بعد وہی بُرے لگ رہے ہوتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا کہ ''انہیں نہ مارو''۔ یہ بھی نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت سے فرمایا ہے۔ اور آج بہت سارے مرد ایسے ہیں جن کا ہاتھ قابو میں نہیں ہوتا۔ اگر حکمت اور محبت کے ساتھ رہیں گے تو ہاتھ اُٹھانے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ انہیں گھر سے نہ نکالو۔ ذرا غور تو کریں کہ اپنی اسی بیوی کو جو اس کی اپنی عزت ہے، ہاتھ پکڑ کر دھکے دے کر باہر نکالنا، اسے ہم درندگی نہیں، تو کیا نام دیں؟ اسی سے اولاد ہوئی، اسی سے سارے اپنے کام کاج کروائے اور آج اسی کو بے گھر کر رہا ہے۔ سوچیے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ کل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے۔

یہ تو آپ نے چند باتیں سنیں۔ اب قیامت کے دن کیا معاملہ پیش آنا ہے اُس کو بھی حدیث پاک کے حوالے سے سن لیجیے۔

اہل وعیال پر خرچ کا میزان میں تولا جانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جو میزان

میں رکھا جائے گا وہ آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ ہے۔

(معجم اوسط للطبرانی: رقم 6302)

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمادیا:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا کہ نفقہ کا حساب ہوگا۔ دیکھیں! سمجھایا جارہا ہے کہ مرنے کے بعد تو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہی ہے۔ پھر جب سب سے پہلے اعمال نامے میں حقوق العباد کی بات آئے گی تو یہ بات سب سے پہلے رکھی جائے گی کہ تم بیوی کے ساتھ کیسے رہے۔ حقوق اللہ میں نماز کا معاملہ سب سے پہلے ہوگا، اور حقوق العباد میں سب سے پہلے بیوی بچوں کا معاملہ کہ تم ان کے ساتھ کیسے رہے۔ یہ قیامت کے دن سوال ہوگا۔ اب ہمیں چاہیے کہ اللہ ربّ العزّت نے جس کو ہمارے لیے حلال کیا، اب اپنی استطاعت کے اندر رہتے ہوئے اس کا خیال رکھیں۔ گھر والوں پر خرچ کرنا یہ فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے) میں خرچ کرنے کی مانند ہے۔

اہلِ خانہ پر خرچ کا مطلب

لیکن یہ کس وقت تک فی سبیل اللہ رہتا ہے؟ اس کی کوئی حد بھی ہے یا کوئی حد نہیں؟ جی ہاں! بالکل ہے کہ جائز ضروریات پر خرچ ہوتا رہے۔ لیکن جب اسراف، فضول خرچی پر خرچ ہو، اور ایسے کپڑے آپ لا کر دیں جو بے حیائی کے علمبردار ہوں، جو غیر قوموں کی مشابہت رکھتے ہوں، جن کا اسلام سے اور دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ ایسی چیزیں جیسے گانے بجانے کی چیزیں گھر والوں کو لا کر دینا۔ گویا گھر میں منی سینما گھر بنا دیا۔ اب کیا ہوگا؟ یہ سب بھی اگرچہ گھر والوں کے لیے کیا ہے، لیکن

یہ سب حرام ہوگا اور گناہ ہوجائے گا۔ اور اس سب پر قیامت کے دن پکڑ ہوگی۔ خرچ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنے سے حلال اور حرام کی تمیز ختم ہوگئی، اور کوئی مسئلہ باقی نہیں رہے گا۔ کہاں خرچ کرنا ہے؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ قیامت کے دن جو سوالات ہوں گے ان میں کیا کچھ ہے؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ زندگی کہاں گزاری؟

دوسری بات جوانی کہاں گزاری؟

تیسری بات کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟

چوتھی بات اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ (سنن ترمذی: رقم 2416)

جہاں سے کمانا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دیکھنا ہے کہ کہاں کہاں سے ہمیں کمانے کی اجازت ہے۔ اور پھر کہاں خرچ کرنا ہے، اس پر بھی اللہ ربّ العزّت کی طرف دیکھنا ہے کہ ہم نے کہاں خرچ کرنا ہے۔ شریعت کو دیکھنا ہے کہ شریعت کیا کہتی ہے؟ بیوی بچوں پر وہ خرچ جو خوش دلی کے لیے ہو، شریعت کے دائرے میں ہو، اُس میں اِسراف نہ ہو، دِکھلاوا نہ ہو، نمود و نمائش نہ ہو، وہ سب عبادت اور صدقہ ہے۔ لیکن اگر آپ نے ایسی چیزیں لا کر دے دیں جس سے وہ سارا دن گانے بجانے میں لگے ہوئے ہیں، یا لباس شریعت کے خلاف ہے، اور فضول خرچی میں معاملات جا رہے ہیں تو اس سارے خرچ کا آپ کو گناہ ملے گا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بیوی بچوں کی ذمہ داری کون پوری کرے؟ اللہ ربّ العزّت نے ہر بات کو سمجھایا ہے۔ اس میں ہر زاویے سے دیکھا جائے گا، صرف ایک طرف سے نہیں دیکھا جائے گا کہ ماشاء اللہ بیوی بچوں پر خوب خرچ کر دیا تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ نہیں، حلال خرچ کرنا ہے، حلال کمانا ہے، حلال

خرچ کرنا ہے۔ جائز جگہوں پر خرچ کرنا ہے، ناجائز خرچ نہیں کرنا۔

اچھا! بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کے پاس اہلِ خانہ کے خرچ کے لیے تو ہوتا ہے، اس کے علاوہ ضرورت مندوں پر خرچ نہیں کرتے۔ یہ بھی زیادتی ہے۔ شریعت کا مزاج اس طرح سے نہیں ہے۔ یہ بات بھی ان شاء اللہ آئے گی۔

سُسرال سے بہانے بہانے سے مانگنا

بعضے ایسے بھی لوگ ہیں جن کے پاس وُسعت ہوتی ہے اور باوجود وُسعت کے بیوی بچوں کے ضروری اخراجات پورے نہیں کرتے۔ جیسا کہ آج کل پیش آرہا ہے۔ بہت سارے خاوند حضرات کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ بیوی سُسرال سے ہی لے آئے۔ بیوی کو مجبور کرتے ہیں کسی نہ کسی بہانے سے۔ خود ماشاءاللہ کھاتے کماتے ہیں، لیکن بیوی کو مجبور کرتے ہیں کسی بھی طریقے سے۔ مجبور کرنے کے لیے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہوتا۔ نفسیاتی اعتبار سے پریشان کرنا، ضرورتیں پوری نہ کرنا۔ وہ کہہ رہی ہے چھ مہینے ہوگئے آپ گھر کی چیزیں پوری نہیں کررہے۔ سال ہوگیا یہ یہ چیزیں ختم ہوگئیں۔ وہاں سے یا تو کوئی جواب نہیں، یا پھر ایسا جواب ملتا ہے کہ عورت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔ بالآخر وہ باپ کو فون کرے گی، اُن سے سوال کرے گی۔ تو آپ نے اسے مجبور کردیا، چاہے زبان سے کیا، چاہے کردار سے کیا۔ اگر آپ کے پاس وُسعت ہے جائز ضروری اخراجات کے لیے، اور آپ نہیں دے رہے، اور وہ اپنے ماں باپ کو دیکھ رہی ہے، کسی اور کو دیکھ رہی ہے تو اس بارے میں ذرا حدیثِ پاک سن لیجیے۔

بدترین شخص جو گھر والوں پر تنگی کرے

حضورِ پاک ﷺ کا ارشاد ہے: لوگوں میں سب سے بدتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل

وعیال پر خرچ میں تنگی کرے۔(کنز العمال:375/16)

یہ تو ایک درجہ بتایا، اس سے اگلا درجہ بھی سن لیجیے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مجھ سے نہیں جسے اللہ پاک نے وُسعت دی ہو اور پھر وہ اہل وعیال پر خرچ میں تنگی کرے۔

(تنویر شرح جامع صغیر: رقم 7677)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں، مجھ سے واسطہ نہیں۔ اس سے براءت کا اظہار کر رہے ہیں جو وُسعت کے باوجود گھر والوں پر تنگی کرے۔ لوگوں کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ بعض تو کھلے منہ ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اپنے باپ کو فون کرو۔ تمہیں یہ چاہیے ٹھیک ہے فون کرو۔ مجبور کرتے ہیں، اظہار کر دیتے ہیں۔ اور بعض ذرا شریف قسم کے ہوتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ زبان کا اظہار ہے پکڑ میں آجائیں گے، دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں یہ فوراً لکھ لیں گے۔ تو وہ اور طریقے اختیار کرتے ہیں، ضروریات پوری نہیں کرتے۔ اُن کو نظر آ رہا ہوتا ہے کہ فلاں چیز ضرورت کی ہے، نہیں پوری کر رہے۔ یہ عملاً وہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس مکمل گنجائش ہے، اس کے بعد آپ کی بیوی کسی کی طرف دیکھے اخراجات پورے کرنے کے لیے تو یہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے ہوئے حق کو پورا نہیں کیا، قیامت کے دن اس بارے میں پکڑ ہوگی۔

علماء و صلحاء سے رابطہ رکھنا

ہر بات کی اپنی حدود ہیں، جنہیں اپنے موقع پر دیکھا جاتا ہے۔ صرف ایک زاویے سے، ایک نظر سے سب کو نہیں دیکھا جاتا۔ حالات کیا ہیں؟ معاملات کیا ہیں؟ اس کے

لیے انسان علماء سے رجوع کرے۔ کوئی اگر اللہ والے سے بیعت ہو تو اپنے شیخ سے رابطہ کرے، ان سے پوچھے کہ اس مرحلے پر کیا کرنا چاہیے؟ مختلف حالات کے حساب سے بعض معاملات میں تبدیلی آجاتی ہے کہ آپ کے لیے یہ بہتر ہے، اس کے لیے یہ بہتر ہے۔ اگر غریب آدمی ہے تو اپنی غربت کے اعتبار سے حق ادا کرے، اور خوشحال آدمی ہے تو خوشحالی کے اعتبار سے حق ادا کرے، تو دونوں کے لیے الگ معاملہ ہے۔ وسعت ہو اور ضروری اخراجات انسان نہ پورے کرے تو یہ گناہ کی بات ہے۔

اچھا! خرچے میں صرف بیوی ہی نہیں ہے۔ اس کا دائرہ شریعت نے کھلا رکھا ہے۔

خرچ میں وسعت لانا

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں زیادہ کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ (یعنی میرے پاس گنجائش ہو تو میں کیسے خرچ کروں؟) حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے پھر پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے پھر پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں ساتھ۔ (غرض تین مرتبہ ایک ہی بات ارشاد فرمائی) پھر پوچھا تو فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر پوچھا تو فرمایا: قریبی رشتے داروں پر۔ (سنن ترمذی: رقم 1897)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ وہ خرچ روک لے (ان سے جن کی اللہ تعالیٰ نے اسے ذمہ داری سونپی ہے، یعنی اپنے اہل وعیال کی خبر گیری نہ کرے)۔

(صحیح مسلم: رقم 996)

آدمی کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اپنی جگہ، لیکن اگر وہ بیوی کا خیال نہیں رکھ رہا تو

شریعت کی نگاہ میں گنہگار ہے، قصوروار ہے، مجرم ہے۔

عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر وعظ فرمایا جس میں عورتوں کے معاملے میں فرمایا: عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کہ جس کے نام پر تم نے اسے حاصل کیا، اور اسی کے نام سے وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں۔ (صحیح مسلم: 1218)

آپ سورۃ البقرۃ دیکھیے! جہاں میاں بیوی کے مسئلے بہت زیادہ تفصیل سے آئے ہیں، وہاں ایک لفظ آخر میں ہر مرتبہ آیا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ . وَاتَّقُوا اللّٰهَ

ترجمہ: ''اللہ سے ڈرو''، ''اللہ سے ڈرو''۔

اتنی تکرار ہے اتنی تکرار ہے کہ دیکھو! تم آپس میں ساتھ رہتے ہو اللہ سے ڈرو۔ کیوں؟ اس کے اندر ایک حکمت علماء نے یہ لکھی حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بہت سارے معاملات میاں بیوی کے ایسے ہوتے ہیں جو انہی دونوں کو پتا ہوتے ہیں باقی لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ یہ دونوں اس کی گہرائی کو اور حقیقت کو سمجھ رہے ہوتے ہیں، باہر والے تو سارے ظاہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو ان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دیکھو! معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ تیری جیب میں پیسے ہیں تیری بیوی دوسروں کی زکوٰۃ اور خیرات کی محتاج ہو رہی ہے، یا تیری بیوی جس کو تُو نے طلاق دے دی، آگے یہ اولاد بھی ہے، تیرے پاس پیسے بھی ہیں، لیکن تُو نے دنیا کو بتایا ہوا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، تو اللہ سے ڈرو۔ اس طرح کے اور بہت سارے معاملات اس میں ہیں۔

جب اللہ کا خوف ہوگا، خوفِ خدا سامنے ہوگا تو انسان سیدھا رہے گا۔

یہاں سے بات ساری سمجھ میں آگئی کہ ہمیں یہ چاہیے کہ ہم اپنی وُسعت کے مطابق گھر والوں کے لیے اخراجات کا اہتمام کریں۔

خرچ میں ترتیب

حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منوّرہ حاضر ہوا تو میں نے دیکھا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ دینے والا ہاتھ بلند ہے (باعثِ فضیلت ہے) سب سے پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، پھر اپنی ماں پر، پھر اپنے باپ پر، پھر اپنی بہن پر، پھر اپنے بھائی پر، پھر اُن پر جو قریب ہوں، پھر جو اُن سے قریب ہوں اُن پر خرچ کرو۔

(مستدرک حاکم: رقم 4275)

حضرت کُلَیب بن منفعۃ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! میں کن کن کے ساتھ بھلائی کروں؟ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ، اپنی بہن کے ساتھ، اپنے بھائی کے ساتھ، اور اس خادم یا غلام کے ساتھ جو تمہارے ساتھ رہتے ہوں اُن کا حق واجب ہے، ان پر صلہ رحمی کے طور پر خرچ کرو۔ (سنن ابی داؤد: رقم 5140)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک تم میں سے کسی کو مال عطا فرمائے تو وہ اپنی ذات سے اور اپنے گھر والوں سے خرچ شروع کرے۔ (صحیح مسلم: رقم 1454)

یعنی پہلے اپنے اوپر، پھر اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی میں روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنے سے خرچ شروع کرو، جو بچ جائے تو گھر والوں پر خرچ کرو، اب بھی کچھ بچ جائے تو رشتے داروں پر خرچ کرو، اس کے بعد بھی بچ جائے تو اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں والے پڑوسیوں پر خرچ کرو۔ (صحیح مسلم: رقم 997)

اب یہاں سے کیا معلوم ہوا کہ ہر آدمی کی اپنی گنجائش ہے۔ ہر آدمی اپنی استطاعت کے اعتبار سے اس مسئلے کو سمجھ لے کہ سب سے پہلے تو اپنی ذات کے اخراجات پورے کرے، کھانے پینے کی ضرورت، کپڑے کی ضرورت۔ پھر بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرے، پھر قریبی لوگوں کے جو ایک چھت کے نیچے رہنے والے ہیں، والدین، بھائی بہن وغیرہ۔ پھر بھی گنجائش ہے تو اپنے اردگرد پڑوسیوں کو دیکھا جائے کہ جو ان میں سے ضرورت مند ہیں، ان کا خیال رکھے۔ بہت سارے حقوق ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ بس اپنا اپنا کرتے رہو اور دوسرے کی خبر گیری تک نہ کرو۔ اگر آپ کے پاس پیسہ ہے آپ نے اپنا خرچ پورا کیا، بیوی بچوں کا پورا کیا، والدین کا پورا کیا، بہن بھائیوں کا پورا کیا۔ بڑی سعادت مل گئی۔ صلہ رحمی ہوگئی، حسنِ سلوک ہوگیا۔ اگر اور کثرت سے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو اب کیا کرے؟ اب اپنے رشتے داروں میں دیکھا جائے۔ خالہ، پھوپھی، چچا کوئی اس طرح رشتے دار نکل سکتا ہے، سامنے آسکتا ہے جس کے حالات مخدوش ہوں۔ اب انسان انہیں تلاش کر کے اُن کو بھی دے۔ اس کے بعد بھی گنجائش ہو تو کیا وہ اپنا ہوگیا؟ نہیں، پھر بھی اپنا نہیں ہوا۔ اب فرمایا کہ اپنے پڑوسیوں کو تلاش کرو، اِردگرد دیکھو۔ کیا اس کے بعد چھٹی ہوگئی؟ نہیں، اس کے بعد فرمایا:

ہر ضرورت مند کا مالدار پر حق ہے

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ:10)

ترجمہ: ''اور جو سوال کرنے والا ہو، اسے جھڑکنا نہیں''۔

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج:25,24)

ترجمہ: ''اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے، سوالی اور بے سوالی کا''۔

دیکھو! خاندان میں کس کو زیادہ ضرورت ہے، اس کو دو۔ کوئی مانگنے والا سائل آجائے، اس کو دو۔ پوری ایک ترتیب ہے۔ اگر کوئی آدمی صرف بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے اور بہن بھائیوں کو ضرورت ہے، اور بہن خدانخواستہ طلاق ہو چکی گھر آگئی۔ ہمارے معاشرے میں وہ بچی جسے خدانخواستہ حادثہ طلاق پیش آجائے، یہ جب ہمارے گھر میں آتی ہے تو اس کی حیثیت ایک ماسی، ایک کام والی اور ایک جمعدارنی اور ایک بھنگن سے زیادہ نہیں ہوتی۔ شریعت نے حکم دیا کہ یہ بھائی کی ذمہ داری ہے کہ اس کے اخراجات کو پورا کرے، بوجھ نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرے۔

جس آدمی کے پاس مال ہے ہی نہیں، اسے شریعت نہیں کہتی کہ تم سارے خاندان پر خرچ کرو۔ خاندان کی طرف کس کو متوجہ کیا جارہا ہے؟ جسے اللہ تعالیٰ نے وُسعت دی ہے۔ اب ایک آدمی کام کر رہا ہے، اس کی اچھی آمدنی ہے اور اسی کے سگے بھائی کا کام نہیں ہے، اور یہ اس پر خرچ نہیں کر رہا تو کیا عنداللہ یہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے وسعت سے نوازا، چھوٹ جائے گا؟ قریبی رشتہ دار مثلاً خالہ، پھوپھی وغیرہ آدمی کی ذمہ داری میں آتے ہیں۔ آدمی اپنے سارے خرچے پورے کر رہا ہے اور اُن کی جائز ضرورت کو نہیں پوچھتا جبکہ اس کے پاس گنجائش بھی ہے، تو قیامت کے دن اسے اپنے رشتے

داروں سے متعلق جواب دینا ہوگا۔خرچ اللہ تعالیٰ کے اور نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر ہی کرنا ہے۔

ادائیگی حقوق پر اللہ تعالیٰ کا معاملہ

حضرت جی دامت برکاتہم سے بہت مرتبہ یہ بات سُنی کہ بعض لوگوں کو اللہ ربّ العزّت مال ان کی اپنی ذاتی ضرورت سے بہت زیادہ عطا فرماتے ہیں۔ وہ سارا اُن کا نہیں ہوتا۔ اگر وہ زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہیں، گھر والوں کا نان نفقہ بھی پورا کرتے رہیں، شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے قریبی رشتے داروں کو بھی دیکھتے رہیں اور لوگوں کی بھی مدد کرتے رہیں، سائلین کی بھی مدد کرتے رہیں، طلباء، مدارس اور نیک لوگوں کا بھی خیال کرتے رہیں، علماء کا بھی خیال کرتے رہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اس منصب پر باقی رکھتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا رسول اللہ ﷺ کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے منصب پر باقی رکھتے ہیں، ان کا مال کم نہیں ہوتا، گھٹتا نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے گارنٹی دے دی کہ اُن کا مال کم نہیں ہوتا۔

ہاں! اگر یہ حقوق میں کوتاہی کریں، خرچہ دینے میں کمی کریں۔ مانگنے والوں کو اور قریبی لوگوں کو محروم کریں اور کسی پر خرچ نہ کریں۔ پھر اللہ ربّ العزّت اکثر اوقات ان سے مال کو واپس لے لیتے ہیں اور یہ ڈیوٹی کسی اور کو دے دیتے ہیں۔ آپ نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ جی! پہلے تو بہت اچھے تھے، مٹی کو ہاتھ لگاتے تو سونا بن جاتی تھی۔ اور اب سونے کو ہاتھ لگاتے ہیں تو مٹی بن جاتا ہے۔ ذرا غور تو کریں اپنے اس زمانے پر، جب وہ مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے اور وہ سونا بن جاتی تھی۔ اُس وقت ان کی

طرف جو مالی حقوق متوجہ تھے، اس میں انہوں نے کیا کیا تھا؟ اس وقت انہوں نے اس میں کوتاہی کی۔ یہی سمجھتے رہے کہ یہ مال میرا ہے۔ اور یہ بھی سمجھتے رہے کہ ہمیشہ میرے پاس ہی رہے گا۔ یہ مال نہ میرا ہے، نہ ہمیشہ میرے پاس رہے گا۔ یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور واپس چلے جانا ہے۔

ہسپتال کے مالک کی رُوداد

لاہور میں ایک صاحب کا ہسپتال خوب چلتا تھا، اور خوب اُن کی آمدنی اس سے ہوتی تھی۔ وہ صاحب ماشاء اللہ چالیس گھروں کی کفالت کرتے تھے۔ ہر مہینے چالیس گھروں کو راشن پہنچایا کرتے تھے۔ اور اللہ ربّ العزّت اس کی برکت سے ان کو خوب دے رہا تھا۔ الحمدللہ! کوئی کمی نہیں تھی۔ اللہ کی شان کہ ان صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ان کی اولاد نے انتظام سنبھالا تو کہنے لگے کہ ابا تو پاگل تھا، اتنا سب دوسروں کو دے رہا تھا۔ اب جب زیرِ کفالت ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس سے اُن کا کام کم ہونا شروع ہوگیا۔ اِن مرحوم کی بیوہ نے ایک عالم کو بتایا کہ ہمارے گھر کا خرچہ اتنا تو آ رہا ہے جتنی آج ہماری ضرورت ہوتی ہے، ہمارے خرچے تو پورے ہیں، لیکن جو 40 گھروں کی میرے خاوند نے ذمہ داری لی ہوئی تھی وہ سارا کم ہوگیا ہے۔ اب وہ نہیں مل رہا۔ ان عالم نے جواب دیا کہ وہ اب اللہ تعالیٰ نے کسی اور کی طرف بھیج دیا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سب میرا آ رہا ہے، وہ کسی اور کا اللہ بھیج رہے ہوتے ہیں۔ آپ ڈاک پہنچاتے جائیں، ڈاکیے کی Job لگی رہے گی۔ اچھا ڈاکیہ وہی ہوتا ہے کہ جب اس کو ڈاک دی جائے، وہ ہر جگہ ڈاک پہنچادے۔ محکمہ ڈاک اس کو برقرار رکھتا ہے۔ اور

جب وہ ڈاک نہ پہنچائے، اپنے پاس ہی تھیلے میں بھرے رکھے تو بہت جلدی ایسے ڈاکیے کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ تو جو ہمارے پاس مال آ رہا ہے، اگر وہ ہماری ضرورت سے بہت زیادہ ہے تو وہ صرف ہمارا ہی نہیں ہے، اس میں کئی لوگوں کا حق ہے۔

حرام مال کا حرام جگہ لگنا

کچھ ایسے لوگ بھی آپ نے دیکھے ہوں گے کہ میوزیکل شوز پر، ناجائز محفلوں میں 50,50 ہزار روپے بھی خرچ کر دیتے ہیں۔ کچھ دن پہلے ایک خاتون کا پیغام آیا کہ میرے خاوند 50,45 سال کی عمر ہوگئی ہے۔ زندگی میں کبھی ایک روپیہ بھی زکوۃ نہیں دی۔ اس خاتون نے بتایا کہ میرے خاوند مجھ سے پرسوں کہہ رہے تھے کہ جی! ہم نے فلاں فنکشن میں جانا ہے، کوئی گلوکارہ آئی ہوئی ہیں۔ ایک ٹیبل بک کرانے پر 35 ہزار روپے لگیں گے، اور کھانے پینے کے اخراجات الگ ہیں۔

یہ شریعت اور دین سے دوری کی بات ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال صاف نہیں ہے۔ مال پاک نہیں ہے۔ حلال مال عام طور سے حلال جگہوں پر ہی استعمال ہوتا ہے۔ جسے اللہ ربّ العزّت نے مال دیا ہو، وہ اپنے اوپر بھی خرچ کرے، گھر والوں پر بھی خرچ کرے، اور مزید رشتے داروں کو بھی دیکھے، پڑوسیوں کو بھی دیکھے، مدارس کو، علماء کو، طلباء کو دیکھے، اُن کا خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اسے ملیں گی۔ اس کا مال بھی کم نہیں ہوگا اور برکتوں کو لانے کا ذریعہ بنے گا۔

صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

حضورِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم: رقم 2588)

جنابِ رسول ﷺ کو تو کفار بھی صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ اُمیہ بن خلف ایک

مشرک آدمی تھا۔ اُس نے نبی ﷺ کہا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے۔ اسے بہت کچھ کھلاتا پلاتا ہوں۔ میں اس پر بیٹھ کر تجھے ماروں گا۔ (العیاذ باللہ) نبی ﷺ اس سے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تُو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ بس یہ سننا تھا کہ اسے یقین ہوگیا کہ اب تو میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ ذرا غور کیجیے کہ پکا کافر ہونے کے باوجود اُسے یقین تھا کہ میں نبی علیہ السلام کے ہاتھوں ہی مارا جاؤں گا۔ یہ جو کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے پورا کرادیتے ہیں۔ تو جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا، تو کیسے کم ہوسکتا ہے؟ بھئی! آپ کا کاروبار نہیں چل رہا، آپ صدقہ بڑھا دیں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے نبی ﷺ کی بات کو پورا کرتے ہیں۔ آپ صدقے میں کمی نہ ہونے دیں، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں آتی چلی جائیں گی۔

اور جو ترتیب نبی علیہ السلام نے بتائی ہے اپنے پر، گھر والوں پر، والدین پر، بہن بھائیوں پر، رشتے داروں پر، پھر پڑوسیوں پر۔ اس ترتیب سے چلتے چلے جائیں، خرچہ کرتے چلے جائیں، ان شاء اللہ کبھی کم نہیں ہوگا۔ اس عرش والے کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ بس ہم اپنی طرف سے رکاوٹیں پیدا نہ کریں، پھر کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ہم جو اپنی طرف سے شریعت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خرابی پیدا کرتے ہیں، پھر معاملہ خراب ہوجاتا ہے۔

اہلِ خانہ کا خیال رکھنا

حضورِ پاک ﷺ اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کتابوں میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یہودیوں کے باغات میں سے خُمس مال سے اپنی بیویوں کا سال بھر کے نفقے کا انتظام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم 3094)

ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ

خیبر کی جائیداد سے اپنی ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ 80 وسق کھجور اور 20 وسق جَو دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم 2203)

جیسے آج کل کلو میں چیزیں بیچی جاتی ہیں، اس زمانے میں وسق ایک پیمانہ تھا جس کے لحاظ سے چیزوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اتنی کھجوریں اور جَو دے دیا کرتے تھے جو سال بھر کے لیے کافی ہو جاتے۔ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی اپنی عادت یہ تھی کہ جو سال بھر کے لیے ان کے لیے کافی ہوتا تھا، وہ چند دنوں یا چند ہفتوں میں خرچ کر دیتی تھیں۔ وہ بھی تو نبی علیہ السلام کو دیکھتی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے اپنے لیے سال بھر کا کبھی نہیں رکھا، بیوی کو سال بھر کا ضرور دیا۔

ایک سوال کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گزارا کیسے ہوتا تھا؟ یاد رکھیے کہ اللہ ربّ العزّت کہیں سے کوئی ہدیہ بھیج دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھروں کا خیال رکھتے تھے۔ بعض کے گھروں میں بکریاں تھیں تو وہ دودھ بھیج دیتے، اُس سے گزارا ہو جاتا۔ کبھی کوئی کھجور بھیج دیتا، اس سے گزارا ہو جاتا۔ کبھی کوئی گوشت بھیج دیتا، اس سے معاملہ چل پڑتا۔ اپنی جتنی ضرورت ہوتی وہ رکھ لیا کرتیں اور باقی اس میں سے بھی صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

اپنا روزہ یاد نہیں رہا

ایسا بھی ہوا کہ 10 دس ہزار یا اس سے بھی بڑی رقمیں ایک وقت میں آئیں اور انہوں نے ساری اُسی دن خرچ کر دیں۔ ایک روایت میں اس طرح سے آتا ہے 80 ہزار یا ایک لاکھ درہم کی رقم امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی صبح کے وقت، اور شام تک

ساری رقم فارغ کر دی، کچھ بھی نہیں رکھا۔ ان کا اپنا روزہ تھا۔ شام کو ان کی باندی اُمّ ذرّہ نے کہا کہ آپ کے پاس اتنا مال آیا تھا، ایک درہم ہی رکھ لیتیں تو آج افطار میں گوشت لیتے۔ کہنے لگیں کہ پہلے یاد دلا دیتی تو میں رکھ لیتی، اب تو چلا گیا، اب کیا کہنا۔

(حلیۃ الاولیاء: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زہد اور سخاوت)

یہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا مزاج تھا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تنگی کے باوجود خرچ کیا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ! کیا خوب جذبہ تھا۔

مال کے ذریعے خیر خواہی کرنا

ہم یہ تو نہیں کہہ رہے آپ کو کہ سارا مال خرچ کر دیں۔ آج کے زمانے کا اور اُن کے حالات کا فرق ہے۔ اس زمانے میں مال کا ہونا ایمان کی سلامتی کے لیے ڈھال ہے۔ وجہ کیا ہے؟ ایک دوسرے کی خیر خواہی۔ بیوی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا، گھر والوں کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی طرح ایک اور حکم بھی ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ مثال کے طور پر بھائی کا انتقال ہوگیا۔ اب اس کی بیوہ ہے، اس کی بچیاں ہیں، بچے ہیں۔ ان کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہی آتی ہے۔ ایسے ایسے حالات آتے ہیں کہ میں زبان سے بتا نہیں سکتا۔ چند دن پہلے ہی ایک بات سامنے آئی۔ کسی آدمی کا انتقال ہوگیا۔ تو جو اس کا بھائی تھا اُس نے کہا کہ جی! ٹھیک ہے میں آپ کا خرچہ دے سکتا ہوں، لیکن ایک شرط ہے کہ عزت کو نیلام کرنا ہوگا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ! کھلی باتیں کرتے ہیں۔ تو اس زمانے میں مال کا ہونا ایمان کے لیے ڈھال ہے۔ حلال مال کا ہونا اور وافر ہونا، جس کے حقوق ہم ادا کریں یہ ہمارے ایمان کے لیے ڈھال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ہم مال کی وُسعت اور خیر مانگا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم

سب کو عطا فرمائے۔ تو گھر والوں کا خیال کرنا یہ سب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب ہے۔

خرچہ مرد ہی نے دینا ہے

اور جیسے ہی نکاح ہو جاتا ہے۔ نکاح ہوتے ہی ہر آدمی پر اپنی بیوی کا نان نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے بیوی گھر میں ہو، یا مریضہ ہو۔ تمام صورتوں میں اُس کا سارا خرچہ شوہر پر آتا ہے۔ کئی خواتین کے پیغامات آئے کہ ہم بیمار ہیں۔ خاوند یہ کہتے ہیں کہ کھانا پینا ہم پورا کر دیں گے، دوائی کے پیسے اپنے باپ سے لے آؤ۔ کیا یہ ہم نہیں کر سکتے؟ بھئی! بیماری تو صحت مند کو بھی آسکتی ہے، تمہیں خود بھی آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہیں بیمار کر دیتے تم گھر میں پڑے ہوتے پھر کیا کرتے؟ تو معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ جی! پہلے ہمیں بتایا نہیں، سمجھایا نہیں، اب بیماری آگئی ہے تو ہم کیا کریں۔ اب اپنا علاج وہاں سے کرواؤ۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ شامی میں اس بات کو لکھا ہے کہ علاج معالجہ مرد کی ذمہ داری ہے۔ جب مرد کہتا ہے قَبِلْتُ میں نے قبول کیا۔ اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ صرف اچھائیوں کو قبول کیا؟ برائیوں کو نہیں کیا؟ صرف اچھی عادات کو قبول کیا؟ بری عادات کو قبول نہیں کیا؟ کہیں ایسا ہوتا ہے؟ قَبِلْتُ میں نے قبول کیا۔ اس کی ساری ضروریات کو قبول کیا، ہر چیز کو قبول کیا۔ میں مر جاؤں گا، یہ وارث ہے میرے مال کی۔ ساری چیزوں کو جیسی ہے ویسا اس کو قبول کیا۔ ساری ذمہ داریوں کو قبول کرنا ہے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ نان نفقہ اور گھریلو خرچ میں شوہر کی آمدنی کے مطابق گھریلو خرچ شوہر پر لازم ہوگا۔

ایک اور حق بھی بیوی کا متوجہ ہوتا ہے۔ بعض گھروں میں اس کا بھی احساس نہیں کیا جاتا۔ بیوی کو یا تو گھر پورا الگ لے کر دے دیں۔ انسان نہیں دے سکتا، حیثیت نہیں

ہے، یا کوئی اور مسئلہ ہے۔ اور ماں باپ کے ساتھ رہنا ہے، بہت ہی اچھی بات ہے، ٹھیک ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ بیوی کو ایک ایسا کمرہ دینا ضروری ہے جس میں بیوی اور اس کے شوہر کے علاوہ کسی کا عمل دخل نہ ہو۔ وہ آزادی کے ساتھ وہاں رہ سکتی ہو۔ پردے کے ساتھ، آزادی کے ساتھ وہاں رہ سکتی ہو۔ کسی دوسرے کا کوئی عمل دخل اس جگہ میں، اس کمرے میں نہ ہو۔ یہ بھی ذمہ داری ہے۔ (فتاویٰ شامی:600/2)

اور بعض مائیں ایسی بھی ہیں لڑکوں کی کہ باقاعدہ اپنے بیٹوں کو اپنے ساتھ سلاتی ہیں، اور اپنی بہو سے کہتی ہیں کہ تو الگ سو۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ ایسے بہت سارے معالات اس وقت معاشرے میں ہورہے ہیں۔

اسی طرح علماء نے لکھا کہ قریبی رشتے داروں میں اگر کوئی معذور ہو جیسے بہن اپاہج ہوگئی، یا بیمار ہوگئی، یا ایسے رشتے دار مثلاً بھتیجی، بھانجی وغیرہ ہے، اور اس کے والدین نہ ہوں، یا اتنے غریب ہوں کہ گنجائش نہ ہو تو خرچ کے اعتبار سے اُن سب کی ذمہ داری بھی اس مرد پر آتی ہے۔ (فتاویٰ شامی)

یہ کہہ کر فارغ نہیں ہوسکتا کہ میری بیوی بچے ہیں، اس کے بعد اور کسی کی ذمہ داری نہیں۔ علماء نے تفصیل لکھی ہے کہ اگر قریبی رشتہ دار نہ ہوں، دور کے رشتے دار ہوں۔ اور دور کے رشتے دار ایسے ہوں کہ معذور ہوں، اخراجات پورے نہ کرسکتے ہوں تو تب بھی یہ اس کی ذمہ داری میں آتے ہیں۔ ان باتوں کو ہم سمجھیں اور کوشش کریں کہ کبھی بھی کسی کی حق تلفی نہ ہو کہ قیامت کے دن سب سے پہلے پوچھ گچھ ہی یہ ہونی ہے کہ بیوی بچوں کا خرچہ کیسے کیا تھا؟ ضروریات پوری کی تھیں کہ نہیں کی تھیں؟ اور دوسرا یہ کہ ضروریات پوری کرنے کے علاوہ فضول خرچی بھی نہیں کرنی۔ ایسی چیزیں بھی نہیں لاکر

دینی جس سے گناہوں کا ماحول پیدا ہو جائے اور پیسہ گناہ پر خرچ ہونے لگے۔ ہر خرچ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے کرنا ہے ان شاء اللہ۔

اللہ ربّ العزّت عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رزقِ حلال 2

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعة:10)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

معاشرتی حقوق کی ادائیگی

اس دنیا میں ایک مسلمان کی زندگی مختلف مراحل سے گزرتی ہے۔ کبھی راتوں کو جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا ہوتا ہے، اور کبھی دن میں کھانا پینا ہوتا ہے۔ کبھی گھر والوں کے ساتھ

زندگی گزارنی ہوتی ہے اور کبھی اہلِ قرابت کے ساتھ، اور کبھی اجنبیوں سے معاملات ہو رہے ہوتے ہیں۔ معاشرتی حقوق میں جو سب سے زیادہ اہم بات ہے، وہ تجارت کرنا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے تجارت کے متعلق اپنی اُمت کو واضح رہنمائی فرمائی ہے۔ بعض اعمال خود کر کے دکھلائے تو وہ عمل سنت بن گیا۔ اہلِ ایمان کو فضائل سنائے گئے کہ اگر تم شریعت کے مطابق تجارت کرو گے تو اللہ ربّ العزّت قیامت کے دن تمہیں انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ کھڑا کر دیں گے۔ درحقیقت تاجر کا بہت بڑا مقام ہے، لیکن اس سے مراد وہ تاجر ہے جو اللہ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کو پورا کرتا ہو۔ یعنی مسلمان تاجر، ایمان والا تاجر، اللہ کے احکامات کو سامنے رکھنے والے تاجر کو اتنی بڑی عظمت دی گئی ہے۔ اور جس تاجر نے ان احکامات کا خیال نہ رکھا، من مرضی پر چلتا رہا۔ جدھر کو ہوا چل رہی ہے اُدھر کو چلتا رہا اور اللہ کے احکامات کو نہ دیکھا، نبی علیہ السلام کے طریقوں کو نہ دیکھا تو یہی تجارت اس کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دے گی۔ اس لیے تجارت اگر نبی علیہ السلام کے طریقے پر ہے تو باعثِ جنت ہے، اور چوبیس گھنٹے کی عبادت ہے۔ اور اگر اپنی من مرضی کے مطابق ہے، بازار کے رسوم و رواج کے مطابق ہے تو یہی تجارت جہنم کا ایندھن ہے۔

رزقِ حلال کمانا کب فرض ہے؟

ہم سب جانتے ہیں کہ رزقِ حلال فرضِ عین ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. (مشکاۃ المصابیح: 2781)

ترجمہ: ''فرائض کے بعد حلال کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے''۔

ہم اتنی بات تو یاد رکھتے ہیں کہ رزقِ حلال کمانا فرض ہے، لیکن ایک اہم بات بھول

جاتے ہیں کہ دیگر فرائض کو ادا کر لینے کے بعد رزقِ حلال کمانا فرض ہے۔ فریضۂ عبادت جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ ان تمام چیزوں کے بعد رزقِ حلال کی باری آتی ہے۔ رزقِ حلال کمانا فرض ہے تاکہ انسان دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس کے اپنے نفس کا اور اس کے ماتحتوں کا حق ضائع نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حکم اپنے بندوں کو دیا، اسی طرح دنیا کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنے بندوں کو تجارت کا حکم دیا۔

غفلت سے بچا جائے

مال کو صحیح طریقے سے حاصل کرنا اللہ کا حکم ہے۔ اگر مال شریعت کے مطابق حاصل کیا جائے تو یہ عبادت ہے، لیکن اس کی کمائی میں اتنا نہ لگے کہ اللہ کی یاد بھول جائے، آخرت بھول جائے۔ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

(القصص:77)

ترجمہ: ''اور اللہ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعے آخرت والا گھر بنانے کی کوشش کرو، اور دنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو''۔

یعنی اس مال کے ذریعہ آخرت کو کمانا ہے، جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر کے کمائیں گے تو اس کے نتیجے میں آخرت کا ثواب ملے گا۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ آخرت بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کو بالکل نظر انداز کر دو، بلکہ ضرورت کے مطابق دنیا کا سامان رکھنے میں اور کمانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بس اتنا منہمک نہیں ہونا کہ آخرت میں نقصان اُٹھانا پڑے۔

کسبِ حلال میں دو چیزوں کی رعایت

کسبِ حلال میں دو چیزوں کی بہت زیادہ رعایت رکھنی چاہیے:

1 حلال طریقے سے، سمجھ کر، علماء سے پوچھ کر وہ طریقے اختیار کیے جائیں جو حرام سے انسان کو بچائیں اور حلال تک محدود رکھیں۔ حلال بہت واضح، کھلا اور وسیع ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو کمانے کا کہا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حلال ختم ہو جائے اور بندہ لاچار ہو کر حرام کمائے۔ ہاں! اس کے لیے تھوڑا صبر کرنا پڑتا ہے۔ آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے۔

2 دوسری بات یہ ہے کہ رزقِ حلال کو حاصل کرنے میں اتنا مشغول نہ ہو جائے کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے۔ نماز کا وقت ہے تو نماز کی پروا نہیں۔ سامنے نامحرم عورت آ گئی اس کو دیکھنے میں لگ گیا۔ مال بیچنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ حلال کمانے میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

رزقِ حلال کے لیے کوشش کرنا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ بندے پر حلال کمائی کی وجہ سے جو تھکن، پریشانی اور جو اُلجھنیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کے بہت سارے گناہ ایسے ہیں جو فقط رزقِ حلال کی کوشش میں پہنچنے والی تکلیف پر معاف ہو جاتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: باب شدۃ البلاء)

انسان رزقِ حلال کے لیے کوشش کرے۔ معاش کے لیے فکر کرے۔ اس فکر میں تھوڑی بہت جو پریشانی آتی ہے، اس کی وجہ سے بہت سارے گناہ معاف ہوتے

ہیں۔ وہ گناہ ایسے ہیں جو کسی اور ذریعہ سے معاف نہیں ہوتے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں اس کا ذکر آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہے، نہ روزہ، نہ حج ہے، نہ عمرہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر ان کا کفارہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ غم جو رزقِ حلال کے حصول میں پیش آئے۔ (معجم اوسط: 134/1)

حلال کمائی جہاد ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ حلال کمائی جہاد ہے۔
(تخریج أحادیث علوم الدین: 583/2)

اور واقعتاً آج کے زمانے میں تو بہت بڑا جہاد ہے۔ حلال تک اپنے آپ کو محدود رکھنے کے لیے بڑی محنت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: 29)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ''۔

تجارت اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے انعامات میں سے ایک انعام ہے۔ رزقِ حلال کے ذریعے بھلائی، اور بھلائی کے ذریعے رزقِ حلال کو تلاش کرو۔

اپنے ہاتھ سے کمانا

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 1966)

چناں چہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے اور اس سے حاصل کمائی کو استعمال کرتے تھے۔ علماء نے اس حدیث سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ ملازمت سے بہتر ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے۔ کیوں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ یعنی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا پسندیدہ ہے۔ ایک صحابی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کونسی کمائی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا اور بیعِ مبرور۔ (التلخیص الحبیر: باب مایصح بہ البیع)

یعنی ہاتھ میں کوئی ہنر ہو، اور انسان اس ہنر کی مدد سے مال کمائے۔ جیسے کپڑا بننا، برتن بنانا، سلائی کرنا وغیرہ۔ الغرض جس میں محنت شامل ہو اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ اور اس کے بعد جس کا درجہ ہے، وہ ہے بیعِ مبرور۔ ایسی تجارت جو مبرور ہو۔

بیعِ مبرور

ایسی تجارت جو اللہ کے حکم اور نبی علیہ السلام کے طریقے کے مطابق ہو۔ یعنی شریعت کے مطابق خریدنا بھی ہو اور بیچنا بھی ہو۔ شریعت کے لحاظ سے جو چیزیں منع ہیں انسان اس سے اپنے آپ کو بچائے۔ دھوکہ نہیں دینا، سودی طریقہ اختیار نہیں کرنا، فاسد معاملہ نہیں کرنا، مشتبہ اُمور سے بچنا۔ اس طرح سے انسان جب معاملات کرے گا تو اسے بیعِ مبرور کہیں گے۔

خاتون کا سوت کاتنے کا واقعہ

پرانے زمانے کی بات ہے ایک خاتون مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھنے آئیں۔ حضرت! میں سوت کاتتی ہوں کپڑے کا۔ جیسے کہ بعض عورتیں سویٹر بُنتی ہیں۔ کہنے لگی کہ رات کو چاند کی روشنی میں بھی میں اس کو کر لیتی ہوں۔ کبھی اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ دِیا

جلایا جا سکے اور گھر میں روشنی کی جا سکے تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سرکاری سواری گزر رہی ہوتی ہے۔ اس زمانے میں جب رات کے وقت بادشاہ کی سواری گزرتی تو اس کے سپاہی آگے روشنی کیا کرتے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ سواری کے گزرتے وقت میں میں سرکاری روشنی میں بعض اوقات سوت کاٹ لیتی ہوں۔ کیا اس روشنی کا استعمال کرنا میرے لیے جائز ہے؟ چاند کی روشنی تو سب کے لیے ٹھیک ہے، لیکن یہ سرکاری روشنی جس کے تیل میں عام طور پر سرکاری مال شامل ہوتا ہے، کیا اس کا استعمال جائز ہے؟ فتویٰ دینے والے نے کہا کہ تیرے لیے جائز نہیں، تم اُتنی کمائی صدقہ کر دیا کرو۔

خیر! عورت یہ جواب سن کر چلی گئی۔ کوئی صاحب بیٹھے تھے، کہنے لگے: اتنی سخت بات آپ نے اس سے کر دی۔ مفتی صاحب نے جواب میں کہا: جس معیار کے تقویٰ کے ساتھ اس نے بات پوچھی تھی، اس کو یہی جواب دینا ضروری تھا۔

کمائی کے اثرات

ایک زمانہ تو وہ تھا کہ عورتیں بھی خداخوفی کے ساتھ زندگی گزارا کرتی تھیں کہ ہم نے اپنی کمائی کو حلال کرنا ہے، اولاد کو حلال کھلانا ہے تاکہ وہ پاک دامنی کی زندگی گزاریں۔ جب ہم حرام کھائیں گے اور کھلائیں گے تو اولاد نے بے حیائی دکھانی ہے۔ جسم کا جو ٹشو، جسم کا جو حصہ حرام کمائی سے بنے گا وہ حرام کام کیے بغیر رہ نہیں سکے گا۔ اگر اولاد کو حلال کھلائیں گے تو پھر کوئی پریشانی کی بات نہیں، اِن شاء اللہ وہ بے حیائی کی طرف نہیں جائے گی۔ ہاں! اگر حرام کھلائیں گے تو جو یہ معاملات پیش آرہے ہیں، ہم روز دیکھ رہے ہیں، دن رات دیکھ رہے ہیں تو یہ اسی طرح ہوں گے۔

سچے تاجروں کا مقام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: سچے، امانت دار مسلمان تاجر کا حشر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (مستدرکِ حاکم: رقم 2187)

اسی کے قریب قریب ایک اور روایت بھی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: سچا، امانت دار تاجر (قیامت کے دن) حضراتِ انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (سننِ ترمذی: رقم 1209)

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: سچا تاجر قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (ترغیب وترہیب: ص 204)

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ یہ سچائی کے ساتھ تجارت کرنے والا اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔ حلال اور شریعت کے مطابق تجارت کرنا یہ ایک مشکل ترین کام ہے۔ مال اور اس کے نفع کے مقابلے میں اکثر اوقات انسان شریعت کی حدود کو کراس کر جاتا ہے، اور بعض اوقات اَخلاقی حدود کو بھی کراس کر جاتا ہے۔ اور آج کل کے دور میں تو اس پر عمل کرنا اور بھی زیادہ باعثِ فضلیت ہوگا۔ کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے جس نے اُمت کے بگاڑ کے وقت سنت کو زندہ کیا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (کامل ابنِ عدی: 327/2)

یہ وقت اُمت کے بگاڑ کا ہے، جو سچائی کے ساتھ تجارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ برکتیں عطا فرمائیں گے۔

سچا تاجر اور جنت

حضرت ابوذرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے

جنت میں داخل ہونے والا سچا تاجر ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم 312, 311)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ سچے تاجر کو جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ (تحفۃ الاحوذی: رقم 1209)

پاکیزہ کمائی کے لیے صفات

کمائی کے پاکیزہ ہونے کے لیے کیا صفات ہونی چاہییں؟ کیا اَوصاف ہونے چاہییں؟ اس میں بھی نبی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ اُمت کے لیے چار بنیادی باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان کو دل کے کانوں سے سنیے! حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی تاجر میں یہ چار باتیں ہوں گی تو اس کی کمائی پاکیزہ (حلال) ہوگی:

1. جب خریدے تو برائی نہ کرے۔
2. جب فروخت کرے تو تعریف نہ کرے۔
3. اگر کوئی کمی نقص عیب ہو تو اس کو نہ چھپائے۔
4. درمیان میں قسمیں نہ کھائے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 197/12)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مبارک میں ہے کہ تاجروں کی کمائی میں پاکیزہ کمائی وہ ہے جس میں یہ بات ہو کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے، چیز خریدے تو برائی بیان نہ کرے، جب بیچنے لگے تو تعریف بیان نہ کرے، اگر اُن کے ذمے دینا ہو تو ٹال مٹول نہ کرے، اور اگر کسی سے لینا ہو تو سختی نہ کرے (دوسرے کے پاس دینے کے لیے نہیں ہے تو لینے میں اسے تنگ نہ کرے)۔ (شعب الایمان للبیہقی: رقم 4506)

عمومی اَحوال

یہ چند ایسی باتیں ہیں جس کے اندر آ گئیں اس کی کمائی حلال اور پاکیزہ ہوگی۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کر لیتے ہیں۔ خریدتے وقت برائی نکالنے کا کیا مطلب ہے؟ عام طور سے دیکھا گیا کہ کوئی چیز بیچنے آ جائے، اب اس کے اندر اس کے نقص اور عیب بیان اس لیے کرتے ہیں کہ اگلا بندہ پریشان ہوکر گھاٹے سے دے کر چلا جائے اور یہ کم پیسوں میں خرید لے۔ فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ ہاں! اگر واقعتاً اس کے اندر کوئی عیب ہے تو عیب اس کو بتا دیا جائے لیکن کم پیسوں پر نہیں۔ اس کی جو صحیح پوزیشن ہے اس کے حساب سے خریدا جائے۔ عیب دار چیز کو عیب کے حساب سے خریدا جائے، صحیح چیز کو صحیح چیز کے حساب سے خریدا جائے۔ صحیح چیز کے عیب کو کھول کر بیان کرنا غلط ہے، اور اس کو سستا خریدنا یہ آپ کی تجارت کو حرام کر سکتا ہے۔ یہ تجارت کے اندر خرابی پیدا کر دے گا۔

اور اسی طرح یہ جو فرمایا کہ ''جب فروخت کرے تو تعریف نہ کرے''، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان تعریف کے اندر مبالغہ آرائی نہ کرے۔ اتنی زیادہ تعریف نہ کرے کہ اگلا بندہ اس کی چرب زبانی (Salesmanship) سے متاثر ہوکر چیز خرید لے اور بعد میں افسوس کرے کہ یہ میں کیا لے آیا ہوں۔ ہاں! اگر اس کے اندر کچھ اَوصاف ہیں تو بیان کر دے۔

چوں کہ خود (میرا) بھی تجارت سے تعلق ہے۔ یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے میرے شیخ حضرت جی مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کی صحبت کی برکت سے مجھے دوکان کی سیٹ سے اُٹھا کر مسجد کے منبر پر بٹھا دیا۔ یہ محض اللہ کا انعام ہے الحمدللہ! ورنہ 1990 سے دوکانداری ہی کر رہا تھا۔ 2003 میں حضرت جی سے

تعلق ہوا اور اس کے بعد محبتیں بڑھتی چلی گئیں۔ دعائیں، شفقتیں بے پناہ بڑھتی چلی گئیں الحمدللہ! 2008 اکتوبر میں حضرت جی نے سلسلہ کے کام کے لیے ذمہ دار بنا دیا۔ بھئی! یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ حضرت کی دعائیں ہیں۔ کہاں دوکان کی سیٹ تھی، کہاں مسجد کا منبر۔ ابھی بھی دوکان پے بیٹھتا ہوں، کاروبار کرتا ہوں۔ نماز کا وقت ہوتا ہے تو مسجد چلا جاتا ہوں اور بیان کے لیے منبر پر بیٹھ جاتا ہوں۔ یہ اللہ کا انعام ہے الحمدللہ!

بازار والے لوگ اپنی چیز کی جب تعریف بیان کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت کسی دوسرے کی چیز کی برائی بھی بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ تو بھائی! اس کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے کسی چیز کی تعریف بیان کرنی ہے تو کیجیے، لیکن اس میں مبالغہ نہ کریں۔ کسی دوسرے کی چیز کی برائی بیان نہ کریں۔ بلکہ علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں محتاط رہیں۔ اگر محتاط رہیں گے تو قیامت کے دن پکڑ نہیں ہوگی۔ کیوں کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (ق:18)

ترجمہ: ''انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار''۔

جو جملہ تاجر ہو یا کوئی بھی ہو زبان سے نکالتا ہے، وہ لکھ لیا جاتا ہے۔ اگر مبالغہ کیا اور چرب زبانی سے کام لیا تو یہ چیز قیامت کے دن گھاٹے کا سبب بن جائے گی۔

دھوکہ دینے والے کے لیے وعید

تیسری بات کسی بھی چیز میں اگر کوئی عیب ہے، نقص ہے، خرابی ہے تو اسے بیان کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بغیر بیان کیے چھپا کر دے۔ ہمارے بازاروں میں کتنے ہی دوکاندار ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ نیا خریدتے نہیں پرانا بیچتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ نیا

خریدتے نہیں پرانا بیچتے ہیں۔یعنی پرانا خریدتے ہیں اور اسی کو ٹھیک کرکے، رنگ کرکے نیا بنا کر بیچ دیتے ہیں۔ یہ مسلمان کو دھوکہ دینا ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں۔ (صحیح مسلم: رقم 146)

قسم کھا کر مال بیچنا

چوتھی بات بیان فرمائی کہ سودا ہوتے وقت قسم نہ کھائے۔ قسم کھانے سے سودا تو بک جاتا ہے، لیکن برکت اُٹھالی جاتی ہے۔ قسم کس کی کھاتے ہیں؟ اللہ ربّ العزّت کی۔ اللہ تعالیٰ کے نام کو اتنا حقیر کر دیتے ہیں کہ دو سو روپے کی چیز کو بیچ رہے ہوتے ہیں اور درمیان میں اللہ کا نام لے آتے ہیں۔ کتنے شرم کا مقام ہے کہ چھوٹا موٹا کوئی سودا کرنا ہے، سو دو سو کی بات ہے اور درمیان میں اللہ کے نام کی قسم کھالی۔ فرمایا کہ قسمیں اُٹھانے والے تاجر سے برکتیں اُٹھالی جاتی ہیں۔

قرض بروقت ادا کرنا

ایک اور اہم بات یہ بھی ارشاد فرمائی کہ اگر تاجر کے ذمہ کسی کا قرضہ ہے، کسی پارٹی سے مال لیا ہوا ہے اور Payment کرنی ہے۔ اب ٹال مٹول سے کام نہ لے۔ ادائیگی وقت پر کرنے کی کوشش کرے۔ ہاں! اگر کسی کو کوئی پریشانی ہے تو محبت کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ بتادے کہ غلطی ہوگئی، مجھے معاف کردیجیے! میں کوشش میں ہوں۔ اپنی طرف سے کوشش میں بالکل کمی نہ کرے۔ نیت پر معاملہ ہے۔ آپ کی نیت پوری ہے سیل نہ ہوئی تو بچت کی گنجایش نکل آئے گی، لیکن اگر نیت کے اندر ہی کھوٹ ہے تو پھر معاملہ بہت مشکل ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (صحيح البخاري: رقم 1)

ترجمہ: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

آج ہمارے بعض دوکاندار ایسے ہوتے ہیں جو اپنے سپلائر سے مال ایک دفعہ خریدتے ہیں۔ چیک سپلائر کو دو دفعہ آتا ہے۔ آرڈر دے دیا اور پچاس ہزار کا مال آ گیا۔ دوکاندار نے چیک کاٹ کر دے دیا جس میں مثلاً نوے دن بعد کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ یہ چیک تو دوکاندار نے سپلائر کو تھما دیا۔ نوے دن بعد سپلائر نے کہا کہ چلو! بینک سے چیک کیش کراتے ہیں۔ جب وہ چیک بینک میں ڈالتا ہے تو بینک چیک واپس بھیج دیتا ہے کہ جناب! اس کے اکاؤنٹ میں پیسے نہیں ہیں۔ تو سپلائر کے پاس دو دفعہ چیک آتا ہے۔ یہ بات بہت غلط ہے۔ ٹال مٹول سے کام نہ لینا چاہیے۔ اگر پیسے موجود ہیں اور خریدنے والا ٹال مٹول کر رہا ہے تو یہ ظلم کر رہا ہے۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ. (سنن أبي داود: رقم 3345)

ترجمہ: ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے''۔

ہم نے دیکھا کہ جس دوکاندار نے اپنے سپلائر کو وقت پر پیسے دے دیے تو اس دوکاندار کو مال کی کبھی کمی نہیں ہوئی۔ یہ اُصول یاد رکھیے! 25 سال ہو گئے ہیں تجارت کرتے ہوئے الحمدللہ! جب آپ Payment میں ماسٹر بن جائیں، اور وقت پر ادا کر دیں تو آپ کو مال کی کوئی کمی نہیں ہوگی ان شاء اللہ۔ سپلائرز زیادہ ہو جائیں گے اور آپ کہیں گے کہ مجھے ابھی مال نہیں چاہیے۔ جب آپ Payment میں سپلائر کو تنگ کریں گے، اس کے بعد پھر آپ کو پریشانی ہی پریشانی ہوگی۔ ہر بندہ کہے گا کہ یار! اس کے پاس نہیں جانا، اس کو مال نہیں دینا۔ عزت بھی ختم، کاروبار بھی ختم۔

اور چھٹی بات جو آقا ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ اگر لینا ہو کسی سے تو اس کے اندر سختی نہ کرے۔ گالی گلوچ نہ کرے۔ محبت کے ساتھ حکمت کے ساتھ بات کرے۔

یہ چھ چیزیں جس تاجر میں ہوں گی، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس تاجر کی کمائی حلال، پاکیزہ ہے۔

رزق کے ذرائع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: رزق کے بیس دروازے ہیں۔اُنیس اس میں سے تجارت کے لیے ہیں۔(کنز العمال: رقم 9358)

اللہ تعالیٰ نے تجارت میں بہت وسعت رکھی ہے۔تاجر کو اس کی اہمیت معلوم ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کتنی اہمیت ہے اور اس کی تجارت میں کتنی برکت رکھی ہے۔علامہ عینی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مال کمانے کے عام طور سے 3 ذرائع زیادہ ہوتے ہیں: ایک زراعت، دوسرا تجارت، تیسرا صنعت۔فرمایا: ان تینوں میں سے کون سا بہتر ہے؟ علماء کے اندر بات چلی تو مختلف اقوال آئے۔امام شافعی رحمہ اللہ تجارت کو افضل قرار دیتے ہیں۔کسی کے ہاں زراعت افضل ہے، کیوں کہ اس میں توکل زیادہ ہے۔اس لیے کہ انسان بیج ڈال کر محنت کر کے اس کا خیال کرتا رہتا ہے۔باقی ٹوٹل دارومدار اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے۔کسان توکل کرتا رہتا ہے کہ اللہ! مہربانی فرما دیجیے۔امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زراعت اور صنعت یعنی ہاتھ سے کام کرنا۔جس کام کا تعلق ہاتھ سے ہے وہ افضل ہے۔جیسا کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا: کون سی کمائی افضل ہے؟ فرمایا: ہاتھ کی کمائی۔ (التلخیص الحبیر: باب مایصح بہ البیع)

بہر حال جس کو اللہ ربّ العزّت جو عطا فرما دے، وہ ایمان داری کے ساتھ، شریعت کے امور کے مطابق لگا رہے۔اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے اور ذمہ داری پوری کرے۔

بہترین تجارت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر اہلِ جنت کو تجارت کی اجازت دی جاتی تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے۔ (کنز العمال: رقم 9349)

اگر جنت میں تجارت کا معاملہ ہوتا تو کپڑے اور عطر کی تجارت کی جاتی۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں تجارت کے لیے زیادہ محبوب ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اس سے بھی آگے چلیں تو سیدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جب اسلام لے کر آئے تو اُن کی کپڑے کی چھ دوکانیں تھیں۔ اور جب خلافت کے لیے مقرر کیے گئے تو اگلے دن کپڑا لے کر بیچنے کے لیے نکلے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ کر کہا کہ اگر آپ کپڑا بیچنے لگیں گے تو اُمت کا خیال کون رکھے گا؟ پھر مشورے کے ساتھ بیت المال میں سے اتنی رقم لینے کی اجازت ملی جو ایک عام مسلمان کی ہوا کرتی۔

بہترین ذکر اور بہترین رزق

ایک روایت میں ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے، اور بہترین رزق وہ ہے جو گزارے کے لیے کافی ہو جائے۔ (العلل لابن أبي حاتم 1926)

اب بات آگئی ذکرِ خفی کی۔ الحمد للہ! ہمارے سلسلے میں جو مراقبہ ہے یہ ذکرِ خفی ہی ہے۔ اور نبی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ذکرِ خفی بہترین ذکر ہے یعنی جس کی خبر کسی کو نہ ہو اور انسان بس اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے ہر طرف سے ہٹ کٹ کے۔ اور بہترین رزق جو انسان کے گزارے کے لیے کافی ہو جائے۔ یقیناً تھوڑا رزق، اتنا تھوڑا جو کفایت کر جائے، اس زیادہ سے بہتر ہے جو انسان کو غفلت میں ڈال دے۔ بعض دفعہ رزق تھوڑا

پورا پورا ہوتا ہے۔Hand to Mouth چل رہا ہے۔ انسان بس زندگی گزار رہا ہوتا ہے، اس کے پاس فضول خرچی کے لیے پیسہ ہی کوئی نہیں۔ اب یہ تھوڑا رزق اس زیادہ سے بہت بہتر ہے جو کثرت سے تو آجائے، لیکن انسان نمائش بینی میں پڑ جائے اور اِدھر اُدھر کے کاموں میں لگ جائے۔ اولاد یا بیوی نافرمان ہوجائے۔ آئے دن بازاروں کے چکر لگنے لگیں اور نافرمانی والی جگہوں پر انسان جانے لگے۔ اس سے بہت بہتر ہے کہ انسان کے پاس تھوڑا ہو جو اس کی ضرورت کو پورا کردے اور اسے دائیں بائیں نہ ہونے دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا چُنا ہوا بندہ ہے۔ (ابن ابی الدنیا:126/2)

زُہد کیا ہے؟

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یمن کے کچھ لوگ ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ نہیں، بلکہ آپ لوگوں کے مال پر بھروسا کرنے والے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو بتاؤں کہ توکل کرنے والے کون ہیں؟ یہ وہ ہیں جو پہلے زمین میں بیج ڈالتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

ایک آدمی فقط اللہ اللہ کرتا جائے اور مکمل دوسروں پر انحصار کرے کہ فلاں میری مدد کرتا رہے۔ یہ اس درجے کا نہیں گو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، لیکن زیادہ قریب اللہ تعالیٰ کے وہ ہے جو محنت کرے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ رزقِ حلال کی فضیلت کے بارے میں ایک عجیب بات فرماتے تھے: میرا دل کرتا ہے کہ میں ایسی جگہ مروں یعنی مجھے ایسے حال میں موت آئے کہ میں (شریعت کے مطابق) بیوی بچوں کے لیے رزقِ حلال کی کمائی کی فکر میں لگا ہوں۔

بڑھئی کا پیشہ بھی حضرات انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ (مسلم:2379)

کاشت کاری کے فضائل

جو لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان کچھ کاشت کر کے اُگاتا ہے، پھر اسے کوئی کھالے تو (کاشت کرنے والے کے لیے) صدقہ ہے، جس نے (اگر) چوری کر کے کھالیا (پھر بھی) اس کے لیے (کاشت والے کے لیے) صدقہ ہے، کوئی درندہ کھالے (پھر بھی) اس کے لیے صدقہ ہے، کوئی پرندہ کھالے (پھر بھی) اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 3500)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی پودا یا درخت بوتا ہے یعنی جس مقدار سے وہ نکلتا ہے یعنی پھلتا ہے پھولتا ہے اس کے اندر پھل پھول آتے ہیں، اسی مقدار سے بونے والے کو اجر ملتا ہے۔ اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مجمع الزوائد 4/70)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ دمشق میں کچھ بو رہے تھے۔ ایک آدمی اُن کے پاس سے گزرا تو حیرت سے کہنے لگا کہ آپ ایسا کر رہے ہیں حالاں کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ دیکھو! میرے متعلق ایسی بات نہ کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کوئی پودا یا درخت لگاتا ہے، پھر اس سے جو بھی انسان یا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کوئی بھی مخلوق فائدہ اُٹھائے تو اس کے (کاشت کرنے والے کے) حق میں صدقہ ہے۔ (مسند احمد 6/444)

اس سے معلوم ہوا زراعت کا پیشہ یا باغبانی کا پیشہ ایسا ہے جو مخلوق کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ زیادہ خیر اور صدقہ کا سبب بن جاتا ہے۔

کاشت کاری کی جائے چاہے قیامت آجائے

اگر کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور قیامت آجائے تو پھر کیا کرے؟ دیکھیے کہ نبی علیہ السلام نے شجر کاری کی اہمیت کو کتنا اُجاگر فرمایا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت قائم ہوجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو، اگر اتنی طاقت ہو کہ اسے بُوسکتا ہے تو بُو دے چھوڑے نہیں۔ (مسند احمد: رقم 12902)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کوئی تعمیر کی اس طرح کہ نہ کسی پر ظلم کیا ہو اور نہ حد سے تجاوز کیا ہو (اپنی ملکیت والی جگہ پر جس پر کسی اور کا حق متعلق نہ ہو) یا کوئی آدمی درخت لگائے اس طرح کہ نہ کسی پر ظلم کیا ہو اور نہ حد سے تجاوز کیا ہو (اپنی ملکیت والی جگہ پر جس پر کسی اور کا حق متعلق نہ ہو) جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے فائدہ اُٹھاتی رہے گی، اسے ثواب ملتا رہے گا۔ (مسند احمد: 438/3)

مثلاً کوئی مکان ایسا بنایا جس میں وراثت کے اعتبار سے کسی کا حق نہیں مارا ہوا تھا۔ یا ایسا مکان بنایا جس میں ناحق پیسہ نہیں لگا تھا۔ اب جب تک لوگ اس میں رہیں گے خواہ یہ بنانے والا دنیا میں ہو یا دنیا سے چلا جائے، اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ یا اپنی ایسی زمین پر درخت لگایا جس زمین پر باعتبارِ وراثت نہ کسی کا حق تھا اور نہ ہی یہ زمین کسی اور غلط طریقے سے لی تھی۔ تو جب تک وہ درخت لگا رہے گا، اس کے پھل سے لوگ فائدہ

اُٹھاتے رہیں گے، اس کے سائے سے لوگ فائدہ اُٹھاتے رہیں گے حتیٰ کہ ایسا موقع بھی آجائے کہ وہ درخت ختم ہوجائے اور اس کی لکڑی جلادی جائے، استعمال میں آجائے، کسی کے کام آجائے پھر بھی درخت لگانے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ دیکھیے! ان امور میں شرط کیا لگائی؟ ظلم اور ناحق نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق مار کے کیا گیا ہو۔ پھر یہ ثواب نہیں ملے گا اور بات بدل جائے گی۔

تقسیمِ رزق اور دین

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے تمہارے درمیان اخلاق کو ایسے ہی تقسیم فرمایا ہے جیسا کہ تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔ اللہ پاک دنیا اسے بھی دیتے ہیں جس سے محبت کرتے ہیں اور اُسے بھی دیتے ہیں جس سے محبت نہیں فرماتے، لیکن دین صرف اس کو دیتے ہیں جس سے اللہ پاک محبت فرماتے ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 4994)

اللہ تعالیٰ دنیا یاروں کو بھی دیتے ہیں غداروں کو بھی دیتے ہیں، لیکن دین فقط پیاروں کو دیتے ہیں۔ بس! اللہ پاک نے جسے دین دیا یہ دلیل ہے اس بات کی اللہ پاک اس سے محبت فرماتے ہیں۔ یہ بالکل ہمارے مزاج کے برعکس بات ہے۔ ہم کیا سمجھتے ہیں کہ جسے خوب دنیا مل رہی ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اگرچہ اخلاق کیسے ہی ہوں، معاملات کیسے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو کون پسند ہے اور کون ناپسند ہے؟ اس کا فیصلہ ہم نہیں کرسکتے۔ یہ تو صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بتاسکتے ہیں۔

پریشانیوں کا بڑھنا

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس کا مال زیادہ ہوگا اس کا غم زیادہ ہوگا۔

اور جس کا غم زیادہ ہوگا، اس کا دل ادھر اُدھر بھٹکتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہ ہوگی کہ کدھر کو چل رہا ہے۔ اور جو اپنا ایک غم بنالے (آخرت کا غم وفکر) اللہ پاک اس کے لیے دنیا کے غموں اور فکروں سے کافی ہو جائیں گے۔ (اصلاح المال لابن ابی الدنیا: رقم 22)

جس کی ساری فکر دنیا ہی کی ہوتی ہے وہ نماز میں بھی دوکان پر ہوگا۔ ہمارا کیا حال ہے؟ سارا دن دوکان میں ہوتے ہیں۔ اور جب مسجد آتے ہیں تو دوکان ہمارے اندر آجاتی ہے۔ لین دین بھی زیادہ ہوں گے، پے منٹ بھی زیادہ ہوں گی، سامان رکھنا، گوداموں کے مسئلے، سامان کا آنا جانا، چوری سے حفاظت کا مسئلہ، اکاؤنٹ کا مسئلہ، کتنے لوگ رکھنے پڑیں گے۔ تو جس کے پاس مال زیادہ ہوگا اس کی فکریں زیادہ ہوں گی۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دنیا کا مال بغیر وبال کے نہیں آتا۔ اگر حرام ہے تو وبال واضح ہے۔ اور اگر مال حلال ہے تو کم سے کم وبال یہ ہے کہ مال کی کثرت آدمی کو عبادات کی زیادتی سے روک دیتی ہے۔ عبادت نہیں کر پاتا۔ تہجد نہیں پڑھ پاتا۔ زیادہ بیان میں شریک نہیں ہو پاتا۔ یہ دین کے باقی کاموں میں پیچھے رہتا ہے۔ اس کی دوکان نے اس کو زنجیر ڈالی ہوتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

اگر مال حرام ذرائع سے ہے تو عذاب ہے، اور اگر حلال ذرائع سے ہے تو اس کو سنبھالنے میں، غور وفکر کرنے میں اتنا وقت لگ جائے گا کہ اس بندے کو آخرت کی تیاری کا وقت نہیں مل سکے گا۔ جیسا کہ ابھی حدیث شریف بیان ہوئی کہ جس کا مال زیادہ ہوگا اس کی سوچیں زیادہ ہوں گی، اس کی فکر زیادہ ہوگی۔ اس کا ذہن ادھر اُدھر بھٹکتا رہے گا۔ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں کہ کدھر کو جائے، کہاں جائے اللہ کو کوئی پروا نہیں۔ اور جس شخص نے ایک فکر اختیار کر لی اللہ کی فکر، آخرت کی فکر اختیار، اللہ پاک اس کے لیے دنیا کی ساری فکروں سے کافی ہو جائیں گے۔ تو اگر ہم بھی ایک فکر بنالیں

اللہ کی، اللہ کے دین کی، پھر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی فکروں سے کافی ہوجائیں گے۔

کثرتِ مال کے نقصان پر ایک واقعہ

ایک واقعہ سنا کر بات مکمل کرتا ہوں۔ مال اللہ ربّ العزّت جتنا چاہتے ہیں اتنا ہی دیتے ہیں۔ ہمیں چاہیے ہم حلال طریقے سے اس کو حاصل کریں اور حرام سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے جس حال میں دیا ہوا ہے حلال طریقے سے کوشش اور محنت کرتا رہے، حرام کی طرف نہ بڑھے، اپنے آپ کو روک کر رکھے۔

ایک صاحب تھے بظاہر مسلمان ہوئے، مگر اندر نفاق چھپا ہوا تھا۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آتے رہے۔ غریب تھے، تو بار بار آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے کہ دعا کردیں کہ مال ہو۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ اس کے لیے مال کی کثرت ٹھیک نہیں۔ وہ ضد کرتا رہا۔ نبی علیہ السلام کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ بہرحال ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے اس کے بار بار کہنے پر اسے مال میں کثرت کی دعا دے دی۔ پہلے چند بکریاں تھیں اب زیادہ ہوگئیں، اور زیادہ ہوگئیں حتّٰی کہ گھر میں جگہ تنگ ہوگئی۔ نبی علیہ السلام کے پاس رہنا اس کے لیے مشکل ہوگیا۔ اب اس نے بڑا گھر تھوڑا سا دور لے لیا۔ یہ آبادی سے ہٹ کر بڑا گھر تھا۔ نماز کے لیے آتا جاتا رہا۔ بکریاں اور بڑھتی چلی گئیں۔ اب اِدھر بھی نہ رہ سکتا تھا، جگہ کم پڑ گئی تھی تو شہر کے کنارے پہ رہنے کے لیے چلا گیا۔ پھر وہاں سے کسی وادی میں چلا گیا۔ اس کی بکریاں بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ پہلے پہل تو ہر نماز آقا علیہ السلام کے ساتھ ہوتی تھی، پھر دن میں ایک دو دفعہ آنا ہونے لگا، پھر جمعہ کے دن آنا شروع کردیا۔ اب بکریوں کو سنبھالنے، دیکھنے میں نماز کی پابندی بھی اس طرح نہ رہی۔ تو نبی علیہ السلام کے پاس آنا جانا تقریباً ختم ہوگیا۔

جب زکوۃ کا حکم آیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مختلف جگہوں پر زکوۃ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ اس کے پاس بھی ایک قاصد بھیجا۔ قاصد نے اسے بتایا کہ دیکھو! تمہارے پاس اتنا اتنا مال ہے، اتنی تمہاری زکوۃ بنتی ہے۔ اس نے زکوۃ دینے سے عذر کیا اور کچھ غیر مناسب بھی بات کر دی۔ اس قاصد نے اُس کی بات نبی ﷺ سے نقل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورہ توبہ دسویں سپارے میں آیات نازل فرما دیں۔ اسے کسی نے جا کر یہ آیات سنائیں تو اپنا مال لے کر حاضرِ خدمت ہوا، مگر نبی علیہ السلام نے قبول نہ کیا۔ نبی علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آیا۔ انہوں نے بھی قبول نہیں کیا۔ آپ کے دنیا سے جانے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آیا کہ جی! زکوۃ لے لیجیے۔ انہوں نے فرمایا: میرے بڑوں نے نہ لیا، میں نہیں لے سکتا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آیا، مگر انہوں نے بھی اس کا مال قبول نہیں کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں وہ مر گیا۔

تو کثرتِ مال آدمی کو نفع دینے والا نہیں ہے۔ رزق کی تقسیم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جس کو اللہ نے جتنا دیا اس پر قناعت کرنی چاہیے۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ آدمی صبر، شکر سے لگا رہے، اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حلال طریقے سے جتنا بڑھتا رہے اس میں حرج نہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرتا رہے، نبی علیہ السلام کے طریقوں کو پورا کرتا رہے۔ اور جو تجارت کے حقوق ہیں، مال کے حقوق ہیں، زراعت کے حقوق ہیں، زکوۃ ادا کرنا، صدقہ دینا۔ تمام چیزوں کی رعایت رکھے تو پھر یہ مال برا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مال کی خیر عطا فرمائے اور اس کے شر سے محفوظ فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

رزقِ حلال 3

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون:51)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

پاکیزہ کمائی کے لیے صفات:

کمائی کے پاکیزہ ہونے کے لیے کیا صفات ہونی چاہییں؟ کیا اَوصاف ہونے چاہییں؟ اس میں بھی نبی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے۔ اُمت کے لیے چار بنیادی باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان کو دل کے کانوں سے سنیے! حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی تاجر میں یہ چار باتیں ہوں گی تو اس کی کمائی

پاکیزہ (حلال) ہوگی:

1 جب خریدے تو برائی نہ کرے۔

2 جب فروخت کرے تو تعریف نہ کرے۔

3 اگر کوئی کمی نقص عیب ہو تو اس کو نہ چھپائے۔

4 درمیان میں قسمیں نہ کھائے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: 197/12)

حدیث شریف کے مطابق اگر کسی کی تجارت میں یہ چار باتیں پائی جاتی ہیں تو اس کی کمائی حلال بھی ہے اور پاکیزہ بھی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مبارک میں ہے کہ تاجروں کی کمائی میں پاکیزہ کمائی وہ ہے جس میں یہ باتیں ہوں:

1 جب بات کرے تو جھوٹ نہ بولے۔

2 امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرے۔

3 وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے۔

4 چیز خریدے تو برائی بیان نہ کرے۔

5 جب بیچنے لگے تو تعریف بیان نہ کرے۔

6 اگر تاجر کے ذمے دینا ہو تو ٹال مٹول نہ کرے۔

7 اور اگر کسی سے لینا ہو تو سختی نہ کرے (دوسرے کے پاس دینے کے لیے نہیں ہے تو لینے میں اسے تنگ نہ کرے)۔ (شعب الایمان للبیہقی: رقم 4506)

احادیث کی وضاحت:

ان دونوں احادیث میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کی مختصر وضاحت سن لیجیے۔

''خریدے تو برائی بیان نہ کرے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے کوئی چیز

مثلاً کپڑا یا کوئی پلاٹ وغیرہ خریدے تو اس وقت اس چیز کی برائی بیان کرنا جس سے بیچنے والا اپنی چیز کو ہلکا سمجھے اور سودا کم پیسوں میں کر دے اور آپ کو فائدہ ہو جائے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے تاجر کو چاہیے کہ خریدتے وقت کسی کے مال کی برائی بیان نہ کرے۔ ہاں! اگر واقعتاً کوئی برائی ہو جو نظر آ رہی ہے تو وہ بیان کر سکتا ہے، لیکن اتنا ہی عیب بتائے جتنا اس میں ہے، مبالغہ آرائی نہیں کرنی چاہیے۔

دوسری بات حدیث میں فرمائی کہ ''فروخت کریں تو اس چیز کی تعریف نہ کریں''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بے جا تعریف نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دوکان دار کی چرب زبانی میں آ کر سامان لے لے اور بعد میں افسوس کرے کہ میں اس کی باتوں میں آ گیا ورنہ میں وہ چیز نہ لیتا۔ تاجر کو خریدنے والے کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس تاجر کے ساتھ خیر خواہی والا معاملہ فرمائیں گے۔

تیسری بات نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی کہ ''کسی کمی اور نقص کو نہ چھپائے''۔ مطلب یہ کہ اگر بیچی جانے والی چیز میں کوئی کمی ہے، یا کوئی خرابی ہے، یا Out of Fashion ہو گئی ہے، یا اس میں کوئی نقص ہے تو اس کو نہ چھپائے۔ تاجر اس عیب، خرابی کو بیان کر دے کہ میری اس چیز میں فلاں فلاں خرابی ہے۔

حدیثِ ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ میں چوتھی بات یہ تھی کہ خرید و فروخت میں قسمیں نہ کھائے۔ اس لیے کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الحِلف منفقةٌ للسّلعة، ممحقةٌ للبركة. (صحيح البخاري: 1981)

ترجمہ: ''قسم کھانے سے سودا بک جاتا ہے، (لیکن) برکت ختم ہو جاتی ہے''۔

تاجر کا صادق اور امین ہونا:

برکت اور چیز ہوا کرتی ہے اور کثرت اور چیز ہوا کرتی ہے۔ تاجر آدمی معاملات میں

جھوٹ نہ بولے، صاف صاف بات کرے۔ تاجر کو سچا بھی ہونا چاہیے اور امانت دار بھی ہونا چاہیے۔ تاجر آدمی کے کمالِ اسلام کی دلیل یہ ہے کہ اپنی بات میں سچا ہو۔ اور اگر لوگ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھوائیں تو اس کی حفاظت کرے، اس میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔ نبی علیہ السلام کو دو لقب کافر دیتے تھے:

1 صادق 2 امین

اُن کفار کے نزدیک نبی علیہ السلام صادق یعنی سچے بھی تھے اور امین بھی تھے۔ نبی علیہ السلام نے صداقت اور امانت داری، دیانت داری کے ساتھ تجارت کی۔ اب وہ تاجر جس کے پاس لوگ اپنا Cash اور اپنی امانتیں نہیں رکھواتے اور ڈرتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تاجر کی تجارت سنت سے ہٹ کر ہو رہی ہے۔ جو سنت کے مطابق تجارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس بندے کو خود بخود یہ نعمت عطا فرمائیں گے کہ لوگ اپنی امانتیں آ کر رکھوائیں گے۔

معاملات کا ایمان سے گہرا تعلق:

اگلی بات حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ''جب تاجر وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے''۔ مثال کے طور پر کسی نے اُدھار لیا ہے جس کی ادائیگی کرنی ہے۔ اب کوشش کرے کہ مقررہ وقت پر اس کی ادائیگی کر دے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سارے اعمال تھوڑے سے ایمان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، لیکن معاملات میں بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جو معاملات میں اپنے آپ کو پورا کر دکھاتے ہیں۔ معاملات کی صفائی کے لیے بڑے ایمان کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہم لوگوں کا عام طور سے معاملات میں حال بہت خراب ہوتا ہے۔ اور اس میں داڑھی والے یا بغیر داڑھی والے کا بھی کوئی تعلق

نہیں۔ نمازی اور بے نمازی کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ ہم میں سے بہت سارے لوگ غلط معاملات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی علیہ السلام کے طریقے کے خلاف کرتے ہیں۔ ہمارے بعض دوکان دار بھائی ایسے بھی ہیں جب کسی سے مال خریدتے ہیں تو اس کی ادائیگی کے لیے بینک چیک دو مرتبہ پارٹی کو دیتے ہیں۔ یعنی ایک مرتبہ مال خرید لیا اور تین مہینے بعد کا چیک کاٹ کر دے دیا۔ تین مہینے بعد جب وہ بینک میں چیک ڈالتا ہے تو پیسے نہ ہونے کی وجہ سے چیک واپس ہو جاتا ہے۔ پھر یہ شخص دوبارہ تاجر کے پاس جاتا ہے اور وہ دوبارہ مزید تاخیر کے ساتھ ادائیگی کا چیک دے دیتا ہے۔ اور یہ چیز نبی علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

دو فرشتوں کا پہرہ

میرے عزیز بھائیو! ایک غور طلب بات کو سمجھیے کہ اللہ ربّ العزّت نے ہر انسان پر دو نگران فرشتے بٹھائے ہیں۔ دو فرشتوں کا پہرہ ہے۔ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ (ق:18)

ترجمہ: ''انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگراں مقرر رہتا ہے ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار''۔

اب سیلز مین کوئی بات کریں، کسٹمر کو چیز بیچیں تب بھی وہ بات نوٹ کی جاتی ہے۔ بیوی سے بات کریں، یا کسی سے بھی بات کر رہے ہوں۔ جونہی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہے تو یہ فرشتے فوراً لکھ لیتے ہیں۔ تاجر حضرات چیز خریدنے اور بیچنے کے وقت بات چیت میں کمی بیشی کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ازالہ کے لیے تاجروں کی جماعت سے بیان کیا:

اے تاجروں کی جماعت! خرید و فروخت میں لغویات اور کثرت سے قسم کھائی جاتی ہے

(جھوٹی ہو یا سچی) اپنی خرید وفروخت کو صدقے سے ملا دو۔ (سنن ابی داؤد: رقم 3326)

یعنی اپنے مال سے کثرت سے صدقہ اور خیرات دو، تاکہ جو لغویات یا سچی جھوٹی قسمیں کھائی ہیں، اس کی کچھ نہ کچھ تلافی ہوجائے اور یہ صدقہ خیرات سے ہی ممکن ہے۔ اس لیے کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو دور کرتا ہے۔ نبی علیہ السلام رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ کی خواہش یہ تھی کہ ہر امتی جنت میں چلا جائے اور دنیا میں ہی اپنی بخشش کروا کر رخصت ہو۔ جو اس دنیا میں بخشش نہیں کروا سکیں گے اور رہ جائیں گے تو ان شاء اللہ ان کو نبی علیہ السلام کی شفاعت کام آئے گی۔ اسی لیے بات سمجھائی کہ معاملات کے دوران اگر اونچ نیچ ہوجائے تو وہ یہاں پر ہی کثرت کے ساتھ صدقہ نکال لیں تاکہ کمی بیشی پوری ہوجائے۔

مال کا حلال ہونا ضروری ہے:

دوستو! مال کا حلال ہونا بے حد ضروری ہے۔ اگر مال حلال ہوگا تو رات میں نیند اچھی آئے گی اور اولاد بھی آپ کی خدمت کرے گی۔ اور اگر خدانخواستہ مال حلال نہیں ہوگا تو کروڑ پتی بھی ہوں گے، ارب پتی بھی ہوں گے مگر رات کو نیند نہیں آئے گی۔ تکلیف میں ہوں گے، نیند کی دوائیاں لینی پڑیں گی، مگر نیند نہیں آئے گی۔ اسی طرح حرام کھانے والا اولاد کی خوشیوں سے محروم رہے گا۔ اگر ہمیں اولاد کی خوشیاں چاہیے، دنیا کا سکون چاہیے، تو یقیناً ہمیں حلال کی طرف آنا ہوگا۔ جتنی ہم مال کمانے میں ہیرا پھیری کریں گے، یہ سب پلٹ کر ہماری ہی طرف آجاتی ہے۔ یہ چرب زبانیاں، زبان سے نکلے ہوئے بول یہ سب واپس پلٹ کر ہمیں آکر پڑتے ہیں۔ اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور وہ لوگ جو Dealing کرتے ہیں، لینے اور دینے میں بے احتیاطی کرتے ہیں، ان لوگوں کو اپنے اعمال نامے کی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ صبح سے شام تک جو گاہک کے سامنے بول

رہا ہے، وہ لکھا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ کی تجارت کے احوال:

حضور ﷺ نے کئی تجارتی سفر کیے ہیں۔ مختلف روایتوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ جب نبی علیہ السلام بارہ، تیرہ سال کی عمر کے تھے تو اپنے چچا کے ساتھ شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر پر گئے۔ وہاں بُحیرہ راہب کا تفصیلی واقعہ پیش آیا۔ یہاں اس واقعہ کا تذکرہ کرنا مقصود نہیں، بلکہ یہ بتانا ہے کہ نبی علیہ السلام نے بھی مختلف تجارتی سفر کیے ہیں اور تجارت کی غرض سے مختلف ملکوں میں گئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں عُکاظ کا میلہ لگتا تھا۔ نبی علیہ السلام وہاں تجارت کرتے تھے۔ باقی تمام تاجر عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ولید اور دیگر مشرکینِ مکہ بھی تجارت کرتے تھے۔ نبی علیہ السلام کی تجارت کی شان یہ تھی کہ کم گوئی اور صاف گوئی سے تجارت کرتے تھے اور چیز کا عیب ساتھ بتاتے تھے۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کا سودا سب سے پہلے بِک جاتا تھا۔ اور نبی علیہ السلام اکثر اس منافع کو غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی علیہ السلام کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی وجہ بھی تجارت ہی بنی۔ پہلے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام کو شریکِ تجارت بنایا اور آپ علیہ السلام کی صاف گوئی کی وجہ سے شریکِ حیات بھی بنالیا۔ نبی علیہ السلام مکہ سے سامانِ تجارت کو لے کر شام کی طرف نکلے تو آپ علیہ السلام خریدار کے سامنے سامان کے عیب کو کھول کر بتاتے، اور اگر اس میں کوئی اچھی بات ہوتی تو وہ بھی کھول کر بتاتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے سامان بیچا بھی، اور وہاں سے خریدا بھی۔ جو بڑے بڑے تاجر تھے وہ نبی علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکے، اور آپ ﷺ ان سے دُگنا منافع لے کر واپس پہنچے۔

نبی علیہ السلام معاملات کے اندر اتنے سچے تھے کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جہالت میں، میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک معاملہ کیا۔ ابھی بات چیت

ہو رہی تھی، سودا پکا نہیں ہوا تھا کہ میں نے کہا: میں ابھی آتا ہوں، آپ ﷺ یہیں رکیں۔ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو بھول گیا۔ جب تین دن بعد مجھے یاد آیا اور میں نبی علیہ السلام کی طرف پلٹا تو نبی علیہ السلام وہیں موجود تھے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر معافی مانگی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے جوان! تم نے مجھے تکلیف میں ڈال دیا تھا۔ میں تین دن سے تمہارا یہیں پر انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في العدة، رقم 4996)

یہ نبی علیہ السلام کے وہ تجارتی اُصول ہیں جس کی وجہ سے نبی علیہ السلام نے تجارت میں کامیابی حاصل کی۔ اور اپنی امت کے نمونہ بنے۔

آپ ﷺ کی صداقت اور امانت:

کفارِ مکہ جنہوں نے اعلانِ نبوت کے بعد دشمنی کی وجہ سے آزمائشوں کے پہاڑ توڑ دیے۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کو جادوگر کہا، کاہن کہا، مجنون کہا۔ لیکن انہوں نے چونکہ نبی علیہ السلام کو اتنے قریب سے دیکھا ہوا تھا، لہٰذا دشمنی کے بعد بھی یہ نہ کہہ سکے کہ نبی علیہ السلام خائن ہیں، وعدہ خلاف ہیں۔ نبی علیہ السلام کو جھوٹا کوئی نہیں کہہ سکا۔ اور نبی علیہ السلام کی دو صفات صداقت اور امانت کی خصوصیت لوگوں میں تجارت کی وجہ سے زیادہ ہوئی تھی۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جسم کا جو حصہ حلال سے بنے گا وہ حلال کام کرے گا، اور جسم کا جو حصہ حرام سے بنے گا اس کو حرام کام کیے بغیر چین نہیں آئے گا۔ اس لیے حلال کا اہتمام بہت زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حلال مانگنے سے حلال مل جاتا ہے۔ میرے بھائیو! ابھی زندگی باقی ہے۔ آج اگر ہم توبہ کریں گے تو ہم سب کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔ اللہ پاک بڑے کریم ہیں، بڑے مہربان ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات:

اس کے بعد چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی واقعات سنیے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے۔ نبی علیہ السلام ان سے عمر میں تقریباً تین سال بڑے تھے۔ جب نبی علیہ السلام عکاظ میں اور مختلف علاقوں میں تجارت کرتے تھے تو یہ نبی علیہ السلام کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اور تجارت کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام سے دوستی بھی تھی۔ جیسے ہی نبی علیہ السلام نے دعوتِ حق دی تو بغیر کسی دلیل اور اعتراض کے فوراً نبی علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی تجارت کے معاملات کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اور خود اپنے معاملات میں بڑے صاف گو انسان تھے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا قے کرنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کچھ غلام رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک غلام کو تجارت کے لیے بھیجتے تھے۔ وہ غلام ان کے لیے کچھ نفع لے کر آتا تھا۔ ایک دن وہ کھانا لے آیا اور آکر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو پیش کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا لے کر کھانا شروع کر دیا۔ غلام نے کہا کہ حضرت! آپ ہمیشہ پوچھتے تھے کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟ ساری کارگزاری سنتے تھے، مگر آج آپ نے نہیں پوچھا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! بتاؤ کہاں سے کما کر لائے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ ایک مشرک نے مجھ سے فال نکلوایا تھا۔ مجھے فال نکالنا آتا نہیں تھا، میں نے ویسے ہی اسے دھوکہ دیا کہ مجھے فال نکالنا آتا ہے اور اس کا فال نکال دیا۔ آج بڑے عرصے بعد وہ مشرک مجھے ملا اور یہ کہا کہ یہ مال رکھ لو، تم نے میرا فال نکالا تھا اور

مجھے فائدہ ہوا۔ یہ وہی کمائی ہے جس کا کھانا میں آپ کے لیے لایا ہوں۔ اللہ اکبر کبیراً!
یہ بات بس سنی ہی تھی کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگلیاں ڈالیں اور سارا قے کر نکال دیا۔ بڑی مشکل اور تکلیف ہوئی۔ غلام نے کہا کہ حضرت! معمولی لقمے کے لیے اتنی تکلیف! فرمانے لگے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ حرام سے بنتا ہے، جہنم ہی اس کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے۔

کیا شان تھی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی کہ حلال وحرام کا اتنا زیادہ خیال کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیماری اور شہد

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں بیمار ہو گئے۔ بہت کمزوری ہوگئی۔ طبیب نے کہا کہ امیر المؤمنین! شہد استعمال فرمائیے۔ کہنے لگے کہ میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں۔ اطلاع ملی کہ بیت المال میں تھوڑا سا شہد موجود ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لاٹھی کے سہارے مشکل سے مسجد میں آئے اور منبر پر بیٹھے اور لوگوں کو جمع کیا۔ جب لوگ قریب آ گئے تو کہنے لگے: میں تمہارا امیر المؤمنین ہوں۔ اس وقت بیمار ہوں۔ طبیب نے مجھے شہد کا کہا ہے اور میرے پاس شہد خریدنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور مجھے بیت المال سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں تھوڑا سا شہد موجود ہے۔ اگر تم لوگ مجھے اجازت دیتے ہو تو میں شہد منگوا کے کھا لیتا ہوں اور وہ میرے لیے حلال ہوگا۔ اور اگر تم لوگ مجھے کھانے کی اجازت نہیں دیتے تو میرے لیے حرام ہے۔ جب صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے اجازت دی، تب منگوا کر کھایا۔ (طبقات ابن سعد: 257/3)

وہ ایک لقمہ کھانے کے لیے بھی کتنی احتیاط اور خیال کیا کرتے تھے۔ کتنی عجیب بات ہے۔ ہمارے بڑے تو حلال سے پیٹ بھرتے تھے اور آج ہم حرام سے پیٹ بھر رہے ہیں۔

خلافتِ فاروقی اور بچی کا خوفِ خدا:

یہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رات کی تنہائی میں گشت کر رہے ہیں۔ اسلم جو کہ آپ کے غلام تھے، ساتھ ہیں۔ امیر المؤمنین مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے ہیں، عوام کے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ چلتے چلتے تھک گئے تو ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ اندر سے ایک بوڑھی کی آواز آئی: بیٹی! آج دودھ کم ہے، ذرا پانی ملا لے۔ بچی کی آواز آئی: امیر المؤمنین نے منع کیا ہے، دودھ میں پانی نہیں ملانا۔ بوڑھی کی آواز آئی کہ امیر المؤمنین کون سا دیکھ رہے ہیں؟ جوان بچی کی آواز آئی کہ اماں! اللہ کی قسم! میں ایسی نہیں ہوں کہ جلوت میں تو ان کی اطاعت کروں، ان کی ہاں میں ہاں ملاؤں، اور خلوت میں ان کی نافرمانی کروں۔ اس وقت امیر المؤمنین وہ بات سن رہے تھے۔ جب بات پوری ہوگئی تو اپنے غلام اسلم سے کہا کہ جگہ کی نشاندہی کرلو۔ دروازے کو خوب اچھی طرح پہچان لو۔ خیر! یہ دونوں واپس تشریف لے گئے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب واپس گھر آتے ہیں تو تینوں بیٹوں کو بلایا اور کہا: بیٹو! اگر میں اس وقت چاہتا تو اس بچی سے شادی کر لیتا اور تمہیں نہ دیتا۔ لیکن تم میں سے اگر کوئی چاہتا ہے تو اس بچی سے شادی کر لے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ لڑکی میری بہو بنے۔ ایسی نیک بچی میری بہو ہونی چاہیے۔ پہلے دو بھائیوں نے کہا کہ ہماری تو بیوی ہے، شادی شدہ ہیں۔ ایک چھوٹے بیٹے تھے عاصم۔ انہوں نے کہا کہ ابا جان! میری شادی کروا دیں۔ اگلے دن امیر المؤمنین نے وہاں نکاح کا پیغام بھجوا دیا اور اس طرح اپنے بیٹے عاصم کا نکاح کر کے اس لڑکی کو اپنی بہو بنا لیا۔ ان دونوں میاں بیوی کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جس کی شادی عبدالعزیز سے ہوئی۔ عبدالعزیز سے پھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عمر رکھا گیا۔ یہی وہ

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو پانچویں خلیفۂ راشد ہیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر:6494)

جب والدین حلال اور خدا خوفی کا اہتمام کریں گے تو اولادیں ایسی ہوں گی جو دنیا کے اندر بھی اور آخرت میں بھی والدین کے لیے برکتوں کا ذریعہ بنے گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے۔ عجیب تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کا تجارتی مال ایسے وقت میں مدینہ طیبہ پہنچا جب قحط کی حالت تھی۔ لوگوں کو پتا چلا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تجارتی مال آیا ہے جس میں اناج، غلہ وغیرہ بھی ہے۔ بڑے بڑے تاجر آپ کے پاس آگئے۔ تاجروں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ سارا مال ہمیں بیچ دو، سو کے دو سو لے لو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، تھوڑا بتا رہے ہو۔ تاجروں نے کہا کہ سو کے تین سو لے لو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہیں، تھوڑا بتا رہے ہو۔ انہوں نے پانچ سو کہہ دیے، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھوڑا بتا رہے ہو۔ غرض یہ کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے بڑھاتے رہے، مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہی کہتے رہے کہ یہ تھوڑا ہے۔ مدینہ طیبہ میں قحط پڑا ہوا ہے تم سو کے پانچ سو کم دے رہے ہو، اور بڑھاؤ، مجھے تو اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ تاجر پریشان ہو کر کہنے لگے کہ کون آپ کو اس سے زیادہ دیتا ہے؟ اس پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے زیادہ دیتا ہے، 10 کا وعدہ تو عام ہے، لیکن وہ پروردگار فرما رہے ہیں ستر گنا دوں گا، اور اگر چاہوں گا تو اس سے بھی زیادہ بڑھاؤں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی تجارت سے کسی کی مجبوری کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ سارا مال اللہ کے بندوں پر، ضرورت مندوں پر تقسیم کر دیا۔

مقدر روزی مل کر رہتی ہے:

ایک بات سمجھنے کی ہے۔ کاش! ہمیں یہ بات سمجھ میں آجائے کہ جو میرے مقدر میں ہے، جس وقت پر ہے مجھے وہی ملنا ہے اور اسی وقت پر ملنا ہے۔ وقت سے پہلے نہیں، مقدر سے زیادہ نہیں، یہ پکی بات ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے دانے دانے پر طے کر دیا ہے کہ کس کو ملنا ہے۔ فرشتے اسی کام پر مامور ہیں کہ اُدھر کا رزق اِدھر نہیں ہوسکتا، اور اِدھر کا رزق اُدھر نہیں ہوسکتا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے! ایک بندہ موٹر سائیکل چلا رہا ہے۔ جاتے جاتے اس کا ایکسیڈینٹ ہوگیا، نیچے گر گیا۔ اب وہ بے ہوش ہے۔ لوگ اسے اُٹھا رہے ہیں، ہلا رہے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی پانی کی بوتل لے کر آتا ہے اور اس کا منہ کھول کر چند قطرے پانی کے زبردستی ڈالتا ہے۔ آپ بتائیں وہ کیوں ڈال رہا ہے؟ وہ تو اس لیے ڈال رہا ہے کہ اسے ہوش آجائے، مگر پروردگارِ عالم کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ اپنی زندگی کا سارا رزق پورا کر چکا ہے۔ اور جو وہ اپنے ہاتھ سے نہ لے سکا تو کسی اور کے ہاتھ سے ڈلوا کر اس کو اپنے پاس بلوا لیا۔ معلوم ہوا کہ اگر چند قطرے رہ گئے ہیں تو مرتے وقت وہ بھی ڈال دیے جائیں گے، اس کے بغیر موت آ نہیں سکتی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رزق انسان کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔ (مشکوۃ شریف: رقم 5312)

دوسری حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: بندہ اپنے گناہ کی وجہ سے جس کو وہ کر رہا ہوتا ہے، روزی محروم ہو جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 4022)

اللہ کی اطاعت سے رزق میں برکت:

بڑے فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزّت کے پاس جو کچھ ہے، تم اسے اطاعت کے

ذریعے ہی لے سکتے ہو۔ یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے باوجود بھی آج ہمارے پاس کروڑوں ہیں۔ اگر ہم نے فرماں برداری کی ہوتی تو شاید اربوں ہوتے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا رزق اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے لینا ہے۔ ایسے بھی اعمال ہیں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ رزق بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ایک واقعہ ہے۔ ایک آدمی تھا جس نے زندگی بھر پریشانی میں گزاری۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جا رہے تھے تو وہ بندہ کہنے لگا کہ اللہ سے اگر بات چیت ہو تو اللہ سے کہیے گا کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے وہ آج ہی مل جائے۔ زندگی گزر گئی فاقے گزارتے ہوئے۔ ایک مرتبہ تو پیٹ بھر کر کھالوں۔ یہی بات کی، یا اسی طرح کی کوئی بات کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کو اس کے مقدر کا مل گیا اور بات ختم ہوگئی۔

کچھ عرصے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ وہاں لنگر چل رہے ہیں، بڑا سا گھر ہے اور لوگ موجود ہیں جو کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیق کی کہ یہ کس کا گھر ہے؟ اور یہ بندہ کون ہے؟ پتا لگا کہ یہ وہی فقیر ہے جس نے اپنے مقدر کا سارا مانگ لیا تھا، صرف اتنا سا آیا تھا جتنا چند دنوں کے لیے ہو جاتا تھا، ایک آدھ بکری اور گندم کی بوری وغیرہ۔ لیکن آج تو اس کے پاس اتنا مال ہے، لنگر لگا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اس نے تو میرے ساتھ تجارت کی۔ اس کے گھر پر سائل آیا تو اس نے اس سائل کو کھانا کھلا دیا، اور میرا ایک کے بدلے میں دس کا وعدہ ہے۔

کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک نیکی لے کر حاضر ہوگا تو اس پر اللہ ربّ العزّت اس کو دس دیں گے۔ (سورہ انعام: آیت 160) معلوم ہوا کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جس سے اللہ ربّ العزّت رزق کو بڑھا دیتے ہیں، ورنہ عام طور پر جو رزق لکھ دیا گیا ہے اتنا ہی ملے

گا۔ تو تجارت سے مقصود ہمارا یہی ہونا چاہیے کہ زندگی اس انداز کے ساتھ گزارنی ہے کہ ہمیں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں، بیوی بچوں کی اچھے انداز سے پرورش ہو سکے۔

مال کا حق ادا کرنا:

ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ ہمارے پاس جو مال ہے اس کا حق ادا کرنا ہے۔ حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مال کی زکوۃ ادا کرتے رہنا، کوئی رشتے دار غریب ہے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرتے رہنا۔ ان چیزوں سے مال کبھی کم نہیں ہوتا۔ آپ لوگوں میں بڑے بڑے تاجر حضرات بھی بیٹھے ہیں۔ آپ لوگوں سے سوال پوچھتا ہوں۔ زندگی میں کبھی اس کا جواب لا کر دے دیجیے۔ کیا کبھی آپ کو ایسا شخص ملا جس نے اللہ کے راستے میں خوب مال خرچ کیا ہو، مدرسے بنائے ہوں، دین کا کام کیا ہو، لوگوں کی، رشتے داروں کی مدد کی ہو اور وہ کنگال ہو گیا ہو؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نبی علیہ السلام نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا، صدقہ دو۔

(مسند احمد: رقم 1677)

نبی علیہ السلام قسم نہ بھی کھاتے تب بھی بات پوری تھی، لیکن نبی علیہ السلام نے قسم کھا کر بات کو اور زیادہ مؤکد کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ کو بے شمار ایسی مثالیں ملیں گی کہ جنہوں نے بینکوں سے لاکھوں کروڑوں نہیں، بلکہ اربوں لیا ہو گا مگر برباد ہو گئے ہوں گے۔ صدقہ دینے میں بظاہر لگتا ہے کہ جا رہا ہے، مگر دوسری طرف سے لگتا ہے کہ آ رہا ہے۔ اور سود لینے میں لگتا ہے کہ آ رہا ہے، لیکن وہ اصل بھی لے جاتا ہے۔ جو انسان کثرت سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے، اس کو کبھی کمی کا معاملہ پیش نہیں آئے گا۔ اور آگے سنیے کہ ہمارے اکابرین رزقِ حلال کا کتنا خیال رکھا کرتے تھے۔

مفلسی سے حفاظت:

ایک ہوتا ہے سچ بولنا، اور ایک ہوتا ہے سچائی والا معاملہ کرنا۔ تاجر میں یہ دونوں صفات ہونی چاہییں۔ علمائے کرام نے کتابوں میں لکھا ہے کہ سچا تاجر کبھی مفلس نہیں ہوتا۔ آج ہمارے مشاہدے میں بھی یہ بات ہے کہ جو بندہ قیمت صحیح لگاتا ہو، اور سودا بھی کھرا کرتا ہو، تو لوگ اس سے مال خریدنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کئی لوگوں کو تو میں بھی جانتا ہوں، آدھا آدھا گھنٹہ اُن کی دوکان نماز کے لیے بند ہوتی ہے مگر لوگ اُن کے انتظار میں باہر کھڑے رہتے ہیں کہ سودا انہی سے لینا ہے۔ کوئی پٹرول پمپ والا ہو، لیٹر کے حساب سے پورا پیٹرول دیتا ہو، میٹر صحیح ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ اس کا میٹر صحیح ہے، پیٹرول صحیح ہے، وہیں سے لینا ہے۔ اسی طرح ہر شعبہ میں ایسے افراد جن کی سچائی لوگوں کو معلوم ہو جائے، لوگ انہی کے پاس جاتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تجارت:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے فقیہ ہونے کے علاوہ تاجر بھی تھے۔ آپ امام اعظم کیوں کہلاتے ہیں کہ باقی جتنے بھی آئمہ حضرات رحمہم اللہ ہیں، وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے Direct یا In Direct شاگرد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمیت جتنے بھی آئمہ حضرات گزرے ہیں یا تو وہ امام صاحب کے بلاواسطہ شاگرد ہیں، یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔ کتابوں میں اس کے پورے دلائل موجود ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیسے تجارت کرتے تھے؟ چند ایک واقعات سنیں اور دل کے کانوں سے سنیں!

ایک مرتبہ دوپہر کا وقت تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوکان بند کر کے جا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ نعمان! (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے) آج دوپہر کو ہی

دوکان بند کر دی؟ خیر تو ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں! آج بادل زیادہ ہیں، اور میری کپڑے کی دوکان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اندھیرے کی وجہ سے کوئی گاہک آئے اور ہلکی چیز کو قیمتی سمجھ کر لے جائے، اس لیے میں نے دوکان ہی بند کر دی کہ کسی کو دھوکہ نہ لگ جائے۔ سبحان اللہ! یہ لوگ پیسوں کو اپنے آپ سے دور رکھتے تھے، مگر وہ ان کو چمٹ کر آ کے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوکان پر تھے۔ کپڑوں کا ایک عیب والا تھان تھا۔ جو اُن کا کام کاج کرنے والا ساتھی تھا، اس سے کہا کہ دیکھو! اس تھان میں عیب ہے، اس کو تم نے بغیر عیب بتائے نہیں دینا۔ اس ساتھی نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ کچھ دنوں بعد امام صاحب نے اس ساتھی سے اس عیب والے تھان کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو بک گیا، آج ہی اس کو بیچا ہے۔ ارے بھائی! عیب بتایا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں جی، میں تو بھول گیا۔ اب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دن کی ساری Sale اور بکری اللہ کی راہ میں دے دی۔ یعنی صدقہ کر دی کہ میں اس مال کو اپنے مال میں شامل نہیں کر سکتا۔

سفیان بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ احتیاط اور تقویٰ کے بلند مقام پر فائز تھے، اور اس وجہ سے ان کی دوکان پورے کوفہ میں مشہور تھی۔ چناں چہ مدینہ طیبہ سے ایک آدمی کوفہ آیا۔ اسے کچھ مختلف قسم کی چیزیں اور کپڑے خریدنے تھے۔ اس نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کپڑے کہاں سے بہتر ملتے ہیں؟ لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں کس قسم کے کپڑے چاہییں؟ اس نے کہا کہ مجھے اعلیٰ اور بڑھیا قسم کا کپڑا چاہیے۔ لوگوں نے بتایا کہ فلاں بازار میں فلاں فقیہ کی دوکان ہے، وہاں تمہیں تمہارے معیار کا کپڑا مل جائے گا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ اس دوکان میں اپنا ایک دام رکھنا، بھاؤ تاؤ نہ کرنا، کیوں کہ وہاں سودا بھی کھرا ہے اور ریٹ بھی کھرا ہے۔ تم اطمینان

سے جاؤ۔ وہ آدمی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دوکان پر آ گیا۔ جس وقت وہ وہاں آیا، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہیں تھے، ان کا ملازم موجود تھا۔ اس آدمی نے وہاں ایک کپڑا پسند کیا اور اس کی قیمت پوچھی۔ ملازم نے بتایا 1000 روپے۔ اس نے بغیر کسی بھاؤ تاؤ کیے خرید لیا اور واپس مدینہ طیبہ چلا گیا۔

کچھ دنوں بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملازم سے اس کپڑے کا پوچھا کہ تم نے وہ کپڑا کتنے کا سیل کیا ہے؟ ملازم نے کہا کہ 1000 درہم کا۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ اس کی قیمت تو 600 درہم تھی۔ اب امام صاحب نے اس آدمی کے پیسے لوٹانے کے لیے مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ ذرا غور کریں کہ ایک ایسے شخص کو تلاش کرنے کے لیے سفر کر رہے ہیں، جسے جانتے تک نہیں ہیں۔ یہ ہمارے مقتدا ہیں جو دنیاوی معاملات میں خوفِ خدا رکھتے تھے، اور آخرت کے معاملے میں خوفِ خدا رکھتے تھے۔ غرض اسے تلاش کیا تو مسجد میں دیکھا کہ وہ آدمی وہی کپڑا پہنے مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔

خیر! اس سے نماز کے بعد بات چیت ہوئی۔ امام صاحب نے اس سے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے، تم مجھے دے دو۔ اس آدمی نے کہا کہ نہیں! یہ میرا کپڑا ہے، میں نے اسے 1000 درہم میں ابوحنیفہ کی دوکان سے خریدا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ہی ابوحنیفہ ہوں۔ یہ کپڑا جو تم نے پہنا ہے اس کی قیمت 600 درہم تھی، تم نے ہزار کا خریدا ہے، چار سو زائد ہے، یا تم زائد رقم واپس لے لو، یا کپڑا واپس کر دو۔ اس آدمی نے کہا: میں آپ حسنِ معاملات سے خوش ہوں۔ لیکن پھر بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے 400 درہم واپس لوٹا دیے۔ یہ تھی اُن کے تقوے کی شان! اللہ اکبر کبیراً

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا خریدنا:

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تین سو درہم میں ایک گھوڑا

خریدا۔ پھر اس سے کہا کہ تیرا یہ گھوڑا تو تین سو درہم سے زیادہ کا ہے، کیا تم اسے پانچ سو درہم کا بیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ آپ کی مرضی۔ چناں چہ آپ نے سو درہم زیادہ کر کے دے دیے۔ اس کے بعد پھر مذکورہ بات کہی اور سو روپے مزید دے دیے۔ اس طرح کرتے کرتے آٹھ سو درہم اس کے حوالے کر دیے اور گھوڑا لے لیا۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ اس بات پر بیعت کی ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنی ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: رقم 4967)

مسلمان تاجر اور اشاعتِ اسلام:

انڈونیشیا اور ملائیشیا وغیرہ کے لوگ کیسے مسلمان ہوئے؟ ان ممالک میں پہلے پہل کوئی فوجیں یا علماء نہیں پہنچے، بلکہ مسلمان تاجر پہنچے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام اور تیسری صدی ہجری کی ابتدا میں مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ مغربی انڈونیشیا کے سب سے بڑے جزیرے سماٹرا کے راستہ پہنچا۔ یہ پہلا قافلہ تھا جو اس راستے سے آیا۔ اس کے بعد پھر دیگر ساحلی علاقوں سے بھی قافلے آتے رہے۔ وہیں پر انہوں نے دوکانیں کھولیں۔ چند ہی دنوں میں ان کی سچائی اور امانت داری کو دیکھتے ہوئے وہاں کے مقامی لوگ مقامی دوکانوں سے سودا خریدنے کی بجائے ان سے خریدنے لگے۔ وہاں کے تاجر پریشان ہوگئے کہ ہم بھی اسی ملک کے ہیں، خریدنے والے بھی اسی ملک کے ہیں، مگر ہمارے پاس گاہک نہیں آرہے، اور ان باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کے پاس گاہکوں کی لائن لگی ہوتی ہے۔ تاجر وفد بنا کر مسلمانوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے پاس کیا عمل ہے؟ ایسا کیا کرتے ہو کہ گاہک ہم سے سودا نہیں لیتے بلکہ تم سے لیتے ہیں۔ حالاں کہ تم لوگ دن کے کچھ حصے میں دوکانیں بند بھی کرتے ہو؟

مسلمان تاجروں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جو تجارت کے اصول بتائے ہیں اس کے مطابق تجارت کرتے ہیں۔ نہ کم تولتے ہیں، نہ جھوٹ بولتے ہیں، نہ زیادہ بات کرتے ہیں اور مناسب گفتگو کے ذریعے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور جس وقت ہماری عبادت کا وقت آتا ہے، ہم اس وقت رزق کو چھوڑ کر رزّاق کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اس کے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں، تو وہ رزق ہمارے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ جب یہ باتیں انہوں نے سنیں تو کہنے لگے کہ ہمیں بھی وہ اصول بتاؤ، ہم بھی اچھے تاجر بننا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ اولاً وہاں کی عوام میں دین آیا۔ اور یہ محنت بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ ان کے بادشاہ نے بھی دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔ (اطلس تاریخ اسلام از حسین مونس: ص 380)

ایک کتاب میں یہ روایت بھی ہے کہ انڈونیشیا کے کچھ تاجر خلیفہ ہارون رشید (خلافتِ عباسیہ) کے زمانے میں بغداد آئے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو سب کے سب دینِ اسلام سے جُڑ چکے تھے۔ اور یہی لوگ اپنے ملک میں اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنے ہیں۔ واللہ اعلم! (تاریخ اسلامی از محمود شاکر: 368/20)

کتنی عجیب بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بازار میں یہودی ایک طرف سے داخل ہوتے تھے اور دوسری طرف سے نکلتے تھے تو کلمہ پڑھ کر نکلتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال اور ان کی تجارت کے انداز کو دیکھ کر ان کی زبانوں سے کلمہ جاری ہو جاتا تھا۔ آج ہمارے بازاروں میں کوئی آتا ہے تو جب دوسری طرف سے نکلتا ہے تو بعض اوقات گالیاں دیتے ہوئے نکلتا ہے۔ لوگوں کے اعمال میں کتنا فرق آ گیا ہے۔ اگر ہم ان باتوں پر عمل کی نیت سے دھیان دیں گے تو ان شاء اللہ عمل کی توفیق ملے گی۔

تجارت کے مسائل سیکھنا:

حضورِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء اور

صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم 1209)

میرے بھائیو! تاجروں کو کتنی بڑی نعمت مل گئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقوں کے مطابق تجارت کریں گے تو قیامت کے دن ان کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے، بلکہ یہ تو بہت بڑا مقام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بازار جاتے تو تاجروں سے کہتے تھے: ''ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے، مگر وہی شخص جسے دین کی سمجھ بوجھ ہو''۔ (سنن ترمذی: رقم 487)

یعنی اگر ہمارے بازاروں میں تجارت کرنی ہے تو پہلے بیع وشراء کے اُصول سیکھ کر آؤ، پھر تجارت کرنا، ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم تجارت کرتے ہوئے کسی غلطی میں مبتلا ہو جاؤ، یا سودی معاملات کرلو اور جہنم تمہارا ٹھکانہ بن جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارت

تجارت یہ نہیں کہ اسلام میں نفع کی اجازت نہیں ہے۔ دیکھیے! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام نے ان کی ایک انصاری بھائی کے ساتھ مواخات فرمائی تو ان کے پاس پہنے ہوئے کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ انصاری صحابی انہیں اپنے گھر لے آئے اور کہنے لگے کہ اے عبدالرحمٰن! یہ آدھا گھر آپ کا ہے اور آدھا میرا ہے۔ میری دو بیویاں ہیں، آپ جسے پسند کریں اسے طلاق دے دوں گا، عدت کے بعد شادی کر لینا۔ میرے مال بھی آدھا آپ کا، اور آدھا میرا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تمہیں تمہارا مال، گھر، بیوی سب مبارک ہو۔ مجھے تو تم منڈی کا راستہ بتاؤ کہ بازار کدھر ہے؟ چناں چہ وہ بازار تشریف لے گئے اور پنیر اور مختلف چیزوں کا کاروبار کیا۔

کاروبار کرتے کرتے اس مقام تک پہنچے کہ جس وقت دنیا سے تشریف لے گئے تو

مال اتنا زیادہ چھوڑ کر گئے جس کا شمار نہیں ہوسکتا۔ تین اَرب، دس کروڑ سونے کے سکے چھوڑ کر گئے۔ اگر چالیس، پچاس ہزار کا بھی ایک سکہ ہو تو بات کدھر تک جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بے حساب پراپرٹی، دس ہزار بکریاں، ایک ہزار اُونٹ۔ اب اگر ان سب کی قیمت بھی شمار کریں تو حساب کہاں پہنچ جائے گا؟ اولاد میں جو سونے کا ترکہ تقسیم کیا گیا تو اس سونے کو کاٹنے کے لیے کلہاڑا استعمال ہوا۔ وہ کوئی بہت بڑے ٹکڑے ہوں گے جو کلہاڑے سے توڑے گئے۔ 10 تولے کا بسکٹ بھی کلہاڑے سے نہیں توڑا جاتا۔

بہرحال جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو تجارت کے اندر یہ اعلیٰ مقام کیسے ملا؟ تو کہنے لگے کہ میں نے ریٹ بڑھانے کے لیے کبھی مال کو نہیں روکا۔ مثال کے طور پر آج کوئی 100 کی چیز 105 کی مل رہی ہے، کل بیچیں گے تو 110 کی بک جائے گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کبھی اس طرح کی تجارت نہیں کی۔ یعنی آتے ہوئے گاہک کو واپس نہیں موڑا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ سنانے لگے کہ میں نے 1000 اُونٹ خریدے۔ نفع کے ساتھ بیچنا چاہتا تھا نہیں بکے۔ ایک گاہک آیا، اس نے کہا کہ سارے کے سارے خریدتا ہوں، مگر اس کی قیمت وہی لگائی جو میری قیمتِ خرید تھی۔ میں نے ایک ہزار اُونٹ کو Cast to Cast سیل کر دیا۔ مجھے نفع میں پھر بھی ایک ہزار رسیاں بچ گئیں۔ میں نے وہ رسیاں ایک ہزار درہم میں بیچ دیں تو یوں مجھے ایک ہزار درہم کا فائدہ ہوگیا۔ یعنی انہوں نے اپنے اس عروج کی وجہ یہ بتائی کہ گاہک کو کبھی قیمت بڑھنے کی وجہ سے یہ نہیں کہا کہ یہ چیز نہیں ہے۔ اس میں تھوڑا بھی نفع ملتا تو اس چیز کو وہ سیل کر دیتے تھے۔

دوسری وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ ادھار کبھی نہیں کیا۔ تیسری وجہ یہ بتائی کہ 5 فیصد

سے زیادہ کبھی نفع نہیں لیا۔ تو یہ ان کی تجارت کرنے کی ترتیب تھی۔ نفع کو 5 فیصد سے زیادہ لے سکتے ہیں، مگر مقصد یہ ہے کہ انسان تجارت کو اللہ کے خوف کے ساتھ کرلے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

1 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو اپنا وکیل بنا کر، سامانِ تجارت دے کر بھیجا اور کہا کہ تم مصر جاؤ اور وہاں یہ سامان سیل کرو۔ اس سامانِ تجارت کی نوعیت یہ تھی کہ ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ کا نفع ہونا چاہیے تھا۔ اس وکیل نے مارکیٹ دیکھی اور پھر اس نے اپنے مال کی Values نکالی۔ اور پھر اس نے سامان روک لیا اور نہیں بیچا۔ جب سارے قافلے والوں نے اپنا اپنا مال سیل کردیا، پھر اس نے اپنا مال سیل کیا اور ڈبل قیمت یعنی 10 کی چیز 20 میں بیچی۔ اور آخری مال کو ڈبل سے بھی زیادہ بیچا جیسا کہ ہمارے ہاں بھی آخری مال کو زیادہ قیمت پر خریدلیا جاتا ہے۔ جب وہ آدمی واپس آیا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اڑھائی لاکھ کا نفع لے کر پہنچا جبکہ نفع کا اندازہ ایک لاکھ کا تھا۔ اب جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اڑھائی لاکھ نفع میں آیا تو امام صاحب حیران ہوگئے اور اس وکیل سے کہنے لگے کہ یہ تم نے کیا کیا؟ اتنا نفع تمہیں کہاں سے مل گیا؟ اس آدمی نے کہا کہ جناب! میں نے پوری مارکیٹ کو دیکھا، پورا سروے کیا، ایک ایک بات نوٹ کی کہ کب کہاں کس کو میرے مال کی ضرورت پڑے گی۔ اس نے اپنا نفع کمانے کی ساری کہانی سنائی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ یہ احتکار (ذخیرہ اندوزی) ہے کہ ضرورت کے وقت مال کو روک کر رکھنا اور بعد میں اسے مہنگا کرکے بیچنا۔ اور کہا کہ اب میں کس کس گاہک کو کہاں کہاں تلاش کروں؟ اب انہوں نے Total رقم مع منافع کے صدقہ کردی۔ یہ ان کا تقویٰ تھا۔ اللہ اکبر کبیراً!

آدھی دنیا کے قریب لوگوں کا حنفی مسلک چل رہا ہے۔ بڑے بڑے عرب حضرات بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بہت احترام کرتے ہیں۔ ان کے اس بلند مرتبے کی وجہ معاملات کی صفائی، علم اور نیکی تو ہے ہی، مگر ان کے تقویٰ کی شان ہی اعلیٰ تھی۔

2 ایک مرتبہ کوفہ میں بکریاں چوری ہوگئیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع ملی کہ شہر میں بکریاں چوری ہوگئی ہیں۔ امام صاحب پریشان ہوگئے اور چرواہے کو بلایا اور پوچھا کہ ایک بکری کی اوسط عمر کتنی ہوتی ہے؟ چرواہے نے کہا کہ سات سال۔ اس کے بعد انہوں نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چوری شدہ گوشت میرے پیٹ میں چلا جائے۔ اللہ اکبر کبیراً!

3 بادشاہِ وقت ابوجعفر منصور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ہدیہ بھیجتا تھا۔ جبکہ امام صاحب بیت المال کا اور بادشاہ کا پیسہ استعمال نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن اگر اس مال کو واپس کرتے تو لڑائی کا اندیشہ تھا۔ امام صاحب نے ایک عجیب سا معاملہ کیا۔ خلیفۂ وقت کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرے پاس لوگوں کی بہت ساری امانتیں ہیں، اگر آپ کی اجازت ہو تو بیت المال میں رکھ لیں؟ خلیفۂ وقت نے اجازت دے دی۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے امانتیں بیت المال میں رکھوانی شروع کردیں۔ کافی عرصے بعد جب بیت المال کو کھولا گیا اور امام صاحب کی امانتوں کو واپس کیا جانے لگا تو پتا چلا کہ اس میں کئی تھیلیاں وہ بھی ہیں جس میں بادشاہ منصور امام صاحب کو ہدیہ بھجوایا کرتے تھے۔ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ کتنی سمجھداری کے ساتھ اس نے میری تھیلیاں مجھے ہی واپس کردیں۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا اور ان کا ترکہ تقسیم کیا گیا تو صرف لوگوں کی امانتیں ہی پانچ کروڑ درہم سے زیادہ خزانے میں موجود تھیں۔ لوگ اعتماد کرکے اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔

اچھا! دنیا میں کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کوئی انعام یا فضل کر دیتے ہیں، چاہے وہ دنیا کا فضل ہو یا دین کا، تو ساتھ میں حاسدین بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ پکی بات ہے کہ کسی کو کچھ مل جائے تو اس سے حسد کرنے والا ضرور ہوگا۔ لیکن ہمارے اکابرین کی نظریں بڑی پیاری تھیں۔ ان کو پتا لگتا کہ ہمارے ساتھ کوئی حسد کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے کہ اے اللہ! تُو نے ایسی نعمت عطا کی تیرا شکر ہے کہ کوئی دوسرا ہم سے حسد کرتا ہے۔ اسے کہتے ہیں Positive Thinking کہ حاسد کے بارے میں بدگمانی نہ کرنا۔

4 ایک مرتبہ ایک حاسد نے بہت بڑی رقم امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس رکھوائی اور اس پر اس نے سرکاری مہر لگا دی۔ خاص طریقے کے مطابق مہر لگا کر بہت بڑی اماؤنٹ امام صاحب کے حوالے کر دی۔ پھر جب اس نے اندازہ لگایا کہ امام صاحب کی لاکھوں کے حساب سے چیزیں Import اور Export ہو رہی ہیں، اس کے علاوہ وہ لاکھوں کی تعداد میں دراہم علماء اور مشائخ کو دے رہے ہیں۔ یعنی مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتے بھی ہیں، اور ان کو وظیفے بھی دے رہے ہیں، لوگوں کے گھروں کی کفالت کر رہے ہیں۔ اب اس حاسد نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ امانت دیے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے اور کافی بڑی اماؤنٹ امام صاحب کو دی ہوئی ہے اور ان کا بہترین کاروبار چل رہا ہے ہے۔ خوب ریل پیل نظر آ رہی ہے تو یقیناً انہوں نے اس تھیلی کو بھی استعمال کیا ہوگا جس پر سرکاری مہر لگی ہوئی تھی، ورنہ اتنے پیسے امام صاحب کے پاس کہاں سے آ سکتے ہیں؟ اس نے قاضی کی عدالت میں جا کر مقدمہ دائر کر دیا کہ امام صاحب نے میری اس تھیلی کو کھول لیا ہے جس پر سرکاری مہر تھی۔ وہ امام صاحب کے پاس نہیں گیا، سیدھا قاضی کے پاس ہی مقدمہ لے کر گیا تھا۔ قاضی نے جب امام صاحب کو بلایا تو امام صاحب نے اپنے خزانے میں سے وہ تھیلی لا کر پیش کر دی۔ لوگوں نے اور حاسد نے ان کے

معاملات کی صفائی کو دنیا میں آزما بھی لیا۔ چاہیے کہ ہم بھی صداقت کے ساتھ کاروبار کریں، حلال کمائیں، پھر اپنی زندگی میں اور اپنی اولادوں میں برکتیں دیکھیں!

کابل کا اہم واقعہ:

امیر محمد ولی کابل کا ایک آدمی تھا۔ ان کے دادا دوست محمد خان کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ملک پر کسی نے حملہ کر دیا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کو فوج دے کر بھیجا کہ جاؤ اور مقابلہ کر کے آؤ۔ شہزادہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ کو خبر ملی کہ شہزادہ پیٹھ دکھا کے بھاگ گیا ہے اور ہمیں شکست ہو چکی ہے۔ اور یہ کہ شہزادہ واپس آ رہا ہے۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا، بہت غمگین ہو گیا، چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اسی غمگین اور بوجھل چہرے کے ساتھ وہ گھر گیا اور اس نے یہ دکھ بھری بات ملکہ کو سنائی۔ ملکہ نے سنا تو کہنے لگی کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ میرا بیٹا جان دے سکتا ہے، سینے پر تلوار کے زخم لگوا سکتا ہے، مگر پیٹھ دکھا کر واپس نہیں آ سکتا۔ بادشاہ نے بہت کہا کہ یہ جاسوسوں کی رپورٹ ہے جھوٹی نہیں ہو سکتی، مگر وہ یہی تکرار کرتی رہی کہ میرا بیٹا شہید ہو سکتا ہے، مگر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ پیٹھ دکھا کے بھاگ جائے۔

بادشاہ نے ملکہ کی اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ شاید صدمے سے ایسی باتیں کر رہی ہے، مگر کچھ دنوں بعد خبر آئی کہ پہلی خبر جھوٹی اور غلط تھی، شہزادہ نہیں بلکہ دشمن پیٹھ دکھا کر شکست کھا گیا ہے اور شہزادہ فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہونے والا ہے۔ بادشاہ بہت حیران بھی ہوا، اور خوش بھی ہوا۔ سیدھا ملکہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے سارے جاسوس، گورنمنٹ، مشیر سب ناکام ہو گئے۔ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تمہارا بیٹا پیٹھ دکھا کے نہیں بھاگا بلکہ فاتح بن کر واپس آیا ہے؟ ملکہ نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ جب سے یہ میرے پیٹ میں آیا ہے، میں نے کبھی اس کو حرام غذا نہیں کھلائی، اور نہ خود

کھائی۔ اور جب سے یہ پیدا ہوا ہے میں نے زندگی بھر اسے کبھی حرام نہیں کھلایا، تمہارے خزانے سے کبھی نہیں کھلایا، ہمیشہ حلال ہی کھلایا، اور حلال کھانے والا شہید تو ہو سکتا ہے مگر پیٹھ دکھا کر واپس نہیں آ سکتا۔

ہم بھی حلال کھائیں اور اپنے کاروبار کو صاف گوئی سے چلانے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ ابھی زندگی میں موقع ہے۔ موت سے پہلے ہم اپنے آپ کو صاف کرنے کی کوشش کریں۔ پھر دیکھیں یہی دوکان ہوگی، مگر موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ یہ کوئی چھوٹی بات ہے کہ دوکان، کاروبار اللہ پاک نے ہمیں ایسی نعمت دی ہے، اگر اس نعمت کا حق ادا کریں تو قیامت کے دن یہ ہمیں انبیاء علیہم السلام کے جھرمٹ میں کھڑا کر دے گی۔ تاجر لوگ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار، یا جتنے بھی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ یہ کوئی چھوٹی نعمت نہیں ہے، بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن اس کے لیے محنت کرنا ہوگی۔ جذبات کی قربانی دینی ہوگی۔ زبان کو کنٹرول میں رکھنا ہوگا، پھر دیکھیں اللہ کی رحمتیں کیسے متوجہ ہوں گی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک بہت ہی مشہور ترین واقعہ سن لیجیے۔ چوں کہ بہت سبق آموز واقعہ ہے، اس لیے میں اس کو یہاں پر ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بہر حال واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں علم حاصل کرنے کے لیے کہیں جانا چاہ رہے تھے۔ ماں نے کپڑوں میں کچھ پیسے سی دیے اور بیٹے کو پیسوں کا بتا دیا کہ یہ تمہارے کام آئیں گے۔ تم علم حاصل کرنے جاؤ۔ بیٹا! کبھی جھوٹ نہیں بولنا، ہمیشہ سچ بولنا۔ یہ نصیحتیں سن کر شیخ حصولِ علم کے لیے ایک قافلہ کے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں اچانک ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور

سب قافلے والوں کولوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے حوالے کردو۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں! میرے پاس 40 اشرفیاں ہیں۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ لوگ تو جھوٹ بولتے ہیں، تم نے سچ کیوں بولا؟

اس نے یہ بات سردار تک بات پہنچادی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے پوچھا تو انہوں نے چھپی ہوئی رقم نکال دی۔ سردار نے کہا کہ ہر آدمی جھوٹ بولتا ہے مال چھپانے کے لیے، تم نے کیوں نہیں چھپایا؟ معصوم بچے نے جواب دیا کہ امی نے کہا تھا کہ سچ بولنا، جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ڈاکوؤں کے سردار پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے توبہ کرلی اور سارا مال لوگوں کو لوٹا دیا۔ اور کہا کہ مجھے بھی میرے پروردگار نے اور میرے نبی ﷺ حکم دیا ہے کہ حلال کمانا ہے اور سچ بولنا ہے، تو مجھے بھی ان کی باتوں پر عمل کرنا ہے۔

پیران پیر کے والد کا واقعہ:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے والد کا قصہ بھی بڑا عجیب اور ایمان افروز ہے۔ ان کے والد کا نام تھا دوست محمد جنگی رحمہ اللہ۔ بڑے اللہ والے تھے۔ اکثر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مرتبہ دریا کے کنارے عبادت کرتے دو تین دن گزر گئے۔ بھوک بھی لگی ہوئی تھی کہ اچانک نظر پڑی پانی پر ایک سیب تیرتا ہوا آرہا ہے۔ انہیں بھوک لگی ہوئی تھی۔ دریا میں ہاتھ ڈالا، سیب نکالا اور بسم اللہ پڑھ کے کھالیا۔ کھاتے ہی خیال آیا کہ میں نے تو سیب کے مالک سے اس کے کھانے کی اجازت لی ہی نہیں، بغیر اجازت کے سیب کھالیا۔ اب کیا کروں؟ اب وہ سیب جس سمت سے تیرتا ہوا آیا تھا، اس کی مخالف سمت چلنے لگے۔

کافی دیر چلنے کے بعد انہیں ایک باغ نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سیب اسی باغ کا ہے کہ

اسی کی کچھ شاخیں دریا میں جھکی ہوئی ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس باغ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جیلان کے ایک رئیس ہیں۔ سید عبداللہ سومائی رحمۃ اللہ علیہ، وہ اس باغ کے مالک ہیں۔ پتا کر کے ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں نے آپ کے باغ کا سیب کھایا ہے، میں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیجیے، اور آخرت میں مجھ سے اس کا مواخذہ نہ فرمائیے۔

سید عبداللہ سومائی رحمۃ اللہ علیہ جوہر شناس آدمی تھے۔ یعنی ہیرا پہچانتے تھے کہ سعادت کے آثار اس نوجوان کی پیشانی پر نظر آ رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا جب تک کہ تم میری ایک بیٹی سے شادی نہیں کر لیتے جو آنکھوں سے اندھی ہے، ہاتھوں سے ٹنڈی، پاؤں سے لنگڑی ہے، زبان سے گونگی ہے، کانوں سے بہری ہے۔ اگر تم اس اپاہج سے شادی کرتے ہو تو میں تمہیں سیب معاف کر دیتا ہوں، ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا اور قیامت کے دن تم سے لوں گا۔ دوست محمد جنگی رحمۃ اللہ علیہ پہلے پہل تو پریشان ہو گئے، لیکن پھر خیال آیا کہ زندگی بھر اس لاچار اور معذور عورت کی خدمت کرنا پھر بھی آسان ہے کیونکہ موت تو آ ہی جائے گی، لیکن قیامت کے دن میں سیب کیسے معاف کرواؤں گا۔

میرے بھائیو! وہ ایک سیب کے لیے کتنے بے چین ہو گئے۔ ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں جھانک لینا چاہیے۔ وہ مان گئے اس عورت سے شادی کرنے پر اور کہنے لگے کہ آپ مجھے سیب معاف کر دیں، میں زندگی بھر اپنی بیوی کی خدمت کرتا رہوں گا جو لنگڑی ہے، ٹنڈی ہے، بہری ہے، گونگی ہے، اندھی بھی ہے۔ ایسی محتاج کی تو خدمت ہی کی جاتی ہے۔ اب نکاح پڑھا دیا۔ نکاح پڑھانے کے بعد کہا کہ جاؤ، فلاں کمرے میں تمہاری بیوی ہے۔ یہ وہاں گئے تو وہاں پر خوبصورت اور نوجوان لڑکی تھی۔ ہر لحاظ سے صحت مند لڑکی موجود تھی۔ وہ گھبرا کر واپس آ گئے کہ شاید میں غلط کمرے میں آ گیا۔

سسر سے کہا کہ حضرت! میں تو غلط کمرے میں چلا گیا تھا جہاں صحت مند لڑکی موجود ہے۔ سسر نے جواب دیا کہ یہی تمہاری بیوی ہے۔ اندھی اس لحاظ سے کہ اس نے نامحرم کو کبھی نہیں دیکھا۔ گونگی اس لیے ہے کہ اس نے نامحرم سے کبھی بات نہیں کی۔ لنگڑی اس لیے ہے کہ گناہ کی طرف چل کر نہیں گئی۔ بہری اس لیے کہ اس نے کبھی غیبت نہیں سنی۔

میں روز یہ سیب دریا میں پھینکتا تھا کہ کوئی تو اسے معاف کروانے آئے، سوائے تمہارے کوئی نہیں آیا۔ دوست محمد جنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس لڑکی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ان دونوں پاکباز کی رفاقت سے جو بیٹا پیدا ہوا وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اسی طرح جب ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی ہو اور باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسا تو اولاد حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرح ہی ہوا کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ درخت اچھا ہو تو پھل بھی اچھے ہوتے ہی ہیں۔ بہت سے لوگ آتے ہیں کہ حضرت! دعا کردیں ہماری اولاد فرمانبردار بن جائے۔ ہماری اولاد افلاطون بن گئی ہے۔ بات نہیں سنتی، بات ماننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ کبھی اس کے اسباب سوچیے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

درخت پر محنت کی ضرورت

ٹھیک ہے اولاد کی غلطیاں ہیں ان کو سمجھانا بھی ہے، لیکن اگر درخت کا پھل خراب ہو جائے تو پھل سے زیادہ درخت پر محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ وہ بے وقوف ہوتے ہیں جو پھل کو لے کر بیٹھے رہیں اور درخت کی پرواہ نہ کریں۔ درخت پر محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ Cutting تو درخت کی ہوتی ہے، دوائی بھی اسی کو دی جاتی ہے۔ اس لیے آج میں اور آپ سچے دل سے ارادہ کریں کہ اے اللہ! ہم آج سے نبی علیہ السلام کے اصول کے مطابق تجارت کریں گے۔ یقیناً اللہ ربّ العزّت بھی ہم سے رحمت کا معاملہ فرمائیں

گے۔ اور ایسے کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم اللہ کی مانیں اور اللہ ہمارے مال کو کم کر دیں۔

تقسیم رزق اور دین

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے تمہارے درمیان اخلاق کو ایسے ہی تقسیم فرمایا ہے جیسا کہ تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔ اللہ پاک دنیا اسے بھی دیتے ہیں جس سے محبت کرتے ہیں اور اُسے بھی دیتے ہیں جس سے محبت نہیں فرماتے، لیکن دین صرف اس کو دیتے ہیں جس سے اللہ پاک محبت فرماتے ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم 4994)

اللہ ربّ العزّت کے پاس جو کچھ بھی ہے اسے اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعے ہی لے سکتے ہیں، اس کے سامنے سر جھکا کر حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اس کے سامنے بغاوت کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔ اللہ ربّ العزّت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے مطابق کاروبار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم سب نبی علیہ السلام کے قدموں میں موجود ہوں۔ نبی علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے موجود ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے موجود ہوں۔ آمین یا رب العالمین۔

اب جسے اللہ تعالیٰ نے دوکان دی ہے، اور جسے نہیں دی۔ سب کو چاہیے کہ حلال کا اہتمام کریں۔ اس حلال میں بڑی برکت ہے۔

ایک عورت کا کمالِ احتیاط

ایک عورت کا واقعہ یاد آیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی۔ اور کہنے لگی کہ حضرت! میں چرخا کاتتی ہوں، دھاگا بُنتی ہوں۔ دن میں تو یہ کام کر لیتی ہوں۔ رات کے وقت چاندکی روشنی میں یہ کام کرتی ہوں، کیوں کہ میرے پاس

اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ چراغ جلاسکوں۔بعض اوقات چاند بھی نہیں ہوتا،لیکن گزارے کے لیے پھر بھی کام کرنا پڑتا ہے،تو ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بادشاہ کی سواری گزری اور کافی دیر تک وہاں پر روشنی رہی۔اس سرکاری روشنی میں میں نے ساری رات کام کیا۔کیا وہ روشنی میرے لیے استعمال کرنا جائز تھی؟ کیوں کہ اس روشنی کی قیمت میں نے ادا نہیں کی۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے،تم اتنی رقم صدقہ کردو۔ وہ عورت مسئلہ پوچھ کر چلی گئی۔

اس وقت امام صاحب کے بیٹے بھی موجود تھے۔کہنے لگے کہ ابا جان! آپ نے ان کو اتنا مشکل فتویٰ کیوں دیا؟ گنجائش تو تھی کہ سرکاری مال استعمال کر سکتے ہیں۔اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ جس تقویٰ کے معیار سے اس نے یہ بات پوچھی تھی،اس لحاظ سے اس کو یہی جواب دینا چاہیے تھا کہ وہ اس مال کو صدقہ کر دے۔امام صاحب نے پھر اپنے بیٹے کو بھیجا کہ جاؤ! دیکھو کہ کس گھر سے آئی ہے۔تفتیش پر معلوم ہوا کہ وہ عورت ایک بہت بڑے اللہ والے کی رشتے دار تھی۔معلوم ہوا کہ صرف تاجر ہی نہیں، بلکہ تمام شعبے کے لوگ اگر حلال طریقے سے اپنا کاروبار کریں تو زندگی میں برکتیں ہی برکتیں دیکھیں گے۔آج کتنے ایسے لوگ ہیں،یقین کریں کہ وہ قیمتی سے قیمتی بستر خرید سکتے ہیں،مگر نیند سے محروم رہتے ہیں،سکون سے محروم رہتے ہیں۔

میرے بھائیو! سکون کی گولی حلال ہی میں ہے،اس کے علاوہ سکون کہیں نہیں ہے۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھک نہیں جاتے،تب تک ہمیں سکون نہیں آئے گا۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

لباس 3

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ (الأعراف:26)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

سنتِ نبوی ﷺ کے زندگی پر اثرات

رسولِ پاک ﷺ کی ایک ایک سنت کو بہت تفصیل کے ساتھ، بڑی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اُس کی دی ہوئی توفیق سے ہم نے اپنے مدرسے میں طالبات کی تربیت کے لیے اس سلسلے کو شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی مہربانی فرمائی کہ اس کی برکات اپنی زندگی میں اور سننے والوں کی زندگی میں بہت جلد محسوس ہوئیں۔

ایک ترتیب سے بات چل رہی ہے۔ پہلے کھانے میں نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا بہت تفصیلی مذاکرہ ہوا۔ آج مسنون لباس کے عنوان سے بات ہوگی اِن شاء اللہ۔ اگر آج یہ بات پوری نہ ہوسکی تو دوسرے موقع پر اسے پورا کرلیں گے اِن شاء اللہ۔ الحمدللہ! یہ ایک ترتیب چل رہی ہے۔ اگر کسی نے گزشتہ بیانات سننے ہوں تو وہ ہماری ویب سائٹ عشقِ الٰہی پر مل جائیں گے۔ نبی ﷺ کی سنتوں سے ہمیں محبت مل جائے، عمل مل جائے یہ ہمارے لیے کامیابی کی علامات ہیں۔

لباس کے بارے میں بات چل رہی ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''لباس کو آسمان سے ہم نے تمہارے لیے اُتارا ہے تاکہ تم اپنے ستر کو چھپاؤ، زینت حاصل کرو، اور تقویٰ کا لباس بہترین ہے''۔ اور فرمایا کہ بہترین لباس حیا اور پاکدامنی کا لباس ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ہماری زندگی کا حاصل ہوجائے تو سبحان اللہ! ہماری زندگی کامیاب ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی واضح دلیل

بہت سے لوگ پوچھتے ہیں، اور کل رات بھی ایک صاحب کہنے لگے کہ مجھے لگتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے دور ہوگیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں لگتا ہے؟ کہنے لگے: پہلے جب میں ذکر میں بیٹھتا تھا تو مزا آتا تھا۔ اور اب اللہ کو یاد کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، قرآن پڑھتا ہوں لیکن مزا نہیں آتا۔ اور اب گھر میں بیماریاں بھی ہوگئی ہیں، ایک کے بعد ایک بیمار ہوجاتا ہے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اِدھر اُدھر کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اور ان کے نہ ہونے کو دوری کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک جو علمائے کرام سے

سنا، بڑوں سے سیکھا۔ اللہ ربّ العزّت کی رضا کی دلیل یہ ہے کہ اگر زندگی سنت کے مطابق گزر رہی ہے تو یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہیں۔ اگر ہماری زندگی سنت کے خلاف گزر رہی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ناراض ہیں۔ کیوں کہ حضور پاک ﷺ کی اتباع کی توفیق اللہ تعالیٰ صرف اُسی کو دیں گے جس سے راضی ہوں گے۔

یعفور کا واقعہ

اس موقع پر ایک گدھے کی بات یاد آ گئی۔ علامہ ابن کثیر دمشقی ؒ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس چار گدھے تھے، جن میں سے ایک کا نام یعفور تھا۔ عجیب قصہ ہے اُس کا۔ آپ ﷺ جب خیبر کا مالِ غنیمت تقسیم کرنے لگے تو کچھ گھوڑے، گدھے اور اس طرح کی چیزیں بھی تھیں۔ مال تقسیم ہو رہا تھا کہ ایک گدھا ازخود آگے بڑھا۔ وہ آقا ﷺ کے قریب آکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ! آپ آخری رسول ﷺ ہیں اور میں اپنی نسل کا آخری گدھا ہوں۔ میں ایک یہودی کے پاس تھا۔ جو مجھے بہت تکلیف دیتا تھا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ ﷺ مجھے اپنے لیے قبول کرلیں۔ اُس کی بات پر آقا ﷺ نے اسے اپنی سواری کے لیے قبول کرلیا۔ اور آپ ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا۔ آپ ﷺ اسے اے یعفور! کہہ کر بلاتے تو وہ عرض کرتا: میں حاضر۔ اور پھر فوراً آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوجاتا۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے پوچھا: اے یعفور! کیا تمہیں گدھی کی حاجت ہے؟ (اس کا خیال رکھتے ہوئے فرمایا) اس نے جواب دیا: نہیں، اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ اُس پر سواری بھی فرماتے تھے۔

اللہ کی شان وہ اتنا سمجھدار تھا کہ نبی کریم ﷺ نے جب کبھی کسی صحابی کو بلانا ہوتا تو نبی کریم ﷺ اُسے فرماتے کہ جاؤ، فلاں صحابی کو بلا لاؤ۔ وہ گدھا دوڑتا ہوا جاتا اور جس کو بلانا

ہوتا، اُن کے گھر کے دروازے پر سر مارتا۔ وہ صحابی باہر تشریف لاتے تو اشارہ کرتا اپنے انداز میں کہ تمہیں نبی ﷺ بلا رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ یہ نبی ﷺ کی طرف سے کوئی پیغام لایا ہے، تو وہ فوراً حاضر ہو جاتے۔ اُسے نبی پاک ﷺ سے اتنی محبت تھی۔ اللہ اکبر کبیراً! جس دن نبی پاک ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اُس یعفور کو بھی اطلاع ہوگئی کہ نبی ﷺ اب اس دنیا میں نہیں رہے تو چیخنے چنگھاڑنے لگا۔ مدینہ منوّرہ کی گلیوں میں بے چین دوڑتا رہا اور بالآخر اس نے ابوالہیثم بن تیہان کے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ (البدایۃ والنهایۃ: باب مایتعلق بالحیوانات من دلائل النبوۃ)

اس روایت کی سند میں اگرچہ محدثین نے بہت کلام کیا ہے، لیکن نبوت کے دلائل میں اسی واقعہ کو بطورِ دلیل ذکر کیا ہے کہ جب ایک گدھے کو نبی کریم ﷺ سے اتنی محبت اور اتنا تعلق ہے۔ ہم تو انسان ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں، ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنتوں سے کتنی محبت ہونی چاہیے۔

تشبّہ کسے کہتے ہیں؟

اپنی ہیئت اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت کو اختیار کرنے کو تشبّہ کہتے ہیں۔ کافروں کی معاشرت، اُن کے لباس، اُن کے طرز کو اختیار کرنے کا مطلب ہے، اُن کی برتری کو تسلیم کرنا۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ دعویٰ ایمان کا، اور اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ سے محبت کا ہو اور لباس کفار کا ہو۔ اس سے بڑا اور ظلم کیا ہو سکتا ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر بڑی دور تک تھی۔ بڑی گہری نظر تھی۔ جب اُن کے دورِ خلافت میں مملکتِ اسلامیہ بہت پھیل گئی تو اُنہیں خطرہ ہوا کہ اب چوں کہ عربوں کا عجمی کفار کے ساتھ میل جول ہوگا، تو ان عجمیوں کا رہن سہن الگ ہے اور آقا ﷺ کا الگ

ہے۔ اس بارے میں انہوں نے کفار کو الگ نصیحت اور فرمان جاری کیا، اور ایمان والوں کے لیے الگ جاری کیا۔ مسلمانوں کو تاکید کی کہ دیکھو! تم غیروں کی مشابہت ہرگز اختیار نہ کرنا۔ اور دوسری جانب کفار سے کہا کہ وہ اپنے طور طریقوں میں ہی رہیں، اسلام والوں کی وضع قطع اختیار نہ کریں۔

چناں چہ بخاری شریف میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فارس (ایران) میں مسلمانوں کو فرمان بھیجا:

وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ، وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ، وَلَبُوسَ الْحَرِيْرِ.

ترجمہ: ”عیش وعشرت سے، اور مشرکین کے لباس سے، اور ریشمی لباس پہننے سے بچو“۔
(متفق علیہ، بخاری: رقم 5829، مسلم: رقم 2069)

علامہ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ یوں نقل کیے ہیں: اے مسلمانو! اِزار اور چادر کا استعمال کرو، جوتے پہنو، اور اپنے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو۔ عجمیوں کے لباس (یعنی غیروں کے لباس)، اُن کی وضع قطع، اُن کے طرز سے دور رہو۔ موٹے اور پرانے اور کھردرے کپڑے استعمال کرو۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم 19994)

معلوم یہ ہوا کہ ہمیں لباس کے اندر وہی اختیار کرنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس ہے۔ اللہ اکبر کبیراً!

پاجامہ پہننے والی کے لیے دعا

پاجامہ پہننا سنت ہے۔ عورتیں اگر پاجامہ پہنیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعائے رحمت میں شامل ہوتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارش کے دن موجود تھا۔ بقیع غرقد جنت البقیع کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں گدھے پر سوار ایک عورت گزری جس کے ساتھ کچھ بوجھ بھی تھا۔

جب وہ ایک نشیبی جگہ پر پہنچی (جہاں پہلے ہی سے پھسلن تھی) تو وہ گر گئی۔ نبی ﷺ نے نے اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیا کہ کہیں بے پردہ نہ ہوگئی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عورت پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میری اُمت کی اُن عورتوں کی جو پاجامہ پہنتی ہیں مغفرت فرما۔ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہی دعائیہ کلمات دہرائے۔ (پھر آگے فرمایا) اے لوگو! پاجامہ یعنی شلوار کا استعمال کرو، یہ تمہارے کپڑوں میں زیادہ پردے کی چیز ہے۔ اور اپنی عورتوں کو جب وہ باہر نکلیں تو اس کے پہننے کی ترغیب دو۔ (البحر الذخار بمسند البزار: رقم828)

اب عورتوں کے لیے پتلون سے تو علماء نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح کوئی اور آڑھا پاجامہ، جن کی عقل آڑھی ہوتی ہے وہ پاجامہ بھی آڑھا پہن لیتی ہیں۔ شریعت میں اس کی گنجائش کوئی نہیں۔ ایسا سادہ پاجامہ ہو جو باریک بھی نہ ہو اور بطور پردے کے کام آئے۔ اس کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعائے رحمت ہے۔ لیکن جو ٹراوزرز استعمال کرتی ہیں، یا کچھ اس طرح کی اور چیزیں جو مروّج فیشن کے مطابق تو ہو لیکن سادگی سے دور ہو تو وہ نبی ﷺ کی دعاؤں سے دور ہو جاتی ہیں۔ اس میں ترغیب بھی دی کہ پاجامہ پہنے کہ اس میں ستر پوشی بھی ہے اور رحمت بھی۔ خاص طور سے جب ماحول ایسا ہو جہاں نبی ﷺ کی سنتیں مٹ رہی ہوں تو اگر کوئی عورت اتباعِ سنت کی وجہ سے پاجامہ پہنے گی تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

خواتینِ اسلام کے لیے مسنون لباس

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ اُن کا لباس موٹا ہو، جس سے اُن کا بدن ظاہر نہ ہو، بال نظر نہ آئیں۔ ڈھیلا ڈھالا ہو، چست بھی نہ ہو تاکہ بدن کے اعضا کی وضع قطع ظاہر نہ ہو۔ مردوں سے مشابہت والا بھی نہ ہو، اور کافر

عورتوں کے لباس کے مطابق بھی نہ ہو۔ تشبّہ بالکفار سخت منع ہے۔ اور آج ہماری عورتیں ٹی وی دیکھ کر بازار جاتی ہیں کہ فلاں فلم میں فلاں فاحشہ عورت نے جو لباس پہنا تھا میرے لیے بھی ویسا بناؤ۔ سچ بتائیے کہ نبی کریم ﷺ سے کتنی دوری کی بات ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی تنبیہ

باریک لباس کے بارے میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت نقل فرماتی ہیں۔ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ آقا ﷺ کے پاس آئیں تو انہوں نے باریک لباس پہنا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے بے رخی برتی۔ (آنے والے کا تو اکرام کیا جاتا ہے، مگر نبی کریم ﷺ نے بے رُخی برتی) اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کا جسم ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ نظر آئے سوائے اس کے اور اس کے (چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا کہ محرم کے سامنے صرف یہ ظاہر ہو سکتے ہیں، باقی جسم کا کوئی حصہ غیر محرم تو دور کی بات ہے، محرم کے سامنے بھی ظاہر نہ ہو)۔ (سنن ابی داود: رقم 4104)

اسی لیے بالغ لڑکیوں کے لیے باریک لباس پہننا حرام ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو تاکید

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے ایک قبطی جوڑا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اُسامہ! بتاؤ تم نے اس کپڑے کا کیا کیا؟ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! وہ میں نے اپنی بیوی کو پہنا دیا۔ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی بیوی سے کہو کہ اُس کے نیچے کوئی موٹا کپڑا لگا لے تاکہ اُس کا حجم، ہیئت (جسم کی وضع قطع) ظاہر نہ ہو۔ (مسند احمد: رقم 21279)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کپڑا باریک ہو تو نیچے اَستر لگانا ضروری ہے۔ اور باریک دوپٹہ اوڑھ لینا کہ پردہ ہو گیا، یہ بھی ٹھیک نہیں۔ آج کل تو دوپٹہ منوں وزنی لگتا

ہے۔ باریک دوپٹے کے بارے میں بھی آقا ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موٹا کپڑا پیش کرنا

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ میری والدہ نے دیکھا کہ حضرت حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ یہ باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسے پھاڑ ڈالا اور اپنی طرف سے اُنہیں موٹا کپڑا پیش کیا۔ (المؤطا للامام مالك: باب مايكره للنساء لبسه من الثياب)

یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ہیں جو رشتہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سگی بھتیجی ہیں۔ اور جس مجلس میں یہ بات پیش آئی وہ کوئی ہمارے یہاں کی مخلوط مجلس نہیں تھی۔ عام نجی مجلس تھی۔ اماں جان رضی اللہ عنہا نے ذرا بھی اس بات کو پسند نہیں کیا کہ ایک بچی بھی باریک دوپٹہ اوڑھے۔ اسے اوڑھنے کے لیے موٹا کپڑا دیا۔ نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ تو یہ ہے۔

پردے کا حکم

حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابتدائی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (النور: 31)

ترجمہ: ''اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں''۔

نازل فرمائی تو ان عورتوں نے اپنی موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لیے۔

(سنن ابی داؤد: رقم 4102)

ایامِ جاہلیت میں دوپٹوں سے پردہ کا اہتمام نہیں تھا، صرف سر پر اس کا استعمال رائج تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کا اس معاملے میں حکم آ گیا تو عورتوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ ڈالا۔ دوپٹوں کو موٹا کر لیا۔ ذرا سا بھی پس و پیش سے کام نہ لیا۔ جو آقا ﷺ نے حکم دیا، جو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا فوراً قبول کرلیا۔ پورے جسم کو ڈھانپنا شروع کر دیا۔ بڑی چادروں کا استعمال شروع ہوگیا۔ آج فیشن اور یورپ کے پیچھے چلتے ہوئے اپنے جسم کو ظاہر کرنا تہذیب بن گیا ہے۔ ارے! نبی ﷺ کا طریقہ تو یہ نہیں تھا۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کی نظروں سے کس لیے گر گئے ہیں؟ کبھی سوچیں تو پتا چلے گا کہ نبی ﷺ کی سنتوں کو ہم نے اپنی نظروں میں کم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سنت کی بڑی قیمت ہے۔

لوگوں سے شرم مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں

لباس کی بات چل رہی ہے۔ ایک مثال اسی حوالے سے دل میں آئی ہے کہ اگر ہم کوئی کپڑا پہنیں اور سامنے سے ایک دھاری نکل جائے۔ ایک دھاگہ نکل جائے تو وہ کپڑا پہن کر ہم لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتے۔ شرماتے ہیں کہ کسی نے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا، کیا کہے گا۔ ایک دھاگہ نکلنے سے کپڑے کی قیمت کم ہوگئی۔ میرے بھائیو! آقا ﷺ کی سنت کی قیمت اللہ کے دربار میں کیا ایک دھاگے کے برابر بھی نہیں ہے؟ بہت بڑی قیمت ہے اللہ کے دربار میں۔ جس انسان کی زندگی سے جتنی سنتیں نکلتی چلیں جائیں گی اُس کا درجہ اللہ کی نگاہوں سے گرتا چلا جائے گا۔ اپنے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے والے تو بنیں، پھر اس کی رحمتوں کو دیکھیں کہ کیسے اُچک کر اپنے بندے کو لے لیتی ہیں۔

صِنۡفَانِ مِنۡ أَهۡلِ النَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوزخی لوگوں کے دو گروہوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا۔ (یعنی اس وقت تک اُن کا ظہور نہیں ہوا تھا، بعد میں ایسی جماعت پیدا ہوگی) اُن میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی کہ بیلوں کی دُم کی طرح کے کوڑے اُن کے ہاتھوں میں ہوں گے، اور وہ (اس سے) لوگوں کو ماریں

گے۔ دوسری جماعت اُن عورتوں کی ہوگی جو ظاہر میں کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، مگر ننگی ہوں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، اور خود بھی اُن مردوں کی طرف مائل ہوں گی، اُن عورتوں کے سر کے بال بختی اُونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو تو اتنے اتنے فاصلے سے بھی آجاتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2128)

باریک کپڑا پہننے والی عورتوں کے بارے میں بتایا کہ جنت میں داخل ہونا تو دُور کی بات، وہ جنت کے قریب بھی نہیں ہوسکیں گی۔

تفہیم الحدیث

حدیث شریف میں جو یہ فرمایا کہ کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ اس میں دو باتیں ہیں: 1 یا تو کپڑا اتنا باریک ہوگا کہ جسم نظر آرہا ہوگا، 2 یا اتنا چست ہوگا کہ جسم کے اُبھار نظر آرہے ہوں گے۔ بچیوں کے فراک، جانگیا، آدھا پاجامہ، ساڑھی، یا ایسی جتنی بھی چیزیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے، حکم اور شریعت کے خلاف ہیں اس کے اندر شامل ہوجاتی ہیں۔

مائل کرنے والی ہوں گی کا مطلب یہ کہ نت نئے فیشن کریں گی، اس نیت و ارادے سے اپنے آپ کو تیار کریں گی کہ لوگ ہمیں دیکھیں اور خوش ہوں۔

اور خود بھی مائل ہوں گی کا مطلب یہ کہ بات صرف لوگوں کے متوجہ کرنے تک بھی نہ ہوگی، بلکہ دعوتِ گناہ کے ساتھ خود بھی گناہ کے لیے تیار ہوں گی۔

ان کے سر بختی اُونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ یعنی فیشن کے طور پر بال اونچے بنائے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے! سر ہلا ہلا کر فیشن سے مٹکاتے ہوئے کیٹ واک کیا کریں گی۔ بختی اُونٹ کے دو کوہان ہوتے ہیں، اور ان دو کوہانوں کے درمیان

ڈھلان سی ہوتی ہے۔ تو یہ عورتیں اپنے بالوں کو اس طرح سے بنائیں گی کہ ایک طرف سے اٹھیں ہوں گے، پھر بیٹھے ہوں گے ڈھلان کی طرح، اور دوسری طرف سے پھر اٹھیں ہوں گے۔

ان ساری باتوں کے متعلق نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی میری اُمت میں ظاہر نہیں ہوئیں۔ یہ آپ ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا یعنی آج چودہ سو سال قبل، لیکن میں اور آپ اس زمانے میں ان باتوں کو ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ کس قدر نقصان کی بات ہے کہ جس فیشن پر ناز ہو رہا ہے، وہ فیشن ہماری ماؤں اور بہنوں کو جہنم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ان کا پیٹ بھی کھلا، پیٹھ بھی کھلی، پنڈلیاں بھی کھلیں اور مردوں کو لبھایا جا رہا ہے، گویا زنا کی دعوت دی جا رہی ہے۔ جب دنیا سے جانا ہوگا، قبر میں پہنچنا ہوگا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ چند دن کی زندگی کے لیے ہم جہنم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مول لیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔ گھر کے اندر رہتے ہوئے شوہر کے لیے زیب و زینت اختیار کرنے کی شریعت نے ہر طرح سے اجازت دی ہے، لیکن نامحرم کے لیے کوئی اجازت نہیں۔

ریشمی لباس پہننے کی ممانعت

ایک لباس ہوتا ہے ریشمی لباس۔ اس بارے میں بھی وضاحت سن لیجیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ریشمی لباس دنیا میں پہنے گا، آخرت میں ریشمی لباس سے محروم ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری: رقم 5414)

جنت میں جنتیوں کو سبز ریشمی لباس پہنایا جائے گا، لیکن اُن مردوں کو جو دنیا میں سادگی کے لباس پہنیں گے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ انہیں یہ لباس عطا فرمائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک مرتبہ ریشمی کپڑے کو اپنے دائیں

ہاتھ میں لیا، اور سونے کو بائیں ہاتھ میں، پھر یہ ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (سنن أبي داود: باب في الحرير للنساء، رقم4057)

اس سے اگلی حدیث ذرا دل کے کانوں سے سنیے گا۔ دلوں کو تھام لیجیے گا۔ اگر سینوں میں دل ہے تو ضرور کانپے گا، اگر سینوں میں سِل ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے پر ہلاکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری اُمت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی یعنی ان کا ارتکاب کرے گی تو ہلاکت اور بربادی اُن کا مقدر بن جائے گی۔ (وہ پانچ چیزیں کونسی ہیں؟)

1 ۔ جب ان میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا عام ہو جائے۔

آج شوہر کو دیکھیں تو بیوی پر لعنت، بیوی کو دیکھیں تو شوہر پر لعنت کر رہی ہے۔ بھائی بھائی پر لعنت کر رہا ہے۔ خونی رشتہ دار ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہیں اور یہ معاملہ بہت عام ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بربادی اور تباہی سے اُمت کو محفوظ رکھے آمین۔

2 ۔ جب شراب پینا عام ہو جائے۔

ایک نوجوان آیا تو بہ تائب ہوا۔ کہنے لگا کہ میں ایک جگہ ملازمت کرتا ہوں۔ عام سا کیفے جہاں پان اور مختلف چیزیں مل جاتی ہے، وہاں 35 قسم کے مختلف ناموں سے الکوحل والی چیزیں بھی دستیاب ہیں۔ نوجوان آتے ہیں اور لے جاتے ہیں، اس پر شراب لکھا ہوا نہیں ہے لیکن ہے اندر شراب۔ العیاذ باللہ!

3 ۔ جب ریشمی لباس پہننا عام ہو جائے۔

عام طور سے مرد ریشمی لباس پہننے لگیں گے۔ اور اس پر اترائیں گے کہ ہم نے ریشمی لباس پہنا ہے۔ اسے معیوب نہیں سمجھا جائے گا۔

4 ۔ جب گانے والی باندیاں اختیار کی جائیں گی۔

5 ۔ اور پانچویں چیز بہت خطرناک کہ مرد مرد پر اکتفا کرے گا اور عورت عورت پر اکتفا کرے گی۔ یعنی شادی کی ضرورت اور اہمیت نظروں سے گرتی چلی جائے گی اور لواطت عام ہوجائے گی۔ اور آج یہ کئی ممالک میں شروع ہوچکا ہے جسے قانون کی حمایت حاصل ہے۔ اللہ اکبر کبیراً! (شعب الایمان للبیہقی:5056)

پانچوں چیزیں آج اس اُمت میں نظر آرہی ہیں۔ اور ارشادِ نبوی ﷺ یہ ہے کہ جب یہ پانچ چیزیں عام ہوجائیں گی، بے حیائی عام ہوجائے گی تب ہلاکت اور بربادی مقدر بن جائے گی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ.

مخلوط ریشمی لباس

مخلوط یعنی مکس ریشمی لباس کہ ریشم کم اور باقی چیزیں زیادہ ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے گھٹے ہوئے ریشمی کپڑے (جس میں ریشم کی مقدار زائد ہو) اس کے پہننے سے منع فرمایا ہے، اگر ریشم کی مقدار کم ہے تو اجازت ہے۔ (سنن ابی داود: رقم4055)

ابو رجاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی جس کا کنارہ (یعنی باڈر) ریشم کا ہے۔ (ہم بڑے حیران ہوئے) حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ جس پر انعام فرمائے (یعنی مال عطا فرمائے) تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر اس نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح: رقم4379)

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اچھے انداز میں استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

لباس سے ستر چھپانا

اب لباس کے بارے میں چند مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔

مردوں کے لیے کتنا جسم چھپانا ضروری ہے؟ فرمایا کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک۔ گھٹنے کو چھپانا مرد کے لیے فرض ہے، اس سے کم کی گنجائش کوئی نہیں۔

(الفقه على المذاهب الأربعة للشيخ عبدالرحمن الجزيري: 1/196)

سوئمنگ اگر کرنی ہے تو شریعت اجازت دیتی ہے، لیکن ستر چھپا کر۔ قدیم جدہ کی تاریخ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جدہ کے سمندر کے پانی میں غسل کیا ہے۔ اگر کسی نے کاسٹیوم پہنی ہے تو سنت کے مطابق پہنے، ڈھیلی ہو، ٹائٹ نہ ہو، بہتر تو یہ ہے کہ ناف ڈھکا ہو اور گھٹنے کا ڈھکا ہونا تو فرض ہے۔ کوئی بھی کھیل کھیلنا ہو تو کھیل کے لیے نماز قضا نہ ہو۔ جو جائز کھیل ہوں وہ کھیل سکتے ہیں لیکن نیکر نہ پہنے جس سے گھٹنے ننگے ہوں۔ شریعت کے مطابق لباس پہن لیجیے تو اجازت مل جاتی ہے۔

ایسا کپڑا پہننا جس سے گرمی اور سردی سے حفاظت ہو۔ انسان موسم کے نقصانات سے اپنے آپ کو بچائے، یہ واجب ہے۔

ادائیگی شکر کی نیت سے لباس پہننا

انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی نیت سے لباس پہنے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کے اظہار کے لیے پہنے تو لباس پہننا عبادت ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے بڑائی جتانے کے لیے، فخر کرنے کے لیے کہ میں تو فلاں برانڈ کا لباس پہنتا ہوں، میں تو چیئرمین کا لٹھا پہنتا ہوں، تا کہ لوگوں کو ظاہر ہو کہ میں نے یہ پہنا ہوا ہے۔ اپنی بڑائی کا اظہار اگر مقصود ہو تو گناہ ہو جائے گا۔ اسی طرح گنجائش ہونے کے باوجود کم تر لباس پہننا، یا پھٹا پرانا لباس پہننا اس سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں! تواضع، عاجزی کے لیے پہننا مستحسن ہے۔ خوشحال آدمی ہو، عمدہ

لباس کی قدرت ہو لیکن سادہ لباس پہن لے یہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح ہاف پینٹ، جانگیا، نیکر اور ہر ایسی چیز جو گھٹنے کو ننگا کردے، عورتوں کے لیے تو کسی درجے میں بھی ٹھیک نہیں، مردوں کے لیے بھی اس کا استعمال منع ہے۔

اسی طرح ٹائی لگانے کے بارے میں فرمایا کہ یہ عیسائیوں کی علامت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لگانے کی یادگار ہے۔ اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی مردوں کے ٹخنے ہر حال میں ننگے رہیں۔ صرف نماز میں پانچ منٹ، پندرہ منٹ کے لیے نہیں، بلکہ ہر وقت ٹخنے ننگے رہنے چاہییں۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس شخص کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا جس کے ٹخنے فخر اُڈھکے ہوئے ہوں۔

(بخاری بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، رقم: 5451، ومسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما، رقم 2085)

عورتوں کے لیے ساڑھی، لہنگا غیروں کا لباس ہے اور بے پردگی کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ ناجائز ہیں۔ ہر وہ لباس جس سے کفار کی مشابہت اور دل کے اندر یہ بات پیدا ہوتی ہو کہ میں اُن جیسا نظر آؤں یہ اُس لباس کو حرام تک لے جاتی ہے۔ ہاں! اگر ایسا لباس ہے جس سے نیت تو یہ نہیں ہے کہ میں اُن جیسا نظر آؤں، حرام تو نہیں ہوتا لیکن ان جیسا لباس پہننا خلافِ سنت ہے۔

مرد، عورت کا جداگانہ پہننا

ایسے کلر اور ایسے پرنٹ اور ایسے کپڑے جو عورتوں کے لیے معروف سمجھے جاتے ہوں کہ عورتوں کے لیے خاص ہیں، ایسی کپڑوں کا مردوں کے لیے پہننا منع ہے۔ اور جو مردوں کے لیے لباس ہیں، اس کا عورتوں کے لیے پہننا منع ہے۔ ایک صحابیہ خاتون کا امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا جو ایسی جوتیاں پہنتی تھی (جو اس زمانے کے مرد پہنا

کرتے تھے) امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور کو اختیار کریں۔ (سنن ابی داود: رقم 4099)

جوتا اُن کا ایسا تھا جو مردوں کا تھا اسے بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ عورت ہے تو مکمل عورتوں کے لباس میں ہو، مرد ہے تو مکمل مردوں والا لباس پہنے۔

اسی طرح عورتوں کے لیے قمیض آگے سے کھلا رکھنا، یا پیچھے سے کھلا رکھنا کہ جسم نظر آتا ہو یہ بھی منع ہے۔ خواتین اسلام تو اسلام کا عملی نمونہ پیش کر رہی ہوتی ہیں جس میں ان کے لیے عزت ہے، ان کی حفاظت ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ ہمہ وقت پورے جسم کو چھپائیں۔ اور ایسا لباس ہرگز پہنیں جس سے بے لباسی ظاہر ہوتی ہو۔

خاص مواقع پر عمدہ لباس پہننا

جمعہ والے دن، عیدین کے موقع پر، تقریبات کے موقع پر، مہمان کے آنے کے موقع پر عمدہ لباس پہننا مسنون ہے۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا أُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَأَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ.

پھر انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ''جو شخص نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے (اوپر والی دعا) اور پرانا کپڑا صدقہ کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سایہ (رحمت) میں، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں، اللہ تعالیٰ کے پردے میں آجاتا ہے خواہ زندہ رہے یا انتقال کر جائے''۔ (سنن ترمذی: رقم 3560)

یعنی جب نیا کپڑا آئے تو پرانا صدقہ کر دے، اللہ کا شکر ادا کرے تو انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

مسلمان کو کپڑا ہدیہ کرنا

آدمی کسی کو کپڑا پہنائے، اس کا بڑا ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک سائل آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا؟ جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم پانچوں نمازیں پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے ایک جوڑا پہنا دو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: کوئی مسلمان ایسا نہیں جس نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا مگر یہ کہ وہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا جب تک کہ پہننے والے کے پاس اس لباس کا چیتھڑا ابھی باقی ہو۔ (المستدرک علی الصحیحین: رقم 7499)

کسی دوسرے کو لباس پہنا دیا تو انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ یہ دین کتنا پیارا دین ہے۔ کتنا خیال رکھا ہے لوگوں کا۔ کسی کو نہ لباس کے اعتبار سے بے آبرو کرنے کی اجازت ہے اور نہ عزّت کے اعتبار سے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان نے کسی دوسرے ضرورت مند (کپڑے کے لیے محتاج) مسلمان کو کپڑا پہنایا، اللہ ربّ العزّت اُسے جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔ اور جس کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان بھوکے کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا پھل کھلائے گا۔ اور جس کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کی خالص شراب پلائیں گے جس پر مہر لگی ہوگی۔ (سنن ابی داود: رقم 1435)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک موقوف روایت میں منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگ بھوکے اٹھیں گے جو پہلے بھوکے نہ تھے، پیاسے اٹھیں گے جو پہلے پیاسے نہ تھے، ننگے اٹھیں گے جو پہلے ننگے نہ تھے، تھکے ہوئے ہوں گے جو پہلے ایسے نہ تھے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے کھلائیں گے، اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو پانی پلایا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے پلائیں گے، اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو کپڑا پہنایا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے پہنائیں گے، اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جائیں گے، (دنیا میں) اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کی ہوگی اللہ تعالیٰ اس (قیامت کے) دن اسے راحت عطا کریں گے۔ (الدار الآخرة لعمر عبد الكافي: 21/9)

کتنی بہترین خوبیاں ہیں۔ کاش! ہمیں اس کی حقیقت سمجھ آجائے۔

جمعہ کے دن سے نئے لباس کی ابتدا

اگر کسی کو نیا کپڑا ملے یا نیا کپڑا بنائے تو کوشش یہ کرے کہ اُس کی ابتدا جمعہ والے دن سے کرے۔ مثلاً کپڑا منگل کو سلوایا تو اب دو تین دن رکھ لے۔ نیا کپڑا پہلی مرتبہ جب پہنے تو مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن سے اُس کی ابتدا کرے۔ ساتھ میں ایک کام اور بھی کرلے۔ (شرح صحیح مسلم للامام نووی رحمہ اللہ: 14/ 38)

کپڑے پہنتے وقت کی دعا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی نیا کپڑا پہنے تو پہلے اس کپڑا کا نام لے اور یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ.

(سنن أبي داود: رقم 4023)

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا، اور مجھے روزی دی بغیر میری قوت اور طاقت کے''۔

اللہ تعالیٰ اس دعا کے پڑھنے پر اُس کے اگلے پچھلے سارے گناہ فرما دیتے ہیں۔

اللہ اکبر کبیراً! کتنی عظیم الشان بات ہے۔

کپڑے اُتارتے وقت کی دعا

اچھا! انسان کپڑے بدلتا بھی ہے۔ کپڑے بدلنے کے لیے اس کو بے لباس ہونا پڑتا ہیں۔ اس بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ جنات اور شیاطین ہمارے دشمن ہیں۔ دشمن تو دشمنی میں لگا ہوتا ہے، ہر وقت ٹوہ میں ہوتا ہے، موقع کی تلاش میں ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس میں بھی ہمیں وضاحت فرما دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جنات کی آنکھوں اور انسان کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ مسلمان جب کپڑا اتارنے کا ارادہ کرے تو اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے:

بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. (ابن السني: صفحه240، وصححه الألباني بمجموع طرقه في صحيح الجامع: رقم3610)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف بِسْمِ اللهِ ہے۔ (سنن ترمذی: رقم606)

یہ سنت ہے۔ لباس تو روز ہی تبدیل کرنا ہوتا ہے تو اگر ہم سنت پر عمل کریں، ہمیں رحمتیں ملیں گی، برکتیں ملیں گی۔ اب سنت کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور نبی ﷺ کے فرامین بھی سن لیجیے!

اطاعۃ اللہ واطاعۃ الرسول ﷺ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الأنفال:20)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو، اور اس (تابعداری) سے منہ نہ موڑو، جبکہ تم (اللہ اور اس کے رسول کے اَحکام) سن رہے ہو''۔

''منہ نہ موڑو'' کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ کے قول، وفعل کے خلاف نہ جاؤ۔ جس میں اُن کی خوشی ہے وہ اختیار کرو، اور جس میں اُن کی ناراضگی ہے اُسے چھوڑ دو۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (ال عمران:32)

ترجمہ: ''کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو''۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور:54)

ترجمہ: ''ان سے کہو کہ اللہ کا حکم مانو اور اس کے فرماں بردار بنو، پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہے، اور جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم خود ہو، اگر تم اُن کی فرماں برداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے''۔

ایک عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

؎ نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

ترجمہ: ''جو رسول کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

کیوں کہ نبی ﷺ کا ہر قول و فعل اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

اس سے پہلی والی آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء:69)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اِنعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں''۔

ذرا دیکھیں تو سہی! کتنی پیاری محبت ہے، کتنی پیاری رفاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا اور نبی ﷺ کی اطاعت کو مکمل کرنا۔ اس کا انعام کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ جمع کردیں گے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ اور اس سے بھی پہلی آیت میں فرمایا:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:64)

ترجمہ: ''اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

رسول اللہ ﷺ کی آمد کا مقصد یہی ہے کہ اُن کی اِتباع کی جائے۔ اُن کے نقشِ قدم پر چلنا اُمت کے لیے ضروری ہے۔ اگر کوئی آدمی نہ چلے، نہ مانے تو کیا ہوگا؟ یاد رکھنے کی بات ہے کہ قیامت کے دن پچھتاوا ہوگا اور اُس آدمی کے الفاظ یہ ہوں گے:

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ (الأحزاب:66)

ترجمہ: ''اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کرلی ہوتی، اور رسول کا کہنا مان لیا ہوتا''۔

تو آج یہ بُرا انجام نہ دیکھنا پڑتا۔ اپنی خواہش کی بات نہیں ہے۔ ایمان والے کے لیے ضروری ہے نبی ﷺ کی اتباع کرنا۔ مذکورہ آیت کے بعد اگلی آیت میں اِرشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (الأحزاب:71)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے وہ کامیابی حاصل کرلی جو بڑی زبردست کامیابی ہے''۔

جب بڑے کسی چیز کو بڑا کہتے ہیں تو وہ بہت بڑی ہوتی ہے۔ ایک آدمی جس کی تنخواہ دس ہزار ہے، اُس کے لیے بیس ہزار بڑی رقم ہے۔ ایک آدمی کی اِنکم دس لاکھ ہے، اُس کے لیے کروڑ بڑی رقم ہوگی۔ اور پوری کائنات زمین وآسمان، شجر وحجر، پہاڑ وسمندر ودریاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (النساء:77)

ترجمہ: ''کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے''۔

اتنی بڑی دنیا جسے ہم اتنی اہمیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ بڑا کہہ رہے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے مطابق بڑی ہوگی۔ اُس کی بڑائی کا میں اور آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ کتنی بڑی کامیابی ہوگی۔ آگے اصول بھی بتادیا اور کسوٹی بھی بتادی۔ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران:31)

ترجمہ: ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور اللہ

بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے"۔

محبت کسے کہتے ہیں؟

آپ کو کس سے کتنی محبت ہے، یہ نظر نہیں آئے گی۔ یہ مخفی چھپی ہوئی چیز ہے۔ سب دعویٰ رکھتے ہیں نبی ﷺ سے محبت کا۔ زبان سے تو ہم سب کہہ دیتے ہیں، لیکن ظاہر کیسے ہوگی؟ اعمال سے ظاہر ہوں گے۔ اثرات ہوتے ہیں اُن سے پہچانا جائے گا۔ یاد رکھیے! جولوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنی محبت کی کسوٹی بتادی ہے۔ اگر دنیا میں کوئی یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ نبی ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتا ہے۔ کتنا عمل کرتا ہے؟ اپنی محبت کو محمد ﷺ کی کسوٹی میں دیکھ لے، جتنی اتباع نبی زیادہ ہے اتنی اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی۔ جس کے اندر نبی ﷺ کی اتباع کم ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہوگی۔ جتنا سچا ہوگا وہ نبی ﷺ کی سنتوں میں اتنا پکا ہوگا۔ جو جتنا جھوٹا ہوگا آقا ﷺ کی سنتوں سے اتنا دور ہوگا۔

اب چند احادیث بھی سن لیجیے!

اطاعتِ رسول ﷺ پر احادیثِ مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے سب اُمتی جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اُن کے جنہوں نے میرا اِنکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اِنکار کرنے والا کون؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے میرا اِنکار کیا۔

(صحیح بخاری: باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ)

جس نے سنت پر عمل نہیں کیا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سنت سے اِنکار کا کیا مطلب ہے؟ جان بوجھ کر، غفلت کی وجہ سے سنت چھوڑ دے۔ یعنی جنت میں داخلے کی

کنجی اتباع رسول ﷺ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر میری سنت کی اتباع لازم ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین: رقم334)

جی ہاں! یہ آپشنل نہیں ہے، لازم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنت کے مٹنے کے وقت جو امتی میری سنت کو زندہ کرے گا سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(الکامل لابن عدی: 327 /2)

یعنی وہ وقت جب لوگ سنتوں کو چھوڑ چکے ہوں گے، سنت پر عمل کا رواج نہیں ہوگا، بلکہ فیشن کا رواج ہوگا، لوگ سنتوں سے غافل ہوں گے، یا سنت کو سنت ہی نہیں سمجھ رہے ہوں گے۔ ایسے حالات میں جو نبی ﷺ کی سنت پر خود عمل کرے گا، دوسروں کو ترغیب دے گا، اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ مثال کے طور پر اس وقت شادی سنت کے مطابق کرنا ہماری زندگیوں سے ختم ہو چکا ہے۔ چند دن پہلے ایک نوجوان آیا شادی کے بارے میں بات کی۔ میں نے کہا: بیٹا! سنت کے مطابق کرلینا۔ اس نے کہا: ساری برادری میں ناک کٹ جائے گی اگر میں نے سنت کے مطابق شادی کرلی۔

اس کو ذرا دوسرے الفاظ میں دیکھیں! سمجھنے کا ایک انداز ہے۔ کاش! ہمارے دل میں بات اُتر جائے کہ قیامت کے دن نوجوان اللہ کے نبی ﷺ کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے کہ میرے گناہوں پر شفاعت کر دیجیے۔ اس موقع پر اگر نبی ﷺ پوچھ لیں کہ میرے امتی! تمہارا تو حال یہ تھا کہ میری سنت کے مطابق عمل کرنے میں تمہاری ناک کٹ جاتی تھی، آج بتاؤ تو سہی کیا دلیل ہے کہ تمہاری شفاعت کروں؟ کیا ہم اللہ کے نبی ﷺ کا سامنا کرسکیں گے؟ سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً!

ناگفتہ بہ نوجوانوں کے حالات

ایک دوست کی بات سنیے! ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟ نکاح کے بعد جب رخصتی ہونے لگتی ہے تو دولہا چند دوستوں کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ عورتوں میں جاتا ہے اور دلہن کو لے کر باہر نکلتا ہے۔ پانچ منٹ یا گھنٹہ جو بھی لگتا ہوگا۔ اُس وقت دولہا کے ساتھ جانے والے نوجوان کی دل کی کیفیت سن لیجیے! ایک کی نہیں، پتانہیں کتنوں کی ہی ہوتی ہے۔ ایک دوست کہنے لگا کہ میرے دل میں تمنا دلہن کو دیکھ کر یہ بیدار ہو رہی تھی کاش! یہ اس کے پاس جانے سے پہلے آدھ گھنٹہ مجھے مل جائے۔ آج کسی کو کہہ دو بھئی! یہ گناہ ہے۔ تو دلیل دیتے ہیں کہ دولہا دلہن محرم ہو چکے ہیں، نکاح تو ہو چکا ہے۔ دولہا کا بھائی، دولہا کا دوست انہیں کس نے محرم قرار دیا ہے؟ جب ہم شریعت وسنت کے خلاف جائیں گے تو ہمیں پریشانیاں دیکھنی پڑیں گی۔ اسلام حیا اور پاکدامنی کا درس دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(سنن ترمذی: رقم 2678)

یعنی جو حضرات محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ رکھتے ہیں، اگر ان کے احوال سنت کے مخالف ہیں تو جھوٹے ہیں۔ دراصل سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ نجات ہے۔ سنتوں کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہے۔ کشتی نوح علیہ السلام کا کیا حساب تھا؟ اُس زمانے میں جو کشتی نوح میں بیٹھ گیا، غرق ہونے سے بچ گیا۔ نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا نہیں بیٹھا، وہ غرق ہو گیا۔ آج بھی جو اُمتی سنت کی کشتی میں بیٹھ جائے گا، بے حیائی اور بے دینی کے طوفان سے بچ جائے گا۔ اس کا بیڑہ پار ہو جائے گا۔ جو سنت کی کشتی میں نہ بیٹھا وہ غرق ہو جائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت سے اِعراض کیا (غفلت برتی وہ)

مجھ سے نہیں۔ (صحيح البخاري: باب الترغيب في النكاح، رقم4776)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا آئے گا تین کاموں سے بڑھ کر کوئی کام نہ ہوگا (جسے اُمت اختیار کرے):

1 رزقِ حلال
2 مخلص دوست (مخلص دوست سے مراد شیخ، علماء، صلحاء، نیک لوگ)
3 سنت جس پر عمل کیا جائے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: 35/1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآن پاک (کے احکام کو) اللہ تعالیٰ نے خود اُتارا۔ پھر نبی علیہ السلام نے ان سنتوں کو کیا۔ اور اپنی امت سے فرمایا: میری اتباع کرو۔ آگے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اگر تم میری اتباع نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مجمع الزوائد: 1/178)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔ حدیث کی کتاب ''مجمع الزوائد'' میں یہ بات موجود ہے۔ دو چیزیں ہیں: احکامِ خداوندی، اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو آدمی ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے گا برباد ہو جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاکیزہ (حلال) کھایا، سنت پر عمل کیا، اور لوگ اس کی تکلیف اور اذیتوں سے محفوظ رہے تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسے لوگ تو بہت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے زمانے کے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے۔

(سنن ترمذی: رقم 2520)

رزقِ حلال کما کر کھانا ہے۔ اور سنتوں پر کوشش کر کے، جستجو کر کے عمل کرنا ہے۔ اور لوگوں کو تکلیف دینے اور اذیت دینے سے بچانا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ لوگ تمہیں تکلیف

دیں توتم صبر کرو۔ بلکہ فرمایا:

تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ. (صحیح مسلم: رقم 260)

ترجمہ: ''تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ''۔

بیوی کو بھی بچاؤ، سسرال والوں کو بھی بچاؤ، بھائیوں کو بھی بچاؤ، رشتہ داروں کو بھی بچاؤ، جن سے کاروباری شراکت ہے اُنہیں بھی بچاؤ۔ اَخلاق صرف اس چیز کا نام نہیں ہے کہ لوگ تکلیف دیں اور تم صبر کرو۔ اخلاق اس چیز کا بھی نام ہے کہ تم کسی کو تکلیف نہ دو۔ انسانی اَخلاق یہ ہوتے ہیں، ورنہ تو جانور بھی کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔ اُس کو ہم ماریں تو جواب دیں گے؟ بعض جانور ہوتے ہیں گائے بکری تکلیف نہیں دیتے، آدمی لڑنے پر آجائے تو الگ بات ہے۔ یہ تو جانوروں میں بھی صفت ہے۔ اخلاق یہ ہے کہ تم کسی کو تکلیف نہ دو۔ آج ہم دیکھیں میری ذات سے کسی کو تکلیف تو نہیں ہو رہی۔ عمل اس کسوٹی پر آجائے اِن شاء اللہ بیڑہ پار ہو جائے گا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمامِ سنت

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمامِ سنت کیا تھا؟ اس کے بغیر بات پوری نہیں ہوتی۔ چند باتیں سن لیجیے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ کھلے ہوئے بٹن کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا: حضرت! ایسے کیوں پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا: آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پڑھتے دیکھا تھا۔ (ترغیب: 182/1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جب سفر کرتے تو عجیب معاملہ ہوتا۔ جہاں آقا صلی اللہ علیہ وسلم پڑاؤ ڈالا کرتے تھے، اُتر کر وہاں پڑاؤ ڈالتے۔ جہاں جہاں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ کیا ہوتا، وہاں رک جاتے۔ ایک مقام کا نام پڑ گیا ''شجرِ قیلولہ'' تو آپ وہاں جا کر قیلولہ کرتے۔

اچھا! آج کل تو فتنوں کا دور ہے بعض نئی روشنی کے اسکولز سے پڑھے ہوئے لوگ سنتوں کا انکار بھی کر دیتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہیں جو غلو کرنے لگتے ہیں نعوذ باللہ! نبی ﷺ کی کچھ سنتیں تو عمل سے متعلق ہیں جس پر عمل کا حکم دیا، اور کچھ عادتاً ہیں جو یا تو آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھیں، یا اللہ تعالیٰ نے کسی موقع پر ایسا کرنے کا حکم دیا اور بعد میں انہیں منسوخ فرما دیا۔ ہم بھی انسان ہیں اور نبی ﷺ بھی بشر تھے۔ انسان کھاتا ہے، نبی ﷺ بھی کھاتے تھے۔ جو لوگ بے چارے دین سے دور ہیں، وہ نبی ﷺ کی محبت کو نہیں سمجھتے اس لیے وہ فرق کر دیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ جو حکم ملتا اُسے پورا کرتے تھے۔ سنت کی محبت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر سوار ہیں، راستے میں ایک جگہ سواری رک گئی۔ تھوڑا چل کر ایک جگہ آگے گئے اور ایسے بیٹھ گئے جیسے حاجت کے لیے بیٹھنا ہو۔ کیا کچھ نہیں، واپس آگئے۔ ساتھیوں میں کسی نے پوچھا کہ آپ سواری سے کیوں اُترے؟ وقت کیوں لگایا؟ جواب میں فرمایا: مجھے تقاضا تو نہیں تھا، لیکن ایک دفعہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہاں سے گزرا، نبی کریم ﷺ یہاں رُکے تھے، حاجت سے فارغ ہوئے تھے۔ میں بھی یہاں سے گزر رہا ہوں، میرے دل نے چاہا کہ اسی طرح کروں جیسے میرے نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔ محبت تو یہ ہوتی ہے۔ (صحیح البخاري: باب المساجد التي على طرق المدينة والمواضع التي صلّى فيها النبي صلى الله عليه وسلم)

موجودہ طرزِ عمل

ہم لوگوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا فرق تھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سنت پر عمل اس لیے کرتے تھے کہ سنت ہے، میرے نبی ﷺ کا عمل ہے، یہ کرنا ہے۔ ہم اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ سنت ہی تو ہے۔ کون سا واجب، یا فرض ہے۔ ارے! بہت بڑا فرق ہے ہمارے اور اُن کے

درمیان میں۔ ایک ایک بات کے اندر حساب رکھتے تھے نبی کریم ﷺ کے طریقوں کا۔

چھ اشخاص جن پر لعنت کی گئی ہے

حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے چھ آدمیوں پر لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے (یعنی میری لعنت مقبول ہے۔)

1. خدا تعالیٰ کی کتاب پر زیادتی کرنے والا۔
2. تقدیر کو جھٹلانے والا۔
3. ایسے حکمران جو اُمت پر مسلط ہو کر اللہ تعالیٰ نے جنہیں ذلیل قرار دیا ہے (شریر، بے حیا لوگ) انہیں عزت دیں، اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے معزز بنایا ہے (علماء، صلحاء) انہیں ذلیل کریں۔
4. اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرنے والا۔
5. میرے اہلِ بیت کی بے حرمتی کرنے والا۔
6. سنتوں کو ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی: رقم 2154)

میرے بھائیو! سنتوں پر عمل کرنا جنت کی کنجی ہے۔ سنتوں کو چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کی طرف سے لعنت کا ذریعہ ہے۔

احیائے سنت کی محنت

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے میرے بعد میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو مٹ چکی تھی، پس اس سنت کو زندہ کرنے والوں کے لیے تمام لوگوں جیسا ثواب ہے جو اُس پر عمل کریں گے، جو لوگ عمل کریں گے اُن کے

ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (سنن ترمذی: رقم2677)

آج کے دور میں سنتیں مٹ رہی ہیں۔ ہم سنت معلوم کرکے اُس پر عمل کریں تو آسانی ہوجائے گی۔ سنت پر عمل کرنے میں تین باتیں قابلِ لحاظ ہیں:

نمبر 1 اہتمام اور پابندی سے عمل کریں۔

نمبر 2 جستجو اور تلاش کرکے اس پر عمل کریں۔

نمبر 3 سنت عمل جس درجے اور جس حد تک ہے، اسی پر علمائے کرام سے پوچھ کر عمل کریں، اس میں اِفراط وتفریط سے اجتناب کیا جائے۔

گمراہی سے حفاظت

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم اسے مضبوطی سے تھامو گے تو تم گمراہ نہیں ہوگے: 1 اللہ کی کتاب، اور 2 میری سنت۔ (موطا امام مالک: رقم1395)

جب گمراہی عام ہوجائے گی تو سنتوں پر عمل کرنے والا گمراہی سے بچ جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت پر ایک وقت آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والا ایسا ہوگا جیسے کہ کسی کے ہاتھ میں چنگاری ہو۔ (سنن ترمذی: رقم2260)

آج گھر میں شرعی پردہ شروع کرنے کا کوئی عورت اعلان کردے تو عجیب ہنگامہ برپا جاتا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! بیعت ہونے کے بعد کئی بچیوں نے شرعی پردے کا باقاعدہ اہتمام کیا۔ ماں باپ ناراض ہوگئے، ساس سُسر ناراض ہوگئے۔ طنز کیے گئے کہ تم کیسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریقے پر چل سکتی ہو۔ اللہ اکبر! کئی لوگوں سے بات ہوئی۔ نوجوانوں نے توبہ کی۔ داڑھی رکھنے کے ارادے کیے۔ سگے باپ نے کہا کہ گھر سے نکل جاؤ کہ داڑھی نہیں رکھنی۔ آج یہ

حالات آچکے ہیں۔ اس دور میں جو سنتوں پر عمل کرے گا سو شہیدوں کے برابر اُسے اجر ملے گا۔ تھوڑی بات تو نہیں سو آدمی جان قربان کریں اللہ کے راستے میں۔ آج ایک سنت پر عمل کرلیں تو یہ نعمت ملتی ہے۔

بات کو مکمل کر رہا ہوں کہ سنت کے مطابق زندگی بنانے کا ایک فارمولا سن لیجیے۔

سنت کے مطابق زندگی بنانے کا فامولا

اس عاجز کے نزدیک ایک آسان سا فارمولا ہے اپنی زندگی کو سنت پر لانے والا۔ دیکھیے! انسان اپنی صبح سے لے کر شام تک کے تمام کاموں کو نوٹ کرلے کہ میں کیا کیا کام کرتا ہوں۔ بیت الخلاء جانا ایک کام۔ دوسرا کام کپڑے پہننا۔ تیسرا کام کاروبار ہے تو دوکان پر جانا ہوگا۔ سارے کاموں کو نوٹ کرلے۔ زیادہ سے زیادہ روزمرہ کے پانچ، دس، پندرہ کام بنیں گے۔ ہر آدمی کے مختلف کام ہوں گے۔ اس کے بعد کیا کریں؟ ہر کام کو علماء سے پوچھ پوچھ کر، سیکھ سیکھ کر سنت کے مطابق کرلیں۔ ایک مہینہ یا دو مہینہ اس سے زیادہ نہیں لگیں گے اور دس پندرہ کام سنت کے مطابق ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ کر کے دیکھ لیجیے! کچھ کام ایسے ہیں جو ہفتے بعد کرنے ہوتے ہیں جیسے جمعے کے دن کے اعمال ہو گئے۔ چھٹی کے دن کو الگ نوٹ کرلیں، پھر اسے سنت کے مطابق لے آئیں۔ پھر ہفتہ کے دن کو سنت کے مطابق لے آئیں۔ اسی طرح سارے اعمال کو انجام دینا سنت کے مطابق آسان ہو جائے گا۔

کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو ماہانہ کرنے ہوتے ہیں۔ چاند دیکھنا، تنخواہ کا آنا، یا ملازمین کو تنخواہ دینا۔ یہ سنتیں معلوم کر کے عمل کرلیں تو کتنا بڑا فائدہ ہے۔ اور کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو سال میں ایک دفعہ ہوتے ہیں۔ رمضان ایک دفعہ آتا ہے۔ عید صرف دو دفعہ آتی ہے۔ دو ہی عیدیں نبی ﷺ کے زمانے میں تھیں۔ جنت میں بھی دو ہی دفعہ عیدیں ہوں گی۔ احادیث

کے اندر بھی فقط دو عیدیں ملتی ہیں۔ سوچیں! اس کی کیا سنتیں ہیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو زندگی میں دو، چار، پانچ، دس مرتبہ ہوتے ہیں۔ جیسے حج کرنا، عمرہ کرنا۔ ان کی سنتوں کو معلوم کیا جائے۔ اور کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں صرف ایک ہی دفعہ ہوتے ہیں جیسے عموماً شادی کرنا۔ اس کی بھی جب ضرورت ہو خواہ اپنی شادی کرنا یا اولاد کی شادی کرنا۔ نبی ﷺ نے چار بیٹیاں بیاہی ہیں۔ چار مثالیں ہیں تو اس میں سنت کو معلوم کرنا۔ علماء سے پوچھ لے کہ مجھے بتائیے اس میں سنت طریقہ کیا ہے؟ اگر ہم اس فارمولے پر عمل کر لیتے ہیں تو دو مہینے کے اندر اندر، ورنہ تو ایک مہینہ ہی بہت ہے۔ یہ جو ہمارے دس، پندرہ کام ہیں۔ ایک مہینے کے اندر سنت کے مطابق ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ جنت میں داخلے کی بشارت نبی ﷺ خود دے گئے ہیں۔

کہتے ہیں ناں کہ بڑی سے بڑی جگہ گھر ملے۔ آج کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں کالونی میں گھر لینا ہے۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ اچھی جگہ کونسی ہیں؟ جنت الفردوس اور آقا ﷺ کا محل جنت الفردوس میں ہوگا۔ نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے والے جنت میں آباد ہوں گے، محمدی کالونی میں آباد ہوں گے۔ معلوم نہیں کیا نام ہوگا؟ لیکن نبی ﷺ کے آس پاس موجود ہوں گے۔ تو نبی ﷺ کے برابر میں اگر پلاٹ چاہیے اُس کا طریقہ کیا ہے؟ اُس کی قیمت کیا ہے؟ صرف نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہے، حیا اور پاکدامنی ہے۔ اللہ ہمیں یہ نعمت عطا فرمائے آمین۔ پلاننگ ابھی چل رہی ہے، آپ کو بہت بڑی جگہ ملے گی۔ جگہ اتنی بڑی ہوگی کہ ساری دنیا اُس کے اندر رکھ دو۔ جیسے کسی بڑے محل میں چھوٹی سی بکری کھڑی ہو، اس سے بھی بڑا ہوگا۔ جو نبی ﷺ کے برابر میں رہنا چاہتے ہیں تو اس کی قیمت ادا کردیں۔ میرے بھائیو! اس کی قیمت آقا ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

آخری زمانے میں رزق کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ (العنکبوت:17)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

حلال طریقے سے مال کمانا

اللہ تعالیٰ جتنا اپنے بندے کی مصلحتوں کو جانتا ہے، اُتنا کوئی بھی نہیں جانتا۔ جتنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کے ایک ایک فرد کا خیال رکھا ہے، اُتنا ایک ماں بھی اپنے بچے کا نہیں رکھ سکتی۔ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے اکتسابِ مال کا ایک پورا باب

ہے۔اوراس میں اِفراط وتفریط سے بچنے کے لیے زُہدعن الدنیا کاایک پوراباب ہے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: آخری زمانے میں لوگوں کودرہم اوردینار (پیسہ) جمع کرنا ضروری ہوگا کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے دین اوراپنی دنیادونوں کودرست رکھ سکیں گے۔ (مجمع:68/4)

یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے جنہوں نے ترکِ دنیا بھی ہمیں سکھائی، لیکن اپنی محبت اوراُمت کے ساتھ رحمت کی وجہ سے یہ بھی سمجھادیا کہ ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ جب لوگوں کے لیے اپنے دین کو بچانے، اپنی عزّت کو بچانے کے لیے مال کی ضرورت پڑے گی۔اس کی وجوہات کیاہوں گی؟

دین ودنیا کو بچانے کے لیے مال کی ضرورت

سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ شریعت کا بیت المال والا نظام قائم نہیں رہے گا، وہ ختم ہوجائے گا۔ دوسری وجہ لوگوں کے اندر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، ایک دوسرے کی ضرورت پہ کام آنا، اوراپنی ضرورت کو چھوڑ کر دوسرے کے لیے قربانی دے دینا یہ چیز بھی مکمل ختم ہوجائے گی۔اوراُس زمانے میں ہر شخص اپنی عیش، اپنی راحت اوراپنے آپ کو دیکھ رہا ہوگا، دوسرے کی کوئی پروانہیں کرے گا۔لہٰذا دین کی جو ضروریات ہوں گی، چاہے انفرادی طور پر ہوں، چاہے اجتماعی طور پر مدارس کی شکل میں، مساجد کی شکل میں وغیرہ ہوں، تو ایسی حالت میں خدمت گزارلوگوں کو پریشانی ہوگی۔جب اپنا مال نہیں ہوگا، توتھوڑاوقت بھی عزّتِ نفس کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنا مشکل ہوجائے گا۔اوردین کے کام کرنا بھی مشکل۔دیکھیے! نبی علیہ السلام نے کیسے واضح فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دین دارلوگوں کے لیے درہم اوردینار جمع کرنا ضروری ہوجائے گا۔

پہلے مساجد اور مدارس بیت المال سے چلتے تھے۔ علمائے کرام اور دین کی محنت کرنے والے جتنے طبقے ہوتے تھے، بیت المال سے ان کو وظائف ملا کرتے تھے۔ جس سے گھر کی ضروریات پوری ہوجاتیں اور دال روٹی چلتی رہتی تھی۔ وہ چوبیس گھنٹے دین کی محنت میں لگے رہتے تھے۔ آج وہ زمانہ ختم ہوگیا ہے تو یقیناً آج دین دار لوگوں کو خود بھی اپنے پاس مال رکھنا ضروری ہے تاکہ ان کی عزّت بھی قائم رہے اور وہ خود عزّتِ نفس کے ساتھ دنیا میں زندگی گزار سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ دین کے معاملے میں، دین کی لائن میں مال خرچ کرنے والے بنیں۔ یہ مال فی نفسہ برا نہیں ہے۔ بلکہ اچھے آدمی کے پاس زیادہ مال کا ہونا یہ نعمت کی بات ہے۔

نیک آدمی کا مال دار ہونا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی تھے اور امیر مالدار صحابی تھے، تجارت والے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی امیر ترین صحابہ میں سے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال عطا فرمایا تھا۔

ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مالداری میں کوئی حرج نہیں جو خوف اور تقویٰ کے ساتھ ہو۔ (الادب المفرد: رقم 124)

جو خوفِ خدا اور تقویٰ کے ساتھ ہو اس مالداری میں کوئی حرج نہیں، بلکہ وہ اچھی بات ہے۔ حدیث شریف ہی میں آتا ہے:

نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ. (الأدب المفرد للبخاري: رقم 309)

ترجمہ: ”نیک آدمی کے پاس نیک مال کیا ہی بہترین چیز ہے“۔

اگر خوفِ خدا بھی ہو، تقویٰ بھی ہو اور اس کے ساتھ مالداری آجائے تو یہ نعمتوں پر

نعمت کا اور اضافہ ہوگیا۔ اس سے کیا ہوگا؟ اس سے اللہ کے بندوں کی خدمت کا موقع ملے گا۔ جب یہ خوفِ خدا رکھنے والا، متقی بندہ مال کے حقوق ادا کرے گا تو ادا کرتے ہی Automatically فقیروں اور مسکینوں کا کام خود ہوجائے گا۔ زکوٰۃ دے گا تو فقیروں کو دے گا۔ خیرات دے گا تو فقیروں کو دے گا۔ اگر صدقہ کرے گا تو محتاجوں کو دے گا۔ ایسے شخص کے پاس مال کا ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ دین دار بھی ہے تو دین پر بھی ضرور مال خرچ کرے گا۔ اسلام کے لیے خیر کا ذریعہ بنے گا جیسے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام پر خوب مال خرچ کیا، دین پر خوب مال خرچ کیا۔ آج کل کے زمانے کا حال تو حدیث شریف ہی میں ہمارے سامنے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ تاہم تاجروں کے لیے حلال کو اختیار کرنا اور حرام کو چھوڑ دینا ضروری ہے، اور مزید بھی کئی چیزوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

ایمان کا جھنڈا اور شیطان کا جھنڈا

دوکاندار حضرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کوئی صبح جلدی چلا جاتا ہے، رات دیر سے آتا ہے۔ اور کوئی صبح دیر سے جاتا ہے، رات میں جلدی آتا ہے۔ ایک مسلمان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اس بارے میں حدیث شریف میں تذکرہ موجود ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو تو تم بازار میں سب سے پہلے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے نہ بننا، اس لیے کہ یہ معرکۃ الشیطان ہے۔ اور یہیں وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2451)

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جانا اور سب سے آخر میں بازار سے نکلنے کو پسند نہیں کیا گیا۔

حضرت میثم رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص صبح کو سب سے پہلے مسجد کی طرف جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے ساتھ جھنڈا

لیے ہوئے ہوتا ہے، وہ اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اور اپنے گھر میں داخل ہوجائے۔ اور جو صبح کو سب سے پہلے بازار کی طرف جاتا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لیے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ (اصابہ:496/3)

جو فجر کی نماز نہ پڑھے اور بازار پہنچ جائے تو یہ شیطانی جھنڈے کے ساتھ پہنچا۔ بازار میں سب سے پہلے جانا اور سب سے آخر میں آنا یہ کس بات کی دلیل ہے؟ اس کے پاس نہ قناعت ہے، نہ صبر ہے، اور آخرت سے بالکل غافل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

عند اللہ محبوب مقام

کچھ مقامات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتے ہیں، اور کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو اللہ کو پسند ہوتی ہیں۔ شخصیات کون سی پسند ہوتی ہیں؟ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر چلیں۔ مقامات کون سے پسند ہیں؟ اس کے بارے میں سنیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ بہترین جگہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مساجد ہیں، اور بدترین جگہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم671)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بازار دھوکہ بازی، سودی معاملات، جھوٹی قسمیں کھانے، وعدہ خلافی کرنے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کرنے کی جگہ ہے۔ یہاں عام طور سے یہ امور پیش آتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ اور مسجدیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز ہے جو بازار کے ماحول کے بالکل اُلٹ ہے۔

(شرح صحیح مسلم:5/171)

بازار میں جب انسان جائے تو سمجھے کہ میں بہترین کو چھوڑ کر بدترین مقام کی طرف جا

رہا ہوں، مسجد کو چھوڑ کر بدترین کی طرف جارہا ہوں۔ انسان بازار میں ضرورت پوری کرنے کے لیے جائے اور جیسے ہی ضرورت پوری ہوجائے تو واپس آجائے۔

شروع دن کے حصے میں برکت ہے

دوکاندار حضرات چاہتے ہیں کہ کام میں برکت ہو۔ روزی میں برکت ہو۔ اس کے لیے انہیں جلدی دوکان کھولنے کی ضرورت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی لشکر کو بھیجتے تو دن کے شروع حصے میں بھیجتے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 2606)

شروع دن برکت کا وقت ہے۔ اور شروع دن میں جمعرات کے دن کے لیے بھی نبی علیہ السلام نے خاص برکت کی دعا فرمائی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 2228)

امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تلاشِ رزق میں صبح کا وقت اختیار کرو، اس لیے کہ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا وقت ہے۔

(تحفة الأحوذي: باب ما جاء في التبكير بالتجارة)

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کے لیے دعا کی: اے اللہ! میری اُمت کو دن کے شروع حصے میں برکت عطا فرما۔ (سنن ابی داؤد: رقم 2606)

جو لوگ صبح صبح کام شروع کر دیتے ہیں، ان کی زندگیوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ کاروبار میں بھی برکت ہوتی ہے۔ وقت میں بھی برکت ہوتی ہے۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام نکل جاتے ہیں۔

قناعت اختیار کرنا

اسی طرح تاجروں کے پاس ایک اور نعمت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حلال اور حرام کا علم ہونا، جائز ناجائز کا معلوم ہونا یہ تو فرض ہے ہی، لیکن اس کے ساتھ ایک چیز ہے

قناعت۔ یہ ایک کامیاب زندگی کے لیے بہت ضروری ہے، ورنہ وہ تاجر حضرات جن کے پاس قناعت نہ ہو، زندگی کے سکون سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کیا، اور بقدرِ کفایت روزی دی گئی، اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے پر قناعت کی (راضی رہا)۔ (صحیح مسلم: باب في الكفاف والقناعة)

کامیابی کن باتوں میں ہے؟ پہلی بات فرمائی کہ وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لے آیا۔ مسلمان ہے۔ دین پر عمل کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس کو اتنی روزی دی گئی جو اس کی ضرورت تاجر کو یہ چیز مل گئی وہ دن اس کا اطمینان سے گزرے گا۔ اس کی زندگی اطمینان سے گزرے گی۔ ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ ربّ العزّت کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے نفس کو غنی فرما دیتے ہیں اور اس کے دل کو متقی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: رقم 6352)

اس کے لیے ہم اللہ سے مانگا کریں: اے اللہ! آپ ہمارے ساتھ خیر کا اِرادہ فرما لیجیے۔ اللہ! ہم آپ کی تقسیم پر راضی ہیں۔ اللہ! آپ نے ہمیں غریب بنایا ہم اس پر بھی راضی ہیں۔ امیر بنایا اس پر بھی راضی ہیں۔ اللہ! اولاد دی راضی ہیں، نہیں دی تب بھی راضی ہیں۔ ہر حال میں بندہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جائے۔ ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں برکتیں عطا فرماتے ہیں۔ آج ہمارے جھگڑے اسی لیے زیادہ ہیں کہ اللہ کی عطا پہ راضی ہی کوئی نہیں۔ اللہ کی رضا پر راضی ہو جائیں۔

اُمتِ محمدیہ کے بہترین افراد

اس اُمت کے بہترین افراد کون ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن لیجیے! فرمایا کہ

بہترین ایمان والے وہ ہیں جو قناعت پسند ہیں۔ اور بدترین مسلمان وہ ہیں جو لالچی ہیں۔ (مسند الشہاب: رقم 1185)

جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں، یہ بھی مل جائے، یہ بھی مل جائے۔ ہر وقت لالچ کرتے ہیں۔ جیسے کہ ابھی بات گزری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔

قناعت پسند کا مقام

قناعت کرنے والا کہاں جائے گا؟ جنت میں یا جہنم میں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیے گئے پر قناعت کرنے والا جنت میں جائے گا۔ (کنز العمال: رقم 7275)

مثلاً شادی ہوگئی اس پر دل سے الحمد للہ کہنا۔ ورنہ کیا اُلجھنیں ہوتیں؟ شادی نہیں ہو رہی، لیٹ ہو رہی ہے، رشتہ نہیں مل رہا، رشتے آتے ہیں چلے جاتے ہیں نہیں ہو پا رہا۔ ارے! اللہ کی تعالیٰ رضا پر راضی رہو، اس کی قدر کرو جنت مل جائے گی۔

ایک خاتون غیر شادی شدہ ہیں۔ کئی دنوں سے بڑی پریشان ہیں۔ کسی اور ملک سے ہیں۔ بس ان کی تمنا یہی ہے کہ حضرت! کوئی دعا کر دیں اور ایسا وظیفہ بتا دیں کہ بس میری شادی فوراً ہو جائے۔ کافی لیٹ ہو چکی۔ عمر خاصی زیادہ ہو چکی ہے۔ اُن کی یہ خواہش شرعاً ٹھیک ہے، میں ان کی اس خواہش کی نفی نہیں کر رہا۔ لیکن سمجھانے کا مقصد یہ ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہو جائیں چاہے جس حال میں بھی اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرما دیں گے۔

آخرت کی ترقی اور برکتیں عطا فرما دیں گے۔ اللہ ربّ العزّت انسان کو آزماتے ہیں، تھوڑا مال دے کر بھی آزماتے ہیں، زیادہ دے کر بھی آزماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جو کچھ عطا کرتے ہیں اس پر اسے آزماتے ہیں، پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے (چاہے تھوڑا دیا ہو یا زیادہ۔تو) اللہ تعالیٰ اسے برکت سے نوازتے ہیں اور اس کے لیے کشادگی کی جاتی ہے۔اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ کے دیے پر) راضی نہیں ہوتا تو اسے برکت نہیں دی جاتی اور نہ اس کے لیے اس کے مقدر سے زیادہ کشادگی کی جاتی ہے۔

(معجم الصحابۃ لابن قانع: رقم 535)

قناعت نہ کرنے والے کی زندگی سے، مال سے، گھر سے، اولاد سے برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔تو حصولِ برکت کا سبب کیا بنا؟ جو اللہ کی تقسیم ہے ہم اس پر راضی رہیں۔ تھوڑی سیل ہوگی راضی، زیادہ ہوگی تو راضی۔تنخواہ تھوڑی ہے تو راضی، زیادہ ہے تو راضی۔ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہو جائیں تو برکتیں آ جائیں گی۔

قناعت کیسے ملے گی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اپنے سے اوپر والے لوگوں کو مت دیکھو، یہ زیادہ بہتر ہے کہ خدا کی نعمت کی ناقدری نہ ہو۔ (صحیح مسلم: رقم 2963)

قناعت کیسے حاصل ہوگی؟ جی! یہاں کتنے لوگ بیٹھے ہیں؟ جتنے بھی ہیں، سچ بتائیں! اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنوں سے بہتر رکھا ہوا ہے؟ اس کو غور کریں! ہر آمی اپنے سے نیچے والے کو دیکھے۔کوئی لاکھ کماتا ہے وہ پچاس والے کو دیکھ لے۔کوئی دس ہزار کماتا ہے وہ

8 ہزار والے کو دیکھ لے۔ ایک صاحب کہنے لگے: حضرت! میں جاب کے لیے گیا تھا۔ میں نے ان سے 7 ہزار روپے کی ڈیمانڈ رکھی تو وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے۔ صبح 7 بجے سے لے کر دوپہر 2 بجے تک تقریباً میں نے پڑھانا ہے۔ اسکول والے کہتے ہیں کہ 7 ہزار تو ہم نہیں دے سکتے، تین ہزار روپے ماہانہ دیں گے۔ ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو 4 ہزار روپے مہینہ، 5 ہزار روپے مہینہ کماتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی نعمتیں ہمارے پاس ہیں۔

اُصول کیا ہے؟ دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں۔ اس سے کیا ہوگا کہ ہم مزید عمل کی طرف بڑھیں گے۔ کوشش ہوگی کہ بھئی! یہ نماز بھی پڑھتا ہے، تہجد بھی پڑھتا ہے۔ میں بھی پڑھوں۔ اور دنیا کے معاملے میں ہم نیچے والے کو دیکھیں کہ اس کے پاس تو یہ بھی نہیں ہے میرے پاس تو یہ ہے، اور یہ بھی ہے، اور وہ بھی ہے۔ اس پر تو قرضہ ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا ہے۔ جب ہم دین کے معاملے میں اوپر والوں کو دیکھیں گے اور دنیا کے معاملے میں نیچے والوں کو دیکھیں گے تو ہمارا معاملہ ٹھیک رہے گا۔ جب ہم اس ترتیب کو الٹا کر دیتے ہیں تو پھر پریشانیوں میں چلے جاتے ہیں۔ آپ اپنی بیوی سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھ لو۔ جواب کیا ملتا ہے؟ تمہاری بہن کون سی نماز پڑھتی ہے؟ جب وہ جنت میں جائے گی تو میں بھی ویسے ہی چلی جاؤں گی۔ اس کے کرتوت دیکھے ہیں، اس کے حالات دیکھے ہیں۔ یہ باتیں ہوں گی۔ اور دنیا کے معاملے میں کیا ہے کہ جی! فلانی میری پڑوسن نے نئے پردے ڈالے ہیں، ہم کب Change کر رہے ہیں۔ انہوں نے نئے ماڈل کی گاڑی لے لی ہے۔ ہم ابھی تک اسی پرانے ماڈل میں پھر رہے ہیں۔

کتنے شرم کی بات ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ دین میں نقصان ہوگا۔ دیندار سے بے

دین ہو جائیں گے، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں موجود ہیں ہمارے پاس ان کی ناشکری کا گناہ ہوگا۔ اس ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نعمتوں کو واپس لے لیں گے۔ جو نعمتیں دینا جانتا ہے وہ لینا بھی جانتا ہے۔ قناعت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہوئی ہیں اس پر شکر کریں، اور اپنے سے نیچے والوں کو دیکھیں جن کے پاس وہ نعمتیں نہیں جو ہمیں مل چکی ہیں۔

احساسِ نعمت پیدا کرنے کی ضرورت

پرسوں ایک صاحب نے Whatsapp پر ایک عجیب بات کہی۔ کہنے لگے: آج ہم نعمتوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ فرعون جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، بڑائی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کے پاس کیا چیزیں تھیں؟ اگر آج کے زمانے کے اعتبار سے سی ڈی 70 پہ فرعون کو پیچھے بٹھا کر لاہور شہر کا چکر لگا دیا جائے، مال روڈ وغیرہ کا تو بے ہوش ہی ہو جائے کہ اتنی نعمتیں تو اس نے نہیں دیکھی تھیں۔ ہوائی جہاز پہ بٹھا دیں تو کیا بنے گا اس کا، وہ تو پیدل اور اونٹوں، گھوڑوں پہ سواریاں کرنے والا شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی آسانیاں ہمارے لیے کر دی ہیں۔ جو نعمتیں پہلے وقت کے بادشاہوں کے پاس بھی نہیں تھیں، آج عام آدمی کے پاس ہیں۔ پہلے جہاز نہیں تھے، ریل گاڑی نہیں تھی اور نہ ہی اتنے انتظامات تھے۔ آج جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو ہم نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے بنیں۔

کچھ دن پہلے ایک جگہ دعوت میں جانا ہوا۔ ساتھ بیٹھے میزبان نے کھانا نہیں کھایا۔ میں نے کہا کہ بھائی جان! دعوت آپ نے کی ہے، کھانا کھایئے۔ کہنے لگے: میرا پتہ نہیں ہے۔ آپریشن کے ذریعے پتہ نکال دیا گیا ہے، میں کھانا نہیں کھا سکتا۔ میں شہد کے ساتھ روٹی یا سلائس لگا لیتا ہوں، چائے پی لیتا ہوں، دودھ پی لیتا ہوں۔ میں بڑا حیران

ہوا۔ اور ہم کتنی نعمتیں روز کھاتے ہیں، کھاتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا بھی بھول جاتے ہیں۔ اور ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں میں کھا ہی نہیں سکتا اللہ اکبر کبیرا۔

ایک طریقہ تو نبی کریم ﷺ کا یہ ہے کہ نعمتوں پر شکر ادا کریں، قناعت کریں۔ دوسرا طریقہ ہے دعا مانگنا۔ دعا سے ہر چیز، ہر نعمت مل جایا کرتی ہے۔

دعا سے نعمت حاصل کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ. (متفق عليه، بخاري: رقم 1469، مسلم: رقم 1053)

ترجمہ: ''جو اللہ تعالیٰ سے غنیٰ کا طالب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دیتے ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے مستغنی رہو خواہ ایک مسواک کی لکڑی سے ہی کیوں نہ ہو۔ (معجم کبیر للطبرانی: رقم 12100)

جو مانگنا ہو اللہ سے مانگو۔ ایک مسواک کی ضرورت بھی ہو، ایک بالشت کی بھی ضرورت ہے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔ لوگوں کی طرف توجہ ہی نہ رہے۔ یہ کیفیت انسان کو مل جائے تو زندگی کا مزا آجائے۔ غنیٰ کا تعلق کثرتِ اسباب سے نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کروڑ پتی ہو، اربوں پتی ہو لیکن اس کے پاس قناعت نہ ہو۔ اور ایک آدمی دال روٹی کھاتا ہو اور قناعت کرنے والا ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غنیٰ کا تعلق کثرتِ اسباب سے نہیں، بلکہ غنیٰ کا تعلق نفس کے غنیٰ کے ساتھ ہے۔ (صحیح مسلم: باب ليس الغنى عن كثرة العرض)

بعض دفعہ مال بہت زیادہ ہوتا ہے، اس کے باوجود انسان حریص اور لالچی رہتا ہے، پریشان رہتا ہے۔ اور جب دل میں لالچ نہیں ہوتا تو پُرسکون ہوتا ہے۔

تین قیمتی نصیحتیں

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرمائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز پڑھو تو ایسی پڑھا کرو کہ آخری نماز ہے (توجہ بنے گی۔ دوسری بات یہ کہی کہ) اور ایسی بات نہ کہو کہ کل کو تمہیں معذرت کرنی پڑے۔ اور تیسری بات کہی کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے پروا ہو جاؤ۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 4171)

جسے اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس سے بے پروا ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق رکھو۔ یہاں ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ سوچ کر نہیں بیٹھا تھا، بس یاد آ گیا۔

ملا نصیر الدین کا جواب

ملا نصیر الدین صاحب کے لطیفے بڑے مشہور ہیں۔

ایک مرتبہ ملا نصیر الدین کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا اور کہا: ملا جی! ملا جی! آپ کو پتا ہے، برابر میں حلوہ پکا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے کیا اس نے کہا: مولوی صاحب! آپ کے لیے پکا ہے۔ ملا نصیر الدین نے برجستہ جواب دیا: تو پھر تجھے کیا؟

تو بھئی! کسی کو اللہ نے کیا دیا ہمیں اس سے کیا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے بن جائیں، پھر سب مسئلے آسان ہو جائیں گے۔ اگر انسان قناعت اختیار نہیں کرتا تو پھر اس کا پیٹ کوئی نہیں بھر سکتا سوائے قبر کی مٹی کے۔

ابنِ آدم کی حرص

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کو ایک وادی کے برابر مال مل جائے، تب بھی وہ چاہے گا کہ اس طرح کی ایک اور مل جائے، اس

کے نفس کو تو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ (بخاري: رقم 6437، مسلم: رقم 1049)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہوجاتا ہے مگر دو چیزیں اس میں جوان رہتی ہیں: ایک مال جمع کرنے کی حرص، دوسرا لمبی عمر کی حرص۔ (صحیح بخاری: رقم 6058)

جب بال سفید ہوجائیں تو آخرت کی تیاری کی طرف زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہمارا حال کیا ہوتا ہے کہ امیدیں بڑھ جاتی ہیں، اور ایک چانس اور کے سہارے غفلت میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔

حدیثِ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

ایک حدیث میں بہت عجیب مضمون ہے۔ پہلے مختصر بیان کی، اب ذرا اسے کھول کر بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو پاکدامنی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پاکدامنی عطا فرمائے گا۔ (کتنے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں جی! ہمارے لیے نگاہوں کی حفاظت مشکل ہے۔ نامحرموں سے رابطے بند کرنا مشکل ہے۔ یہ معاملہ ہے، وہ معاملہ ہے۔ اصل میں کیا ہے؟ دل میں چور ہے، اور کھوٹ ہے تو پھر آپ نہیں بچ سکتے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمایا: جو پاک دامن رہنا چاہے گا اللہ اسے پاک دامن رکھے گا۔ دوسری بات ارشاد فرمائی) جو اللہ تعالیٰ سے غنیٰ کا طالب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے غنی بنادیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کفایت طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوجائے گا۔ اس کفایت اور وسعت سے بڑھ کر کسی کو کوئی بھلائی نہیں دی گئی۔ (متفق عليه، بخاري: رقم 1469، مسلم: رقم 1053)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہم سے محبت کریں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے مال سے مستغنی ہوجائیں۔

لوگوں کی محبت کیسے ملے؟

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں (مال ہے، دولت ہے، دنیا کے عہدے ہیں وغیرہ) ان سے بے رغبتی اختیار کرلو، لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 4102)

لوگوں کی محبت چاہتے ہو تو اُن کے مال سے مستغنی ہوجاؤ، یہ سارے کے سارے تم سے محبت کریں گے۔ بس ان سے بے پرواہ ہوجاؤ۔ ان کے مال پر دھیان نہ دو۔

حکایت

ایک اللہ والے تھے۔ اُن کے پاس لوگ بڑے آتے تھے۔ بڑا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ اس وجہ سے بڑے پریشان رہتے تھے کہ آرام کا بھی وقت نہیں ملتا۔ لوگ مستقل آتے رہتے ہیں۔ رجوع اتنا زیادہ ہے لوگوں کا تو کیا کیا جائے۔ انہوں نے کسی سے پوچھا کہ میں کیا کروں؟ جواب ملا کہ یہ تو مسئلے والی بات ہی کوئی نہیں۔ آپ کے پاس لوگ زیادہ آتے ہیں ناں، تو آسان سی بات ہے اتنے امیر امیر لوگ آتے ہیں ان سے قرض مانگ لو، دوبارہ کوئی نہیں آئے گا۔ اور جو غریب آتے ہیں ان سب کو قرض دے دو، یہ بھی دوبارہ واپس نہیں آئیں گے۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ جو امیر آتے ہیں ان سے کہنا کہ پانچ پانچ لاکھ روپے لے کر آنا کہ مجھے چاہیے، اِن شاء اللہ اگلے بیان میں کوئی نہیں آئے گا۔ اور جو غریب آتے ہیں ان کو قرضہ دے دو، یہ بھی واپس نہیں آئیں گے۔ تم آزاد ہوجاؤ مزے میں رہنا۔ یہ ایک اللہ والے کا واقعہ ہے جو لوگوں کے مال سے مستغنی زندگی گزار رہے تھے تو لوگوں کا ہجوم آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ عافیت والا معاملہ فرمائے۔

بھئی! لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں اس سے ہم مستغنی ہوجائیں تو لوگ ہم سے

محبت کرنے لگیں گے۔

توجہ الی اللہ کا فائدہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص کامل طریقے سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرورت پوری فرماتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص مکمل دنیا کی طرف لگ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (معجم صغیر للطبرانی: رقم 322)

ہاں! حکم ہو جاتا ہے کہ تو جان، تیری دنیا تیرے ساتھ، میرا کیا تعلق ہے؟ اسی لیے ایمان والے تاجر کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو لگائے۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو جائے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جائے، اسے چاہیے کو جو چیز اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ اعتماد رکھے بہ نسبت اپنی چیزوں کے۔ اور جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز بن جائے، اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (تفسیر ابن أبي حاتم: رقم 16892، سورة الزمر تحت آية قُلْ حَسْبِيَ اللهُ)

ہمارے پاس چاہے کچھ بھی ہو، لیکن جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت زیادہ اور بے حساب ہے۔ ہم اپنی چیزوں پہ بھروسہ نہ رکھیں، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر بھروسہ رکھیں۔ علمائے کرام بھی اس صفت کو اپنائیں۔ چند روز پہلے ایک عالم ملے تو کچھ بات کرنے لگے۔ حضرت جی زِیْدَ مَجْدُهٗ سے ایک بات سنی ہوئی تھی جو اُن سے عرض کر دی کہ بھئی! دیکھیں! آپ تقویٰ کی زندگی اختیار کریں، پاکدامنی کی زندگی اختیار کریں، دین

پر محنت کریں۔ یہ دنیا آپ کے قدموں کو چومے گی، یہ دنیا مال آپ کی جوتیوں میں رکھے گی۔ شرط کیا ہے؟ توجہ الی اللہ ہوجائے، تقویٰ حاصل ہوجائے۔ پاکدامنی کی زندگی اور ساتھ دین پہ محنت ہوتو دنیا قدموں میں مال رکھے گی۔ اور یہ آج سے نہیں چودہ سو سال سے ہوتا چلا آرہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اہلِ علم اور تقویٰ والوں کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ وہ دنیاداروں کے مال سے مستغنی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ وقت آنے پر ان کو عزتوں سے نواز دے گا، وقار کے ساتھ فتوحات کا دروازہ کھول دے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالیں گے کہ جاؤ ان کو دے کر آؤ۔ چودہ سو سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے انہیں لاکھ روپے بھیجے۔ اس زمانے کا لاکھ میرا خیال ہے آج کے دس کروڑ سے بھی شاید زیادہ ہوں۔ جب چار آنے، آٹھ آنے تنخواہ ہوتی تھی اور مہینہ گزر جاتا تھا اسی چار آنے میں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ دینے والے کا انداز متکبرانہ ہے، اس کے اندر سے بڑائی سی محسوس ہورہی ہے۔ چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ لاکھ روپے واپس کر دیے۔ اُن صاحب کو بڑا برا لگا۔ ان صاحب نے خط لکھا کہ حضرت! آپ کو ایسا کوئی مرید نہیں ملے گا جو ایک لاکھ روپے دے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے پیچھے لکھ دیا کہ تجھے بھی ایسا پیر نہیں ملے گا جو لاکھ روپے واپس کر دے۔ اللہ اکبر کبیرا!

جب انسان اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے مستغنی رہو اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اور آپ سے بھی جتنا کم ہو (وہ بہتر

ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور مجھ سے بھی۔ (تخریج احادیث الاحیاء: رقم 3954)

ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں اللہ کے بندوں سے نہ مانگیں۔ اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں گے۔

اسمِ اعظم کے وِرد کا شوق

اب آخر میں ایک وظیفہ بتانا ہے۔ لوگوں کے بہت کثرت سے فون آتے ہیں۔ حضرت! شادی نہیں ہو رہی وظیفہ بتا دیں۔ حضرت! بیٹی کا رشتہ نہیں آ رہا وظیفہ بتا دیں۔ حضرت! کاروبار میں لگتا ہے کسی نے بندش کروا دی ہے وظیفہ بتا دیں۔ حضرت! فلانی جگہ کا ویزہ لگ جائے وظیفہ بتا دیں۔ حضرت! بیماری ہے وظیفہ بتا دیں۔ جن چڑھ گیا ہے وظیفہ بتا دیں۔ ہر چیز کے لیے وظیفہ پوچھتے ہیں۔ پھر ہماری خواتین تو کیا ہی کہنا۔ انہیں کوئی وظیفہ بتا دے کہ تمہارا خاوند تمہاری انگلیوں پہ ناچے گا۔ اب اس کے لیے پہاڑ پہ چڑھ کر بھی کرنا پڑے تو کر لیں گی۔ بس ہر قسم کے وظیفوں کی ہر وقت تلاش رہتی ہے۔ ایک وظیفہ آپ کو بتاتے ہیں جو پکا اور سچا ہے۔ سو فیصد پورا ہو گا۔ اچھا! یہ بتائیں کہ ایسا وظیفہ جو لازمی پورا ہو، اگر اس میں 20 منٹ روز کے لگ جائیں تو ٹھیک ہے یا نہیں؟ ایسا وظیفہ ہم روز کر لیں گے یا نہیں کریں گے؟ کرے گا کوئی بھی نہیں، سارے اِن شاء اللہ، اِن شاء اللہ کیے جا رہے ہیں۔ یہاں تو سارے کہہ رہے ہوتے ہیں بعد میں کسی نے نہیں کیا ہوتا، پتا لگ جاتا ہے، چہرے بتاتے ہیں۔ اگر میں بتاؤں کہ فلاں اسم اعظم ہے، اسے آپ بیس منٹ روز پڑھیں۔ آپ سارے پڑھیں گے۔ واہ جی! اسمِ اعظم پتا لگ گیا ہے، اب میرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اب میں نے 21 منٹ روز گھڑی دیکھ کر پڑھنا ہے کہ حضرت صاحب نے اسمِ اعظم بتا دیا ہے۔ یہ تو سب کر لیں گے۔ لیکن میں اس وقت جو بتانے لگا ہوں یہ بڑا مشکل ہے۔ شاید کوئی کر لے۔

سب سے بڑا اور انمول وظیفہ

سن لیجیے کہ سب سے بڑا وظیفہ دعا ہے۔ روزانہ گھڑی دیکھ کر 15 سے 20 منٹ ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے مانگیں، پھر دیکھیں اس پر کیا کچھ نہیں ملتا۔ آج کسی مجبوری میں دس ہزار مرتبہ پڑھنے کا وظیفہ بتا دو، وہ پڑھے گا۔ ایک ہزار دفعہ بولو، پڑھ دکھلائیں گے۔ اِدھر اُدھر کے اُلٹے کام جتنے مرضی بولو، سب کرلے گا۔ ہاں! اگر کسی کو یہ کہہ دو کہ اللہ کے بندے! رات کو تہجد کے وقت اللہ آواز لگاتے ہیں؟ ہے کوئی مانگنے والا؟ اس کو عطا کروں۔ اس وقت دس منٹ ہاتھ اُٹھا کر رکھنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہتا۔ ہم 10 منٹ، 15 منٹ ہاتھ کھڑے کر کے راتوں کو اللہ سے مانگیں تو سہی۔ آج کسی غریب سے پوچھ لو، پریشان حال سے پوچھ لو کہ جی! دعاؤں میں کتنی دیر آپ لگاتے ہیں؟ کتنا وقت لگاتے ہیں؟ ابھی ہم جتنے بھی لوگ یہاں ہیں اپنی اپنی مختلف پریشانیاں ہم سب کے ساتھ ہیں۔ میرے ساتھ بھی ہیں، آپ کے ساتھ بھی ہیں۔ دنیا ہے ہی پریشانیوں کا گھر۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت نہیں بنایا۔

لیکن اگر پوچھا جائے کہ کل سے لے کر آج اس وقت تک ہم نے کتنا اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے؟ تو میرا خیال ہے لاکھوں میں کوئی ایک ہوگا جو یہ کہہ سکے جی! میں نے 10 منٹ، 15 منٹ مانگا ہے۔ وظیفے تو کسی کو اگر آدھے گھنٹے والے بھی بتا دیے جائیں۔ لوگ کرتے ہیں۔ اگر کلمہ بھی پڑھنا ہو، یا چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی دس ہزار دفعہ پڑھنی ہو تو کتنی دیر لگے گی اس میں؟ لیکن اتنا وقت ہاتھ اُٹھا کر اللہ کے سامنے مانگنا، یہ ہم سے نہیں ہوتا۔ یہ صرف سمجھانے کا انداز اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو قبول کرے۔ آپ کا آنا قبول کرے۔ ہم راتوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر، دامن

پھیلا کر مانگیں۔ روز مانگیں۔ 5 منٹ، 10 منٹ، 15 منٹ، 20 منٹ، 25 منٹ، اِن شاء اللہ ثم اِن شاء اللہ ضرور ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی دینے والے ہیں۔

قبولیتِ دعا کے لیے مطلوب کیفیت

اب یہاں دعا کی کیفیت کو ذکر کرتے ہیں جس پر قبولیت کا وعدہ ہے۔ اس میں چند چیزوں کا اہتمام کر لینا چاہیے۔ ایک تو یہ کہ پورے یقین کے ساتھ مانگے۔ اپنے اندر سے قبولیت کا یقین نہیں ہوتا اور الزام اللہ تعالیٰ کو لگا رہے ہوتے ہیں کہ دیتا نہیں، سنتا نہیں، قبول نہیں کرتا العیاذ باللہ۔ حال یہ ہے کہ اندر سے نفس اپنا خراب ہے۔ دیکھیں بھئی! آپ ابھی گھر جائیں، آپ کے جو چھوٹے بچے ہیں۔ کوئی پانچ سال کا، دس سال کا۔ آپ ان سے کہیں کہ میرے پاس آؤ! میں ٹافی دوں گا۔ اور وہ سامنے سے اس طرح سے کہہ دیں کہ ابو! پتا نہیں آپ دیں گے کہ نہیں۔ بتائیے کہ آپ کو کیا لگے گا؟ اچھا لگے گا یا غصہ آئے گا کہ میرا اعتبار ہی نہیں کر رہا۔ کتنا برا لگے گا۔ وہ پروردگارِ عالَم جو بے نیاز ہے، جو دینا چاہتا ہے، جو کریم ہے اور دے کر خوش ہوتا ہے۔ جس کی طرف سے رات کو آواز لگتی ہے:

هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطٰى؟ (صحیح مسلم: 758)

ترجمہ: ''ہے کوئی مانگنے والا کہ جسے عطا کیا جائے؟''

ہم دعا مانگ رہے ہوں اور دل میں یہ ہو کہ پتا نہیں ملے گا کہ نہیں ملے گا۔ سوچیے کہ اللہ تعالیٰ کو کتنا برا لگے گا۔ اس یقین کے ساتھ مانگیں جو میں نے مانگا ہے، ملے گا۔ جتنا ہمارا یقین ہوگا اتنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانیاں ہوں گی۔ یہ بے یقینی کے ساتھ نہیں۔ یقین کے ساتھ مانگنا ہے، اللہ تعالیٰ عطا کریں گے۔ یاد رکھیں! قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں سے یہ سننا گوارا نہیں کریں گے کہ بندہ کھڑا ہو کر بھرے

مجمع میں کہہ دے: اللہ! میں نے مانگا تھا، مجھے نہیں ملا۔ بھئی! دنیا کے اندر کوئی شریف آدمی ہو، امیر آدمی ہو، سخی آدمی ہو اور وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہو۔ کافی سارے لوگ اس کے سامنے موجود ہوں۔ اتنے میں ایک فقیر آئے بھیک مانگنے والا اور کہے کہ جی! میں نے اس سے چار آنے مانگے تھے، اس نے نہیں دیے۔ کیا وہ سخی بھرے مجمع میں یہ بات گوارا کرے گا؟ سمجھانے کے لیے مثال دی جا رہی ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ بھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ قیامت کے دن بندہ کھڑا ہو کر کہہ دے کہ جی! میں نے مانگا تھا، مجھے نہیں ملا۔ سب سے پہلے اپنے مانگنے کی جو کمی ہے اس کو ٹھیک کریں۔ یقین کے ساتھ مانگیں۔ اور اس کے بعد جو وعدہ ہے اس کو سمجھ لیں۔

دعا کی کثرت

ہم نے کسی چیز کے لیے دعا مانگی یہ دعا قبول ہوگئی۔ اگر ہم نے ایک ہزار دفعہ دعا مانگی تو یہ ایک ہزار دعائیں ہیں، یہ ایک نہیں رہی۔ اگر ہم دعا میں دنیا مانگیں تو بھی عبادت ہے۔ دین مانگیں تو بھی عبادت ہے۔ ایک آدمی مانگتا ہے: یا اللہ! مجھے گاڑی عطا فرما۔ یا اللہ! مجھے دس کنال کا بنگلہ چاہیے۔ پھر بھی ثواب مل رہا ہے۔ مانگنا خود عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے تو خوب مانگے، کھلا مانگے، ان شاء اللہ ملے گا۔ اب ملنے کی ترتیب کیا ہے یہ سمجھ لیجیے۔

قبولیتِ دعا کی ترتیب

جو ہم نے مانگا As it is مل گیا۔ مِنْ وَعَنْ اسی طرح مل گیا جو مانگا تھا۔ ایک صورت تو یہ ہے۔ لیکن یہ پہلی صورت ہے، بدقسمتی سے ہم اسی کو پہلی اور آخری سمجھ بیٹھے ہوتے ہیں اور اس سے آگے ہمارا قدم ہی نہیں بڑھتا کہ بس جی جو مانگا ہے بس وہی مل

جائے۔ایک مسلمان بچی کا کل مجھے میسیج آیا۔اس نئی تہذیب نے ہماری بچیوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہ ایک غیر مسلم ہندو سے رابطے میں تھی۔ کہنے لگی کہ دعا کریں میری اس سے شادی ہو جائے۔ میں دعا کر رہی ہوں لیکن اس سے شادی نہیں ہو رہی۔اور وہ مجھے کہہ رہا کہ ہندو ہو جاؤ۔بس میری دعا قبول ہونی چاہیے۔خیر! اس بچی کو بات سمجھائی۔ سمجھ میں آ گئی تو الحمد للہ! اس نے توبہ بھی کی۔

دیکھیں! ایک تو جو ہم نے مانگا ویسا ہی مل گیا۔ یہ ایک صورت ہے قبولیتِ دعا کی۔ دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ جو ہم نے مانگا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں اس سے بہتر کوئی چیز عطا کر دی۔ یہ بھی بڑی قبولیت کی بات ہے۔ تیسری صورت اس کی یہ ہے کہ جو ہم نے مانگا تھا وہ بھی نہیں ملا، اس سے بہتر بھی نہیں ملا، اللہ تعالیٰ نے آنے والی کسی مصیبت، پریشانی، بیماری اور غم کو ہم پر سے ٹال دیا۔ ہم تک پہنچنے نہیں دیا۔ اب عورتیں مانگتی ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ کو Skin Diseases نہیں ہے، کینسر نہیں ہے ہوسکتا ہے کسی دعا کا ہی بدلہ ہو۔ اللہ نے عزّت دی ہوئی ہے۔ ایمان دیا ہوا ہے۔ یہ تین چیزیں تو دنیا میں ہیں: **1** ایمان **2** عزت **3** صحت۔

چوتھی صورت آخرت میں ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بلائیں گے۔ میرے بندے! تو روز 20 منٹ، 25 منٹ مجھ سے دعا مانگتا تھا۔ تیری اتنی لاکھوں، کروڑوں دعاؤں کی فائلیں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ تیری دعاؤں کی فائلیں۔ یہ سب دعاؤں کی تفصیل لکھی ہے۔ یہ ساری تیری دعائیں تیرے نامہ اعمال میں لکھی ہوئی ہیں۔ میرے بندے! دیکھ تیری اتنی اتنی دعاؤں کو میں نے ویسے ہی قبول کرلیا جیسے تم نے مانگی تھیں۔ قبول کر لیا تھا۔ یہ تو معاملہ پورا ہو گیا تھا، جو مانگا میں نے عطا کر دیا، دے دیا۔ کبھی میں نے اس کے بدلے میں فلاں چیز دے دی۔ میں نے ثابت

کر دیا، میں نے اپنے قول کو پورا کیا۔ میں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں وہ کریم پروردگار ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ دیکھ تو نے مانگا میں نے تجھے وہی دے دیا، کبھی اس سے بہتر دے دیا جسے تو جانتا تک نہ تھا کہ یہ تیرے لیے بہتر ہے، اور کبھی میں نے اس کے بدلے تیری پریشانیوں کو راحت سے بدل دیا۔ دیکھو! تمہاری دعائیں پوری ہوگئیں۔ یہ میں سمجھانے کے لیے بتارہا ہوں۔ اس کے بعد اللہ کہیں گے: میرے بندے! دیکھ یہ تیری اتنی دعائیں اور بھی ہیں، ان کو میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ اگر ایک کروڑ دفعہ دعا مانگی تو یہ ایک کروڑ دفعہ یہاں لکھی ہے۔ میرے بندے! میں نے کوئی کمی نہیں کی۔ ہر ہر دعا اور ہر ہر لفظ کے بدلے میرے بندے! آج دیکھ لے میں تجھے جنت کے یہ یہ بے شمار انعامات دیتا ہوں، تجھے جہنم سے بچاتا ہوں، تجھے نبی کریم ﷺ کا پڑوس دیتا ہوں، تجھے میں جنتِ عدن میں اپنا دیدار کراتا ہوں، تجھے انبیاء علیہم السلام کے قریب رکھتا ہوں، تجھے بھی حوضِ کوثر ملے گا، تجھے جنت کی یہ نعمتیں ملیں گی، تیری اولاد کو بھی تیرے ساتھ کردوں گا۔ میرے بندے! دیکھ تو سہی، تیری وہ تمام دعائیں جو دنیا میں کسی بھی درجے میں نہ آئیں، نہ نمبر ایک، نہ نمبر دو، نہ نمبر تین، میں ان سب کے بدلے تجھے بے حساب نعمتیں دے رہا ہوں۔ میرے بندے! تو یہ نہ کہنا کہ میں نے دیا نہیں۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

ترجمہ: ''اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا''۔

ہاں! میں نے ہی اپنے کلام میں کہا تھا تو مانگے گا میں دوں گا۔ میرے بندے! دیکھ میں نے اپنی بات کو پورا کر دیا۔ آج قیامت کے میدان میں کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ

اللہ! میں نے مانگا تھا مجھے نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی مانگ سے زیادہ عطا کریں گے۔ حدیث کے الفاظ سنیے!

فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ ادَّخَرْتُ لَكَ بِهَا فِي الْجَنَّةِ كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے (اس قبول نہ ہونے والی دعا کے بدلے) جنت میں تیرے لیے یہ یہ نعمتیں جمع کی ہیں''۔

اب جب بندہ ان نعمتوں کو ورطۂ حیرت میں ڈوب کر دیکھے گا تو کہے گا:

يَا لَيْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عُجِّلَ لَهٗ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ.

(المستدرک علی الصحیحین: (باب) یدعو اللہ بالمؤمن یوم القیامۃ، رقم 1862)

ترجمہ: ''اے کاش! دنیا میں اس کی کسی بھی دعا کا بدلہ نہ ملا ہوتا''۔

کیوں کہ دنیا میں اگر وہ ہی مل گیا تو دنیا ختم تو وہ بھی ختم۔ اس کا بدل مل گیا تو وہ بھی ختم، کسی تکلیف سے بچا لیا گیا۔ کب تک بچے گا؟ آخر ایک دن وہ بچنا بھی ختم۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔ قیامت کے دن جو ملے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے گا۔ وہ کوئی 100,50 سال کے لیے نہیں ہوگا۔ ہاں! یقین کے ساتھ مانگیں اور مانگتے رہیں۔ مانگتے چلے جائیں۔ وضو ہو، یا نہ ہو، بس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ ٹھیک ہے جی! اب وظیفہ مل گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

ہدیہ کے لین دین میں احتیاط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (البقرۃ:208)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ

پورے دین پر عمل کرنے کا حکم

اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اے میرے ماننے والو! میرے محبوب ﷺ کو ماننے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تم پورے کے پورے دین پر عمل کرو۔ اللہ ربّ العزّت نے مطالبہ پورے دین پر عمل

کرنے کا رکھا ہے۔ من مرضی والا عمل کرنے کا نہیں رکھا۔ آج ہمارا معاملہ یہ ہے کہ جس سنت کو میٹھا میٹھا آسان سمجھتے ہیں وہ کر لیتے ہیں، اور جس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمارے رسم ورواج پر ضرب پڑے، جس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمارے معاشرے کی تہذیب پر فرق پڑے، جس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں یہ محسوس ہو کہ کوئی ہمیں مولوی کہہ دے گا یا کوئی ملّا کہہ دے گا، تو اس سنت پر عمل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر شادی بیاہ کے موقع پر کتنی مرتبہ ہم نے سنا ہوگا کہ مہندی، مائیوں، مکلاوا ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کا اسلام سے بہرحال کوئی تعلق نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے چار بیٹیوں کی شادیاں کیں، کیا کسی میں یہ باتیں سننے کو ملیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شادیاں کیں، کیا کسی جگہ ہمیں یہ بات سننے کو ملی کہ مکلاوا ہوا ہو؟ یہ دو ہی باتیں ہیں: نکاح اور ولیمہ۔ آج کسی نوجوان کو کہہ دو کہ بیٹا! شادی سنت کے مطابق کر لو۔ وہ تیار نہیں ہوتا۔ تو جو سنتیں ہمارے لیے بہت ہی آسان ہیں جس میں کسی کی کوئی بات سننی نہ پڑے ان میں سے تو بعض ہم کر لیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو مطالبہ ہے کہ پورے کے پورے دین میں داخل ہو جاؤ، ہر عمل کو سنت کے مطابق کرو۔ تمہارا چلنا سنت کے مطابق، تمہارا بولنا سنت کے مطابق، تمہارا لباس سنت کے مطابق، تمہارا چہرہ سنت کے مطابق۔

گردن کٹانے کو تیار مگر؟

آج کسی سے پوچھو کہ کیا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جان دینے کے لیے تیار ہو؟ گردن کٹوانے کے لیے تیار ہو؟ ہم مسجد میں بیٹھے ہیں، اللہ کے گھر میں بیٹھے ہیں۔ کسی سے بھی پوچھ لیں، فوراً کہے گا کہ جی! میں فوراً جان دینے کے لیے تیار ہوں، نبی علیہ السلام کے لیے گردن کٹوانے کے لیے تیار ہوں۔ اس دعویدار سے صرف اتنا کہہ دو: اچھا! تم گردن کٹوانے کے لیے تیار ہو

خدا کے لیے، جسم کے بال چہرے کے بال ہی نبی علیہ السلام کے مطابق بنوا لو، سر کے بال ہی نبی علیہ السلام کے مطابق کٹوا لو، تو بھاگ جائیں گے۔ اصل یہ ہے کہ دین پر عمل ہو، ہر کام سنت کے مطابق ہو۔ یہ جو ''گلدستۂ سنت'' کے بیانات ہیں الحمدللہ! Whatsapp پہ بھی آرہے ہیں، ویب سائٹ پہ بھی ہیں، اور ان کی کتابیں بھی آنی شروع ہوگئی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو رہا ہے۔ اس کے اندر ترغیب دی جارہی ہے کہ ایک ایک سنت کو، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک بات کو کھولا جائے۔ میرے اپنے علم میں بھی آئے، عمل میں بھی آئے اور بھی ساتھیوں کو معلوم ہو جائے اور ان کے عمل میں آجائے۔ ان شاء اللہ نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

یاد رکھیں! قیامت کے دن ہر عمل کو دیکھا جائے گا سنت کے مطابق ہے یا سنت کے خلاف ہے؟ جو عمل سنت کے خلاف ہوگا، اس کو باہر اُٹھا کر پھینک دیا جائے گا۔ یہ ہمارے رسم و رواج اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رکھتے۔

ہدیہ میں تین باتوں کا خیال رکھنا

اس تمہید کے بعد آج کی سنت کے عنوان سے بات کو لیتے ہیں۔ ہدیہ لینا اور ہدیہ دینا اس بارے میں کچھ باتیں ہو چکی ہیں۔ ہدیہ کے سلسلے میں تین باتیں قابلِ غور ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہدیہ لینے اور دینے اس میں تین باتوں کا خیال رکھا جائے:

پہلی بات تو یہ کہ مال (دیکھا جائے کہ جو لے رہا ہے، یا دے رہا ہے، یہ حرام نہ ہو، یہ حلال ہو)

دوسری بات یہ کہ دینے والے کی غرض کیا ہے؟ کیوں دے رہا ہے؟ ہدیہ دیا جاتا ہے محبت کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، تعلق کو بڑھانے کے لیے، دین کے لیے۔ دینے والے کی غرض کیا ہے؟ اسے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

تیسری بات یہ کہ لینے والے کی غرض کیا ہے؟ کیوں قبول کر رہا ہے؟ حلال مال ہو، اس میں دینے والے کی نیت بھی شمار ہوگی اور لینے والے کی بھی نیت شمار ہوگی۔ اگر دینے والے کی نیت یہ ہے کہ میرے بھائی کا دل خوش ہو جائے، محبت بڑھ جائے، تعلق بڑھ جائے تو بہت اچھی نیت ہے۔ جتلانا مقصود ہے تو پھر غلط ہوگا۔ اسی طرح ہدیہ لینے والے کو بھی غور کرنا چاہیے کہ میں کیوں لے رہا ہوں؟ اگر کوئی رشتہ داری کا تعلق ہے، محبت کا تعلق ہے، تب تو بالکل ٹھیک ہے لینا چاہیے۔ اگر دین داری کی نسبت سے لے رہا ہے اور دینے والا اس کو عالم سمجھ کے دے رہا ہے کہ نیک، متقی آدمی ہے، اب اس پر مسئلہ ہے۔ باریک بات ہے، سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر لینے والا شخص تنہائی میں کسی ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہو جس کا اگر دینے والے کو پتا لگ جائے کہ یہ صاحب تو ایسے ہیں، پھر وہ نہ دے۔ اب اس لینے والے کو چاہیے کہ ہدیہ نہ لے، کیوں کہ دینے والا تقویٰ کی بنیاد پر دے رہا ہے، ذاتی حیثیت میں نہیں دے رہا اور لینے والا جانتا ہے کہ میں تو ایسا ہوں نہیں، تو پھر اسے نہ لینا چاہیے۔ دونوں کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ جیسے اگر کسی آدمی کو سید سمجھ کے دے رہا ہے اور اصل میں وہ سید نہیں ہے، اب اس کے لیے لینا جائز نہیں ہوگا۔ اس بات کو بہت سمجھنے کی ضرورت ہے۔

متکبرین کی دعوت قبول کرنے کی ممانعت

حدیث شریف میں فخر کرنے والوں کے ہاں کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ جیسے کہ کچھ لوگ بڑی محبت اور عقیدت سے گھر بلاتے ہیں، وہاں تو جانا چاہیے۔ اور کچھ لوگ فخر کے طور پر بلاتے ہیں کہ جی! ہم نے یہ دعوت کی، اتنے لوگوں کو بلایا، یا اتنی Dishes تھیں، بیس بیس طرح کے کھانے تھے۔ جیسے یہ منع ہے، ایسے ہی ہدیہ دینے والے کی غرض اگر Photosession کی ہے۔ علاقے میں لوگوں کو بتانا ہے کہ بھئی!

فلاں صاحب کو میں نے ہدیہ دیا ہے تو یہ سب چیزیں ٹھیک نہیں ہیں، اور ایسے آدمی سے ہدیہ نہیں لینا چاہیے۔ اس بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ ہدیہ دینے والا گناہ کر رہا ہے، اور لینے والا گناہ میں مدد کر رہا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (المائدۃ:2)

ترجمہ: ”نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو“۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ مجھے ہدیہ دینے والا فخر کے طور پر کہیں اس کا ذکر نہیں کرے گا تو میں لے لیتا ہوں، اور اگر مجھے یقین ہو جائے کہ یہ مجھے دے گا اور جگہ جگہ بتائے گا اور فخر کرے گا کہ جی! میں نے تو مولانا صاحب کو یہ دیا تھا، تو میں ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

تعلق بنانے کا نبوی نسخہ

حدیث شریف میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

تَهَادَوْا تَحَابُّوْا. (الأدب المفرد للبخاري: رقم 594)

ترجمہ: ”تم آپس میں ہدیہ دو، اس سے محبت بڑھے گی“۔

عام طور سے ہدیہ لینا اور ہدیہ دینا دونوں سنت ہے۔ رشتہ داروں کو دینا، چاہے بھائی بھائی کو دے، بہن بہن کو دے، بہن بھائی کو دے۔ محرم رشتے دار آپس میں ہدیہ دیتے ہیں تو محبت بڑھتی ہے۔ آج ہر گھر میں بہو اور ساس کی لڑائی ہے، اس لڑائی کو ختم کرنے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ بہو ساس کو ہدیہ پیش کرے۔ ان شاء اللہ دلوں میں گنجائش پیدا ہو جائے گی۔ یہ نبوی فارمولا ہے، عمل کر کے دیکھ لیجیے۔ پکی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم آپس میں ہدیہ دو، اس لیے کہ ہدیہ دل کی گھٹن کو ختم کرتا ہے۔
(سنن ترمذی:2130)

علامہ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اتباعِ سنت میں ہدیہ دینے کی وجہ سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور نفرت ختم ہو جاتی ہے۔ (فتح المالک:358/9)

تو ساس بہو کے جھگڑوں، گھریلو جھگڑوں کو ختم کرنے کا نبوی طریقہ ہے کہ آپس میں ہدیہ دیا جائے۔ نبی علیہ السلام نے اس کی ترغیب دی ہے۔ لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ایسے آدمی سے ہدیہ لے لیتا ہے جس نے اس کے پیسے دینے ہوں، جو اس کا مقروض ہو۔ مقروض آدمی سے ہدیہ لینا منع ہے۔ یہ سود میں شامل ہو جاتا ہے۔

اپنے قرضدار سے ہدیہ لینے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی دوسرے کو قرض دے اور یہ مقروض اسے ہدیہ پیش کرے، تو اسے قبول نہ کرے۔ اپنی سواری پر بٹھائے تو اس کی سواری پر نہ بیٹھے۔ ہاں! اگر قرضے کا معاملہ ہونے سے پہلے آپس میں ہدیہ لینے دینے کا معاملہ تھا، تب ٹھیک ہے (ورنہ نہیں)۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 2432)

کیوں کہ جس شخص کو قرض دیا گیا ہے اس سے ہدیہ لینا، یا کسی قسم کا نفع حاصل کرنا یہ درست نہیں، یہ سود کی ایک شکل ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: آپ جس جگہ سے آئے ہیں، وہاں سود عام ہے۔ پس اگر آپ کا کسی آدمی پر کوئی حق ہو (مثلاً آپ نے کسی کو قرضہ دیا

ہو) اور اگر وہ (مقروض) آپ کو تحفہ میں ایک بوجھ بھوسہ دے، یا جَو دے، یا جانور کا چارہ دے، تب بھی مت لینا اس لیے کہ وہ سود ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 3814)

ملا قاری علی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ ہدیہ میں جانوروں کے چارے کا جو ذکر کیا گیا ہے، یہ بہت ہی معمولی چیز ہے۔ انسان ایسی معمولی چیز کو غور ہی نہیں کرتا اور لے لیتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو تم نے قرض دیا ہوا ہے مقروض آدمی سے چھوٹی، معمولی چیز بھی ملے تو وہ بھی مت لینا۔ (مرقاۃ: 315/3)

اس سے معلوم ہوا کہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ قرض سے فائدہ اُٹھانا یہ سود ہے، یہ حرام ہے۔ اس چیز سے نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے۔ آج کل کے ماحول میں ایک تو احتیاط نہیں برتی جاتی، بلکہ اُلٹا اپنا حق سمجھا جاتا ہے۔ ایک آدمی نے کسی کو پیسے دے دیے، اب مقروض لوٹا نہیں پا رہا۔ اب یہ دینے والا چاہتا ہے کہ یہ میری خدمت ہی کرتا رہے، اور یہ اس سے فائدے ہی اُٹھاتا رہے، جانی و مالی خدمت لیتا رہے، یہ سب سود کے اندر شامل ہو جائے گا اور حرام ہوگا۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کمالِ احتیاط

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضرت! یہاں دیوار کے سایہ میں چھاؤں ہے آپ اِدھر آ جایئے۔ فرمایا: میں نہیں آتا۔ لوگ بلاتے رہے اور یہ منع کرتے رہے۔ لوگوں میں ایک شخص بڑا سمجھ دار تھا۔ اس نے سوچا کہ اتنے بڑے فقیہ ہیں، متقی ہیں، تو نہ آنے کی کوئی نہ کوئی بات تو ہوگی۔ چناں چہ اس نے قسم دے کر پوچھا: حضرت! کیوں نہیں آتے، وجہ بتائیں۔ جب قسم دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: دیکھو! اس صاحبِ مکان پر میرا قرضہ ہے، مجھے

اس سے پیسے لینے ہیں۔ اگر میں اس کی دیوار کے سائے میں آگیا تو ایسا نہ ہو کہ میں مقروض کے مال سے نفع اُٹھانے والا بن جاؤں جو کہ حرام ہے۔ دھوپ برداشت کر رہا ہوں، لیکن اپنے مقروض آدمی سے اتنا فائدہ بھی لینا نہیں چاہتا۔

ایک اللہ والے کی حکایت

اسی طرح ایک اللہ والے چلتے ہوئے جا رہے ہیں۔ سائے میں چل رہے تھے۔ اچانک ایک Building آئی تو ہٹ کر دھوپ میں آگئے۔ جب Building پار کر لی تو پھر سایہ میں آگئے۔ کسی نے پوچھا: حضرت! یہ کیا بات ہوئی؟ کہنے لگے: یہ صاحبِ مکان میرا مقروض ہے، میں اس کے مکان کے سائے سے بھی فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا۔

آج ہم تو گروی رکھے مکان کو پورا ہی لے لیتے ہیں، اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ارے بھائیو! جامعہ اشرفیہ جائیں، علماء سے پوچھیے، مفتی حضرات سے پوچھیے، کیا یہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ ہم گناہ میں تو ملوث نہیں ہو رہے؟ بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

کیا پچاس ہزار کی خاطر دل خراب کریں؟

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب قصہ نقل کیا گیا ہے۔ سچی بات ہے کہ اگر ہمیں تعلقات نبھانے ہیں تو اپنے بڑوں کے حالات کا مطالعہ کریں۔ ان کی سیرت کے بڑے درخشاں پہلو ہیں۔ چناں چہ ایک عام آدمی تھا۔ اسے پیسوں کی ضرورت پڑی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور پچاس ہزار درہم بطور قرض لے گیا۔ اس کے بعد کبھی راستے میں آمنا سامنا ہونے لگتا تو کبھی اس گلی میں گھس جاتا، کبھی اس گلی میں گھس جاتا۔ غرض یہ کہ حضرت کا سامنا ہی نہ کرتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا۔ ایک دن حضرت دیکھ رہے تھے

کہ وہ چھپنے کے لیے اِدھراُدھر دوڑ رہا ہے۔ حضرت نے محسوس کرلیا اور اس کا پیچھا کر کے پکڑ لیا۔ کندھے پہ ہاتھ رکھا اور کہا کہ بھائی! کیا ہم سے دوڑے جاتے ہو؟ کیا معاملہ ہوا؟ یہ چپ ہو گئے، کوئی جواب نہ بَن پڑا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: اچھا! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم نے جو میرے پچاس ہزار دینے ہیں یا تو تمہارے حالات ٹھیک نہیں ہیں، یا تم دے نہیں سکتے، یا کوئی اور بات ہے۔ اب اس نے کہا کہ حضرت! بات یہ ہے کہ پیسے تو ہیں، پر دینے کا دل نہیں کر رہا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا بھئی! چلو چھوڑو، کیا پچاس ہزار کی خاطر دل خراب کریں؟ سارے تمہیں معاف، لیکن ملاقات تو رہنی چاہیے، آنا جانا رکھو، مسلمان ہیں، ملاقات رہنی چاہیے۔

اللہ اکبر! پیسہ سارا معاف کر دیا۔ تو یہ حضرات مقروض سے کسی قسم کا نفع نہیں اُٹھاتے تھے۔ ہمیں اس میں احتیاط کرنی چاہیے اور بچنا چاہیے۔ کچھ ہدیے ایسے ہوتے ہیں جنہیں واپس کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ہدیہ واپس کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزیں (ہدیہ کی ہوئیں) واپس نہیں کی جاتیں:

1 تکیہ 2 دودھ 3 اور خوشبو۔

(سنن الترمذي: باب ما جاء في كراهية ردّ الطيب)

ایک اور حدیث میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں کوئی عطر پیش کرے تو اسے سونگھ لو۔ اور جب تمہارے پاس کوئی شیرینی (میٹھی چیز) لے کر آئے (اگر کوئی شرعی ممانعت یا قباحت نہ ہو، تو) اسے کھا لو۔ (مجمع الزوائد: رقم 8767)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے نبی علیہ السلام کو کھانے کی دعوت دیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دعوت کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کوئی گھر سے گوشت پکا کر لاتا، یا ویسے ہی لے آتا تو نبی علیہ السلام قبول فرما لیا کرتے تھے۔ خیبر کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا قصہ مشہور ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں لوٹایا کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں لوٹایا کرتے تھے (اس لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی نہیں لوٹاتے تھے)۔ (صحیح بخاری: رقم 5585)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے خوشبودار پھول تحفہ کے طور پر دیا جائے، اسے واپس نہ کرے، اس لیے کہ یہ (پھول) اٹھانے میں ہلکا ہے، اور خوشبودار ہے۔ (صحیح مسلم: رقم 2253)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب تمہیں کوئی خوشبودار پھول ہدیتاً دے تو اسے واپس نہ کرو کہ یہ پھول جنت سے آیا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم 2791)

اس کی اصل جنت ہے۔ کتنی خوبی کی بات ہے۔

ہدیہ دینے والے کو بدلہ کیسے دیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے، تم اس کو بدلہ دو (بہتر ادا کرنے کی کوشش کرو)۔ اگر ادا نہیں کر سکتے (گنجائش نہیں) تو اس کے لیے اتنی دعائیں کرو یہاں تک تمہیں یقین آجائے کہ اب تم نے اس (کے احسان) کا بدلہ دے دیا ہے۔

(سننِ ابی داؤد: رقم 1672)

یہ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت تعلیم کو ہے کہ احسان کرنے والے کے احسان کو مانو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ بھلائی نہیں کر سکتے، طاقت نہیں ہے، حیثیت نہیں ہے تو پھر اس کے لیے خوب دعائیں مانگو۔ بھلا کب تک؟ جب تک دل گواہی دینے لگے کہ اب بدلہ دے دیا ہے۔

اور ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟ اگر لڑکی والے جہیز میں بہت کچھ بھی دے دیں، مگر پھر بھی لڑکا اور اس کی ماں زندگی بھر روتے ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر لڑکی والے جہیز کی صورت میں کچھ دے رہے ہیں تو یہ لڑکی کے باپ کا اِحسان ہے۔ اِحسان کو ماننے کی ضرورت ہے۔ یہ اس کا اِحسان ہے کہ اس نے اپنی بیٹی بھی دی ہے اور ساتھ کچھ سامان بھی دے رہا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ لڑکی والوں سے کچھ مانگنا یہ نہایت ہی بے غیرتی کی بات ہے۔ اسلام اس چیز کو گوارا نہیں کرتا۔ وہ بہ خوشی ورغبت کچھ دے دیں، تو ان کا اِحسان ماننے کی ضرورت ہے۔ ان کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس طرح کے رویے کی ضرورت ہے۔ تو فرمایا کہ بدلہ دو، بدلہ نہیں دے سکتے تو اب تم اس کے لیے ذکرِ خیر ہی کر دو۔

نبی علیہ السلام نے اس کو امت کے غریبوں کے لیے آسان کر دیا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے احسان کرنے کے والے کو جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہہ دیا، اس نے گویا پوری تعریف کی۔

(سنن ترمذی: رقم 1958)

آپ کو کسی نے ہدیہ دیا اور آپ نے اسے کہہ دیا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (اللہ پاک آپ کو بہترین بدلہ دے) یہ دعا اس کے احسان کا بدلہ ہو گیا۔ Thank You بھی بول سکتے ہیں یا نہیں، شکریہ بھی بول سکتے ہیں کہ نہیں؟ یہ تو علماء بتائیں گے، لیکن جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا بولنا یہ عین سنت ہے۔

دعا دینے میں بخل نہیں کرنا چاہیے

اسی طرح Message پر بعض دفعہ ہم نے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ جب جَزَاکَ اللہ کہنا چاہتے ہیں تو پورا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا نہیں لکھتے۔ چاہیے کہ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا پورا لکھیں۔ سنت ادا ہوگی۔ پھر بعض احباب ایسے ہوتے ہیں کہ وقت کی کمی ہے، بڑے ہی مصروف ہوتے ہیں تو JZK لکھ دیتے ہیں۔ لفظ اللہ کا بھی Short Cut اور سارا کچھ اس میں آ گیا۔ میرے بھائی! پورا لکھیں جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ اول تو عربی میں لکھیں، عربی نہیں لکھنی آتی تو اردو میں ہی لکھ دیں۔ انگریزی میں لکھنا ہے تو پورے کلمات کے ساتھ لکھیں، اس کو مختصر نہ کریں۔ السلام علیکم لکھنا ہوتا ہے تو اس کا بھی مختصر بنایا ہوا ہے۔ کل کو پانچ نمازوں میں بھی کوئی شارٹ کٹ آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ دعا دینے میں کسی طور پر بخل نہ کریں۔ دعا پوری دینے کی عادت ڈالیں۔ اسے اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کریں۔

ہدیہ میں شرکت

بعض مرتبہ ایسی صورت حال پیش آتی ہے، معاملہ پیش آتا ہے کہ کوئی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے۔ بھری مجلس میں ایک آدمی ہدیہ دیتا ہے۔ جیسے کوئی عالم ہیں، کوئی شیخ ہیں، کوئی مفتی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی ہدیہ لاتا ہے، اس سلسلے میں نبی علیہ السلام کی کیا تعلیمات ہیں؟ اس کو بھی ذرا غور سے سن بھی لیا جائے، عمل کی نیت سے سمجھ بھی لیا جائے۔ جیسی نیت ہوگی ویسا معاملہ ہوگا۔ ابھی نیت ہوگی کہ عمل کریں گے تو آسانی ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جسے کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور لوگ اس کے پاس موجود ہوں، تو وہ موجود لوگ اس ہدیہ میں شریک ہیں۔ فَفَهِمَ

شُرَکَاءُ. موجودین اس ہدیہ میں شریک ہیں۔(سنن کبریٰ للبیہقی: رقم 12036)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس کے پاس کوئی ہدیہ آئے اور لوگ وہاں مجلس میں بیٹھے ہوں تو وہ اس ہدیہ میں شریک ہیں۔

(مجمع الزوائد: 6729)

نبی علیہ السلام سے بھی بعض اوقات اہلِ مجلس کو ہدیہ میں شریک کرنا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں ہندوستان کے بادشاہ نے گھڑا بھیجا جس میں زنجبیل تھی، نبی علیہ السلام نے تھوڑی تھوڑی سب کو کھلائی، اور مجھے بھی تھوڑی کھلائی۔(مستدرک حاکم: رقم 7272)

روایت ہے کہ کسریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شہد کی مانند ایک میٹھی چیز بھیجی۔ نبی علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں تھوڑا تھوڑا تقسیم فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی دیا۔ ان کو پھر دوبارہ سے دیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ میں تو اپنا حصہ لے چکا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ میں آپ کو آپ کی بہنوں کے لیے دے رہا ہوں۔(سبل الہدیٰ: 27/9)

نبی علیہ السلام سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض مرتبہ کوئی ہدیہ آتا تو ساتھیوں کو شریک کر لیتے تھے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک طبق یعنی ایک بڑا تھال انجیر کا آیا تو نبی علیہ السلام نے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ۔

(سبل الہدیٰ: 206/7)

کب تقسیم نہ کی جائے؟

اب اس میں ایک سمجھنے والی بات ہے۔ اگر کوئی بہت ہی قیمتی چیز ہے، خاص چیز ہے۔ خصوصی کسی بزرگ کے لیے آئی ہے۔ اگر قیمتی چیز ہے تو وہ اسے اپنے پاس رکھ

لیں، تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حکم عام اُن چیزوں کے لیے بتایا گیا ہے جو عام ہیں۔ مثلاً کوئی شہد لے آیا، کوئی کیلے لے آیا، کوئی اَمرود لے آیا۔ ابھی ماشاء اللہ فلاں بھائی جوس کے ڈبے لے آئے ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ تقسیم کر دی جائیں۔ ان کی تقسیم کا حکم ہے۔ اس بارے میں دو واقعات بھی سن لیجیے۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا اور اِن شاء اللہ بات مکمل سمجھ میں آجائے گی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قصہ

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ مال ہدیہ میں بھیجا۔ لانے والا قاصد دورانِ مجلس آیا۔ ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ’’مجلس کا ہدیہ مشترک ہوتا ہے‘‘۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو آپ بتا رہے ہیں، بلکہ اس سے مراد کھانے پینے کی عام چیزیں ہیں کہ اس میں سب کو شریک کر لیا جائے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قصہ

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور محدّث ہیں یہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص بادشاہ ہارون الرشید کی طرف سے قیمتی ہدیہ لے آئے۔ لوگوں نے کہا کہ جی! ہدیہ تو مشترک ہوتا ہے۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات کھجور وغیرہ کے لیے ہے، عام نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ۔

(عمدۃ القاری: 13/165)

قیمتی ہدیہ اپنے گھر بھجوادیا۔ بات کی وضاحت پوری ہوگئی کہ عام چیزیں مثلاً کھانے پینے کی چیزیں ہوں تو تقسیم کردی جائیں۔ ہاں! اگر کوئی قیمتی چیز ہے تو اس کا اختیار ہے چاہے تو گھر بھیج دے، چاہے تقسیم کردے۔

رشوت بہ نام ہدیہ جائز نہیں

اچھا! رشوت بعض دفعہ ہدیہ کی شکل میں آتی ہے۔ یہ بھی ایک قابلِ غور بات ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قبیلہ بنوسُلَیم کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے والا بنایا۔ یہ نبی علیہ السلام کی طرف سے سفیر اور نمائندہ بن کر مختلف علاقوں میں گئے۔ وہاں سے زکوٰۃ وصول کی کہ نبی علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ لوگوں نے اپنی زکوٰۃ ادا کی۔ اب جب یہ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو نبی علیہ السلام کی خدمت میں وصول کی گئی زکوٰۃ پیش کی۔ اور کہا کہ یہ آپ کا ہے جس کے لیے مجھے بھیجا اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ (یعنی یہ میرا ہے) نبی علیہ السلام نے یہ بات سنی تو غصہ ہوئے اور فرمایا: پھر کیوں نہیں اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھتے، پھر ہم دیکھتے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی تمہیں دیتا ہے یا نہیں دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، جس میں یہی واقعہ دہرایا اور فرمایا: خدا کی قسم! تم میں سے کوئی ناحق مال لے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر بوجھ ہوگا۔ میں ضرور اس شخص کو جانتا ہوں جس پر اونٹ کا بوجھ ہوگا اور وہ آواز نکال رہا ہوگا، یا گائے کا بوجھ ہوگا جس کی آواز آرہی ہوگی، یا بکری کا بوجھ ہوگا جو مِنمِنا رہی ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اونچا فرمایا یہاں تک کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگی (یعنی ہاتھ کافی اونچے اٹھائے) اور فرمایا: اے اللہ! میں نے بات پہنچا دی۔ میری آنکھوں نے دیکھ لیا اور میرے کانوں نے سن لیا۔

(صحیح بخاری:6578)

جو اپنے عہدے کی وجہ سے تحفے قبول کرتا ہے تو یہ جائز نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے فرائض انجام دیتے ہیں، یا جیسے امامِ مسجد، خطیب اور دنیاوی عہدیداران کے لیے بھی ہدایا قبول کرنے میں بہت احتیاط اور خیال کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: عُمّال کا (زکوۃ وصول کرنے والوں کا) ہدیہ لینا خیانت ہے۔ (مسند احمد: رقم 23090)

وہ مقرر کیے گئے ہیں، لوگوں کے پاس Duty bound ہیں، اور ان کو اُن کا وظیفہ مل رہا ہے۔ اگر کوئی آدمی واجب سے زیادہ دیتا ہے تو وہ سب اُمت کے لیے ہے، اکیلے اس وصولی کرنے والے کے لیے نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اسے اپنے گھر نہیں لے جا سکتا۔ اس میں حدیث سنیے!

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کو ہم کسی عمل پر عامل بنائیں (زکوۃ اور صدقات کی وصولی کا) اور اسے طے شدہ وظیفہ دیں (وہ اس کے لیے حلال ہے) پھر اس کے بعد جتنا وہ کسی سے لے گا وہ خیانت ہے۔ (سنن ابی داؤد: رقم 2943)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: امیر کا ہدیہ لینا رشوت ہے، قاضی کا ہدیہ لینا رشوت ہے۔ (کنز العمال: 112/6)

یعنی عہدے کی وجہ سے کسی سے کسی چیز کا لے لینا اسے رشوت فرمایا گیا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام نے یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا۔ خود فرماتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے کوئی آدمی بلانے کے لیے

آ رہا ہے۔ اس آنے والے شخص نے قریب آ کر کہا: نبی علیہ السلام آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں واپس آیا، نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا: معاذ! تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا:

لا تصيبنّ شيئًا بغير إذني، فإنه غلولٌ، ومن يغلل يأت بما غلّ يوم القيامة، لهذا دعوتك فامض لعملك.

کوئی چیز میری اجازت کے بغیر مت لینا کہ یہ خیانت ہوگی۔ اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کر کے لی ہوگی۔ اسی بات کو کہنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا تھا، اب تم اپنے کام کے لیے جاؤ۔ (سنن ترمذی: رقم 1335)

لوگ حکام کو، عہدیداروں کو اس لیے تحائف اور ہدایا دیتے ہیں کہ ان کا کام بن جائے، ان کے ساتھ کوئی نرمی کرلے۔ وگرنہ یہ گھر بیٹھے ہوں، عہدہ اُن کے پاس کوئی نہ ہو، تو ان کو کوئی کچھ نہ دینے آئے۔ یہ کرسی کی وجہ سے، عہدہ کی وجہ سے جو فائدہ اٹھاتے ہیں تو فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ پانچویں خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ خواہش ہوئی کہ میں سیب کھاؤں۔ گھر میں معلوم کیا کہ سیب ہے یا نہیں ہے؟ پیسے بھی نہیں تھے، نہ جیب میں، اور نہ گھر میں۔ دل میں طلب ہوئی کہ چلو سیب کھاتے ہیں۔ اللہ کی شان کہ سرکاری کام سے کسی جگہ گئے۔ وہاں انہیں ایک تھال میں سیب پیش کیے گئے۔ اب یہ تو اپنے سرکاری کام پہ تھے۔ تھال میں سیب پیش ہوئے تو ایک سیب کو لے کر دیکھا اور سونگھا، پھر سب کو واپس کر دیا۔ کسی نے کہا کہ اے خلیفہ! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ قبول فرماتے

تھے، یہ ہدیہ ہم آپ کو دے رہے ہیں، آپ اسے قبول فرما لیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! اُن لوگوں کے لیے تو وہ ہدیہ تھا، لیکن ہم لوگوں کے لیے یہ رشوت نہ بن جائے۔ (فتح الباری: 5/221)

عجیب بات ہے یا نہیں؟ کہ چاہت کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ میں نہیں لیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی جماعت کا مقام، مرتبہ اور تھا۔ اُن کی نیتیں، اُن کے معاملات وہ للّٰہیت والے تھے۔ میرے لیے ایسا نہ ہو کہ یہ ہدیہ رشوت کی شکل بن جائے۔

رشوت کیسے بنتی ہے؟

یہ بات یاد رکھیں! جس آدمی کے ذمے جو کام ہے، وہ اُس کام کے پیسے لے رہا ہے، تنخواہ لے رہا ہے۔ اب اسے چاہیے کہ اس کام کو پورا کرے۔ اس کام پر الگ سے پیسے لینا سود کہلاتا ہے، رشوت کہلاتا ہے جو منع ہے اور حرام ہے۔ مثلاً جج کے ذمے ہے صحیح فیصلے کرنا، وکیل کے ذمے ہے صحیح طور سے کیس کو کھول کے رکھنا، حق کو واضح کرنا۔ اب یہ تو ان کی ڈیوٹی ہے۔ اب اگر یہ حضرات مثلاً اپنی ڈیوٹی نبھانے کے لیے کسی سے کوئی پیسے مانگیں، یا لیں، یا کوئی اِن کو دے کہ جی! اگر ہم ان کو دیں گے تو ہمارا Case ہماری مرضی کا ہو جائے گا، تو یہ تمام صورتیں منع ہیں۔ یہ رشوت کے زُمرے میں آتی ہیں۔

ہدیہ تو خالص محبت اور اُلفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کام نکلوانے کے لیے جو بنام ہدیہ ہوتا ہے وہ رشوت ہے، کیوں کہ یہی بندہ اگر گھر بیٹھا ہوا اور کوئی غرض اس سے وابستہ نہ ہو تو کیا ہم جائیں گے اس کو دینے کے لیے؟ اگر جائیں گے بلا غرض تو پھر ٹھیک ہے، اگر نہیں جائیں گے تو پھر یہ دینا ٹھیک نہیں ہوگا۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عہدیدار یا آفیسر سے پرانا تعلق ہے۔ ان کے عہدیدار یا آفیسر بننے سے پہلے کا۔ وہ ہمارے گھر

آتے ہیں، ہم ان کے گھر جاتے ہیں، معاملہ چل رہا ہے۔ تب تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اگر کوئی کیس ایسا آ گیا اور ان صاحب کے پاس جانا پڑ گیا، اگر سابقہ معاملہ کے مطابق عمل دخل ہے، آنا جانا ہے، لین دین ہے تب تو جائز ہے۔ لیکن پہلے تو چھوٹا ہدیہ دیتے تھے، اب جب کیس پھنس گیا تو بڑی چیزیں ہدیہ کی جا رہی ہیں تو مقصد دیکھا جائے گا۔ کوئی آن ڈیوٹی ہے تو اسے مرتبے کا پاس رکھنا ہے، خیانت نہیں کرنی۔ اگر رشتہ دار یا پرانا واقف کار اپنے غلط مسئلے کے حل کے لیے بڑے تحائف دے رہا ہے، تو بچنا ضروری ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

اسی طرح علماء کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ ان کو لوگ ہدیہ دیتے رہتے ہیں۔ ان کو ہدیہ دینے والے کی نیت اور اپنی نیت بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور دراہم سے بھری ہوئی تھیلی دی۔ ساتھ میں خراسان سے باریک کپڑا یعنی Imported کپڑا لا کے پیش کیا۔ حضرت نے واپس فرما دیا اور فرمانے لگے: دیکھو! جو شخص اس مرتبے پر بیٹھے جہاں پہ میں بیٹھا ہوں یعنی وعظ کرنا، نصیحت کرنا، لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرنا، اللہ کی بات کو پہنچانا، نبی علیہ السلام کے طریقے کو سمجھانا۔ کوئی ایسی نازک جگہ پہ بیٹھا ہو تو اسے چاہیے کہ لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ قبول کرے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے حال میں پہنچے کہ کہہ دیا جائے ''تو جو بیان کرنے جاتا تھا، تجھے وہاں سے پیسے مل جاتے تھے، چیزیں مل جاتی تھی، ہدیہ مل جاتا تھا۔ معاملہ برابر ہو گیا، اب ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے؟ (فضائل صدقات)

یہ بہت نازک مقام ہے۔ اگر ہدیہ لینا بھی ہو تو بھی اَسلاف کے طریقے کو دیکھیں کہ وہ قبول کرتے تھے تو کس طرح سے کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا ہدیہ قبول

فرماتے تھے جو یہ سمجھتا ہو کہ میں مولانا صاحب کو دے کر، امام صاحب کو دے کر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ مجھ پر احسان کر رہے ہیں کہ میرا ہدیہ قبول کر رہے ہیں۔ انہوں نے مہربانی فرما کر میرا ہدیہ قبول کرلیا۔ تو ایسے لوگوں کا ہدیہ قبول کرلینا ٹھیک ہے۔

سفارش کرنا

اسی طرح بعض دفعہ سفارش کرنا پڑتی ہے۔ یہ سفارش کرنا جائز کام کے اندر نیکی ہے۔ رشتہ کے لیے سفارش کرنا، Job کے لیے یعنی نوکری کے لیے سفارش کرنا اور کسی بھی جائز کام کے لیے، نیک کام کے لیے سفارش کرنا عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن سفارش کرنے والا اگر سفارش کے عوض ہدیہ لے تو یہ منع ہے۔ کسی کو مجھ سے کوئی کام پڑا کہ حضرت! آپ میری فلاں جگہ سفارش کر دیں، وہ آپ کے جاننے والے ہیں۔ ساتھ میں مٹھی بھی گرم کر رہا ہو اور ٹوکرا بھی دے کہ جناب! یہ قبول کرلیں۔ تو سفارش کرنے پر کسی چیز کو قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث پاک سنیے!

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی کی سفارش کرے اور اس سفارش کی وجہ سے اس کو ہدیہ میں کوئی چیز ملے، اگر اس نے لے لی تو سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔ (سنن ابی داؤد: رقم 3541)

سفارش کرنا نیک کام ہے۔ یہ خدمتِ خلق ہے۔ خدمتِ خلق اللہ کے لیے ہو، پیسوں کے لیے نہ ہو۔ بعض موقعوں پر کسی پریشان حال کی سفارش کرنا واجب بھی ہو جاتا ہے۔ سفارش کے پیسے لینا منع ہے۔ ہدیہ ایک الگ چیز ہے اور رشوت ایک الگ چیز ہے۔ کس کے لیے دے رہے ہیں؟ نیت ہماری دینے والی چیز کو ہدیہ بھی بنا سکتی ہے جس پر محبت ملے گی، اللہ کا قرب ملے گا، سنت پوری ہوگی۔ اور ہماری ہی

نیت ہمارے ہی دیے ہوئے مال کو رشوت بھی بنا سکتی ہے جس پر جہنم کے فیصلے ہوں گے۔ نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

ہدیہ کے چند مسائل

ہدیہ کے بارے میں چند مسائل سن لیجیے اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کریں۔ ہدیہ قبول کرنا سنت ہے بشرطیکہ کسی دنیاوی غرض، یا دنیاوی مقصد کے لیے نہ دیا گیا ہو، خالص اللہ کے لیے دیا گیا ہو، محبت کے لیے دیا گیا ہو، رشتے داری جوڑنے کے لیے دیا گیا ہو۔ رشتے داری میں جو خرابیاں ہیں ان کو ختم کرنے کے لیے دیا گیا ہو۔ اچھی نیت کے ساتھ ہدیہ کا لینا اور دینا، یہ عین سنت ہے۔ جو سرکاری اشخاص ہیں، عہدیدار ہیں، تو انہیں جب تحائف ملیں تو اپنے عہدے کی وجہ سے ان تحائف کا لینا ان کے لیے اب جائز نہیں۔ رہا کسی مفتی یا کسی عالم کو ہدیہ اس لیے دیا جا رہا ہے کہ وہ مسئلے میں اس کی رعایت کرے تو ایسا ہدیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ چاہے طلاق کا مسئلہ ہو یا کاروباری مسئلہ ہو۔ یہ سمجھ کر دینا کہ وہ شریعت میں سے کچھ گنجائش نکال کر ہمیں بتائیں گے اور ہمارا معاملہ ہماری چاہت کے مطابق آسان ہو جائے گا۔ اس نیت سے کسی عالم کو دینا منع ہے۔

ہاں! کسی مفتی یا دین کی خدمت کرنے والے کو محبت و اُلفت، عقیدت کی بنیاد پر ہدیہ دیا جا رہا ہے کہ یہ شخص دین کی خدمت کر رہا ہے۔ اور یہ دین کی خدمت اپنی سہولت کے ساتھ کر سکے گا اگر اس کی مدد کی جائے۔ یہ دینا بہت بڑا ثواب ہوگا۔ یہ اپنی ضروریات کو میرے ہدیہ سے پورا کرے، اور اپنے اوقات کو خوب شوق اور محبت کے ساتھ دین میں لگائے۔ یہ ہدیہ دینا باعثِ برکت بھی ہوگا۔

جس کو قرض دیا گیا ہو اس سے ہدیہ لینا منع ہے۔ اسی طرح ایسے ہدایا جو منگنی اور

رسموں کے طور پر دیا جاتا ہے، اگر کبھی دینا پڑے تو کوشش یہ ہو کہ اللہ کے لیے دے، واپسی کی اُمید نہ رکھے۔ ہمارے ہاں نیوتا وغیرہ چلتا ہے، اس کو نوٹ کرتے ہیں، لکھتے ہیں۔ ہم نے اتنا دیا، اس نے اتنا دیا۔ میں نے اتنا دینا ہے، اس سے اتنا لینا ہے۔ اسے جائز نہیں کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پوری زندگی تمام اعمال نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

قبولیت دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَ سَلِّمْ

دل کے یقین کے ساتھ دعا مانگنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ادعوا اللّٰہ وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن اللّٰہ لا يستجيب دعاء من قلبٍ غافلٍ لاهٍ. (سنن الترمذي: باب ما جاء في جامع الدّعوات عن النبي ﷺ)

ترجمہ: ''جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو تو قبولیت کا کامل یقین رکھا کرو۔ اور اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دلوں کی دعاؤں کو قبول نہیں فرماتے''۔

اس حدیث شریف میں دو باتیں ارشاد فرمائیں: ایک تو یہ بتایا کہ جب انسان مانگے تو یقین کے ساتھ مانگے کہ جو میں مانگ رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اور دل کو حاضر کر کے مانگے کہ جو زبان سے مانگ رہا ہوں، دل میں سچی وہی ہے۔ زبان اور دل ایک ساتھ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک تو یہ بات سمجھا دی۔ پھر ایک حدیثِ قدسی میں آتا ہے:

أَنَا عِنْدَظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ. (صحيح البخاري: 6977)

ترجمہ: ''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں''۔

بندے کے گمان کے مطابق معاملہ ہوتا ہے۔ اگر بندہ اپنے اللہ کے ساتھ یقین کا معاملہ رکھتا ہے تو اللہ ربّ العزّت اسے عطا فرماتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے نہیں ملتا تو پھر اس سے روک لیا جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دل کے یقین کے ساتھ مانگو، تو اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ فرما دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

وَقَالَ رَبُّكُمُ

''اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے''۔ اس میں صرف مسلمان یا نیک مسلمان مراد نہیں، پوری انسانیت مراد ہے۔ اللہ تو سب کا ربّ ہے۔ کیا کہا ہے؟

ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

ترجمہ: ’’مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا‘‘۔

کیسی بات کہی!! بغیر کسی فعل کے، بغیر کسی شرط کے، بغیر کسی اور بات کے فوراً ہی وعدہ فرما لیا کہ میرے بندو! تم مانگو، میں عطا کر دوں گا۔ درمیان میں کوئی شرط نہیں رکھی۔ یہ تو نہیں کہا کہ داڑھی والے مانگیں گے تو دوں گا، بغیر داڑھی والے مانگیں تو نہیں دوں گا۔ نمازی مانگیں تو دوں گا، بے نمازی مانگیں تو نہیں دوں گا۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ بس تم یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہ تمہیں دے گا:

ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ (النساء:122)

ترجمہ: ’’سب سے زیادہ سچی بات میرے پروردگار کی ہے‘‘۔

دعا کی قبولیت اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لیکن مانگتے ہوئے یقین ہو۔

بے پرواہی بندہ کو زیب نہیں دیتی

ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی دعا میں اس طرح سے نہ کہا کرے کہ اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کر دے، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر دے۔ چاہیے کہ دعا میں پختہ عزم ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں کرتے ہیں، اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں‘‘۔ (صحیح مسلم: باب العزم بالدّعاء ولا یقل إن شئت)

اللہ تعالیٰ سے بے پرواہی؟ ہم تو محتاج ہیں، سوالی بن کر مانگیں کہ اللہ! آپ ہی سے لینا ہے۔ تیرے سوا دَر کونسا ہے۔ نبیوں کو یہاں سے ملا، ولیوں کو یہاں سے ملا۔ اللہ! ہمیں بھی یہیں سے ملنا ہے، عطا کر دیجیے۔ یقین کے ساتھ مانگیے۔

شیطان کا وسوسہ

شیطان تو بد بخت ہے ناں! یہ بعض وقت دل میں ڈالتا دیتا ہے۔ لوگ فون کرتے ہیں کہ حضرت! ہم بڑے گناہ گار ہیں، ہماری دعا کہاں قبول ہوگی۔ آپ حضرت جی کے پاس جا رہے ہیں، جھنگ جا رہے ہیں تو ہمارے لیے دعا کروا دیجیے گا۔ ہماری کہاں قبول ہوگی؟ ٹھیک ہے اللہ والوں کی دعاؤں کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے، اُن کا درجہ یقیناً زیادہ ہے، لیکن گناہ گاروں کی دعاؤں کو بھی پروردگارِ عالم قبول فرماتے ہیں۔ ’’ہماری کہاں قبول ہوگی‘‘ اس قسم کی باتیں ڈال کر شیطان انسان کا یقین خراب کر دیتا ہے، اور خراب یقین والے کی دعا ویسے ہی قبول نہیں ہوتی ہے۔ جس وقت وہ ہمارے یقین کو خراب کر دیتا ہے تو جو اُصولِ ربی ہے وہ بتا دیا گیا ہے کہ یقین کے ساتھ مانگو۔ شیطان ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہماری دعاؤں کے یقین کو خراب کر دیتا ہے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ نہیں آئی؟ شیطان کیا کرتا ہے؟ شیطان کی چال کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری دعائیں قبول ہو جائیں۔

رمضانی فقیر

رمضان کی چند راتیں رہ گئیں تو ان چند راتوں میں اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں۔ آپ نے دیکھا ہے ناں! رمضان میں کئی لوگ نکلتے ہیں، وہ رمضانی ہوتے ہیں۔ مانگنے کے لیے نکل آتے ہیں مسجدوں پہ، گھروں کے دروازوں پہ، دوکانوں پہ آ کر مانگتے ہیں۔ تو رمضان میں رمضانی فقیر بھی نکل آتے ہیں، تو ہم بھی رمضانی فقیر کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آئے ہوئے ہیں۔ اے اللہ! سارا سال تو سوئے رہتے ہیں، رمضان میں کچھ مانگنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ! قبول کر لیجیے۔ یقین کے ساتھ مانگیں۔ اب

شیطان جو چکر ڈالتا ہے کہ تم گناہگار ہو، تم یہ کرتے ہو، تم وہ کرتے ہو، تمہاری کیا قبول ہونی ہے۔ اب آپ اسے جواب دیں۔ کیا جواب دیں؟

پہلا جواب

مفسرین نے لکھا ہے، فرعون کہتا تھا:

أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ○ (النازعات: 24)

ترجمہ: ''میں تمہارا اعلیٰ درجے کا پروردگار ہوں''۔

آپ کون ہیں جی؟ رمضان میں بیس تراویح پڑھیں، پانچ نمازیں پڑھیں اور ہر سجدے میں تین یا پانچ دفعہ جب آپ نے ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ'' پڑھا تو گویا سینکڑوں مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور بڑائی کے اقرار کرنے والے بن گئے۔ فرعون کون تھا؟ جو کہتا تھا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں۔ اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔ اس بدبخت کی دعا بھی قبول ہوگئی تھی۔ کیسے؟

ایک مرتبہ دریائے نیل خشک ہوگیا۔ کچھ پانی نہیں آیا۔ کھیتیاں، باغات، زمینیں بنجر ہونے لگیں۔ مصر کے لوگ پریشان ہوکر فرعون کے پاس آئے۔ اسے سجدہ کیا اور کہا: اے ہمارے خدا! (وہ فرعون کو خدا کہتے تھے) ہم قحط سالی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آپ دریائے نیل کو جاری کردیں۔ فرعون نے اُن سے کہا کہ ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ وہ سارے چلے گئے کہ چلو! خدا کو کہہ دیا ہے، پانی آجائے گا۔ لیکن یہاں تو فرعون کی نیند اُڑ گئی۔ پریشان ہوگیا۔ آدھی رات کو گھر سے باہر نکلا۔ اس وقت نہ سر پہ تاج تھا اور نہ پاؤں میں چپل تھی۔ بے قرار تھا، بے چین تھا۔ چلتا چلتا سیدھا دریائے نیل کے کنارے آیا اور اللہ تعالیٰ کے

سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا: اے اللہ! تو جانتا ہے ساری دنیا کو میں دھوکا دے سکتا ہوں، مگر اے اللہ! تجھے نہیں دھوکا دے سکتا۔ اللہ! لاج رکھ لے اور پانی جاری کردے۔ ابھی سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تھا کہ دریائے نیل کا پانی جاری ہوگیا۔

تو شیطان کو کہہ سکتے ہیں کہ جو پروردگار بے قراری کی مانگی ہوئی دعا، دل سے مانگی ہوئی دعا فرعون کی قبول کرلیتا ہے جو کہتا تھا:

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ○ (النازعات:24)

ترجمہ: ''میں تمہارا اعلیٰ درجے کا پروردگار ہوں''۔

میری دعا کیوں نہیں قبول کرے گا؟ میں تو ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' کہنے والا ہوں۔ یہ جواب بنتا ہے شیطان کو دینے کے لیے۔ ایک اور جواب اس سے بھی زیادہ بہترین ہے۔ وہ دے دیں آپ کا یقین اور بڑھ جائے گا۔

دوسرا جواب

شیطان سے کہیں: او بدبخت! تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہگاروں کی نہیں سنتا۔ وہ سب کے پروردگار ہیں۔ شیطان کو یاد دلاؤ: او بدبخت! تجھے یاد ہے، جب اللہ پاک نے فرمایا: (اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ) سب نے سجدہ کرلیا تھا، لیکن تُو نے نہ کیا۔ تو کھڑا ہوگیا تھا اور تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار سے نکال دیا تھا۔ اور تجھ سے کہا تھا کہ قیامت تک میری لعنتیں تجھ پر برستی رہیں گی۔ دفع ہو، دور ہوجا یہاں سے!

شیطان! کیا تجھے وہ وقت یاد ہے؟ راندۂ درگاہ ہونے کے بعد تُو نے پروردگار سے مہلت مانگی تھی: اللہ! قیامت تک کی مہلت دے دے۔ تیرے جیسے راندۂ درگاہ کو عین غصے کے عالم میں اللہ تعالیٰ قبول کرسکتے ہیں، تو میری دعا کیوں قبول نہ ہوگی؟

قبولیت کے اوقات میں دعا مانگنا

یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ یہ چند راتیں رہ گئی ہیں رمضان کی۔ خوب اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں۔ اور افطاری کے وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزے دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم 2525)

تو اب یہ جو چند دن رہ گئے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ سے یقین کے ساتھ مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری سب دعاؤں کو قبول کرلیں گے۔ یقین ہم پیدا کریں اور مانگیں اللہ تعالیٰ سے۔ اپنی زبانوں سے نکلی ہوئی دعاؤں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا خود دیکھیں گے۔ مخلوق کے پاس جانے کی، رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ نہیں ہے کسی کے پاس کسی کو دینے کے لیے۔ سب محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے وہ عطا کریں گے۔ تو آج سے ہم اِن شاء اللہ یقین کے ساتھ مانگیں گے، کمزور دل کے ساتھ نہیں کہ پتا نہیں ملتا ہے کہ نہیں۔ یقین کے ساتھ مانگیں اللہ تعالیٰ دیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے یہ شعر لکھا ہے:

تُو وہ داتا ہے کہ دینے کے واسطے
دَر تیری رحمت کے ہیں ہر دَم کھلے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

SOME VALUABLE BOOKS OF HAZRAT MAULANA PEER ZULFIQAR AHMAD NAQSHBANDI MUJADDIDI(D.B.)

BOOKS IN ENGLISH

- THE BUDDING ROSE
- BE COURTEOUS BE BLESSED
- CONNECTION OF DIVINITY
- DU'A (THE ESSENCE OF WORSHIP)
- HOW GREAT IS THE MAGNINIMITY OF OUR LORD
- LOVE FOR ALLAH
- LOVE FOR THE MASSENGER (P.B.U.H)
- NURTURING THE BUDDING ROSE
- OCEAN OF WISDOM
- POTION FOR THE HEARTS
- THE BENEFACTORS OF ISLAM
- THE CONQUEROR OF HEARTS
- TRAVELLING ACROSS CENTRAL ASIA
- UNBLEMISHED YOUTH
- WISDOM FOR THE SEEKER
- **ACCOMPLISHMENTS OF MUSLIM WOMEN**

مکتبۃ الفقیر کی نئی شائع شدہ کتب

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد
☎ 0322-8669680
Cell: 0300-9652292 Email: ALFaqeerfsd@yahoo.com

MAKTABA-TUL-FAQEER

الکہف پبلیکیشنز کی کتب ملنے کے پتے

AL-KAHAF PUBLICATIONS

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-41-2618003, 0300-9652292,03228669680

لاہور	ابراہیم اکیڈمی:	بلمقابل قطب مسجد، شاہ جمال، لاہور فون نمبر 042-35404425
	جامعہ رقیہ للبنات:	انبالہ ہاؤس، 31\A-1 پیکو روڈ ٹاؤن شپ لاہور 0301-4496600
	مکتبہ سید احمد شہید لاہور:	اردو بازار لاہور 042-37228272
	ادارہ اسلامیات:	190 انارکلی لاہور 042-37353255
	مکتبہ رحمانیہ:	اردو بازار 042-37224228
	نیشنل الیکٹرونس علی سنٹر:	16-A مین روڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور 0423-7632902
	یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ:	بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائداعظم لاہور، 0300-0321-0334-0313-9489624
ملتان	ادارہ تالیفات اشرفیہ:	فوارہ چوک ملتان 0322-6180738,061-4540513
	مکتبہ امدادیہ:	ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965
پشاور	مکتبہ دارالاخلاص:	قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539
	مکتبہ عمر فاروق:	قصہ خوانی بازار پشاور 0301-8845715
اکوڑہ خٹک	مکتبہ سید احمد شہید:	جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک 0923-630946
حاصل پور	دارالمطالعہ:	نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0622442059,0300-7853059
کراچی	عادل شکیل بہادرآباد کراچی	181، 0300-2001060
	دارالاشاعت:	اردو بازار کراچی 021-2213768
	علمی کتاب گھر:	اوجا روڈ اردو بازار کراچی 021-32634097
	احسن محمود: امام خطیب جامع مسجد طیبہ واستاذ:	جامعہ دارالعلوم کراچی مکان نمبر 125k ایریا کورنگی کراچی فون نمبر: 0321-2660180
بنوں	حضرت مولانا گل رئیس صاحب:	حضرت قاری سلیمان صاحب (مدظلہم) دارالہدیٰ بنوں
راولپنڈی	جامعۃ الصالحات:	محبوب سٹریٹ ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ، راولپنڈی 051-5462347

گلدستۂ سُنّت

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

- تہجد کی سنتیں
- قرض کا لین دین
- بیوی کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری
- رزقِ حلال 2
- رزق حلال 3
- لباس 3
- آخری زمانے میں رزق کی اہمیت
- ہدیہ کے لین دین میں احتیاط
- قبولیت دعا

الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ
AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST